تفسیرِ علیم

(قرآن حکیم)

جلد دہم
10

از

خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت

عاملِ شریعت، کاملِ طریقت

صادق البیان، مُفسّرُ القرآن

فدائے عشقِ محمدی

ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی

حضرت قاضی محمد علیم اللہ عارفی

قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب ______ تفسیرِ علیم (جلد دہم)

ترتیب و پیشکش ______ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

ناشر ______ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تعداد	تاریخِ اشاعت
۱۵۰۰	رجب المرجب ۱۴۳۶ھ مئی ۲۰۱۵ء

297.64
ت93ع
143182
۱۴۳۱۸۲

E-mail: arfeen@cyber.net.pk

Marfat.com

مناجات

اے اللہ کریم ! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پکارا، تو نے ہماری پکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ، اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تو کریم المعروف ہے، قدیم الاحسان ہے، حنّان و منّان و دیّان ہے، ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور کُنْ فَیَکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "تفسیرِ علیم (جلد دہم)" کے عنوان سے جناب خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت، عاملِ شریعت، کاملِ طریقت، صادق البیان، مُفسّرُ القرآن، فدائے عشقِ محمدی، ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی، حضرت قاضی محمد علیم اللہ عارفی قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے قرآنی بیان کو کتاب کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہِ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین ! جو جو میری نامیاں ہیں، اُن کو درگزر فرما۔

Marfat.com

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔

اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مُرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اور پنجتن پاکؑ کی محبّت عطا فرما۔ یا اللہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کرلے بلکہ اس میں ایسا ذوق وشوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالمِ حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرکے کلام پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ پاک (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اُس سے راضی ہوجائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں، جنھوں نے دامے، درمے، سخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل وکرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلائے ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزتی، مُفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر وفکر اور نماز سے غفلت، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

گُزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے از راہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجیۓ گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہوگی۔

دُعاگو اور دُعاجو
رابعہ ثانی

پارۂ تِلْکَ الرُّسُلُ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ

آیات نمبر ۲۸۳ تا ۲۸۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا
فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ
بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَ
لْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ
وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ لِلّٰهِ مَا فِى
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا
مَا فِىْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ
بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو
گرد ہو قبضہ میں دیا ہوا ، اور اگر تم میں ایک
کو دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جسے اس نے
امین سمجھا تھا ، اپنی امانت ادا کردے ، اور
اللہ سے ڈرے جو اس کا ربّ ہے اور گواہی
نہ چھپاؤ ، اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے
اس کا دِل گنہگار ہے ، اور اللہ تمہارے
کاموں کو جانتا ہے۔ ﴿۲۸۳﴾ اللہ ہی کا ہے جو کچھ
آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ،
اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے
یا چھپاؤ ، اللہ تم سے اِس کا حساب لے گا ،
تو جسے چاہے گا بخشے گا ، اور جسے چاہے گا
سزا دے گا ، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۸۴﴾

میں نے آپ کے سامنے ۲۸۳ ,اور ۲۸۴ ,آیات کی تلاوت کی ہے ۔ پچھلی نشستوں میں ، مَیں نے ۲۸۲ آیت کی چار حصوں میں تفسیر بیان کی تھی آج انشاءَ اللہ ۲۸۳ ,اور ۲۸۴ کی تفسیر پیش کی جائے گی ۔

پہلے اللہ نے ہمیں نماز کے، روزے کے، صدقات کے، حج کے، جہاد کے، نکاح کے، طلاق کے، خلع کے، عدّت کے قوانین بتائے۔اس کے بعد سُود کی حُرمت بیان کی۔ اس کے بعد لین دین کے قوانین بتائے، شہادت کے قوانین بتائے۔ اور اَب اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کی بلندی کا ذکر فرماتا ہے تاکہ ہمارے دلوں میں اس کلام کی، اور ان احکام کی اہمیت جاگزیں ہوجائے کہ کس بڑی ہستی سے یہ احکامات آرہے ہیں۔

پچھلی آیت میں ۱۸۲ میں قرض اور بیع سَلم کے لئے دو احکامات تھے، ایک تو اس کو تحریر کرلیا جائے اور دوسرے اس کے دو گواہ رکھ لئے جائیں۔اس کی تمام تفصیلات اور شرائط بیان کی گئی تھیں۔ اب ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ آپ سفر میں ہوں اور آپ کو قرض کی ضرورت پڑگئی ہو، تو آپ صرف اس لئے کہ کوئی کاتب یا گواہ موجود نہیں ہے تو آپ اپنی ضرورت کو روکے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے استثنٰی فرمایا ہے۔ آگے چل کے ۲۸۵ آیت میں فرمایا کہ میں کسی پہ بوجھ اس کی قوتِ برداشت سے زیادہ نہیں ڈالتا ہوں۔ یہ اسی آیت مبارکہ کا فیض اس میں بھی شامل ہے: وان کنتم علی سفر : اگر تم سفر کے اندر ہو:

Marfat.com

ولم تجدوا کاتبا : اور کاتب تمہیں نہ ملے تو پھر کیا کرو : فرھن مقبوضۃ ط : پس تم رحم کردو۔ رحم کیا؟ جس چیز پر رحم کرد، اس کے قرضہ تو دے دو اس لئے کہ اگر تم نے قرضہ نہ دیا، تو رحم بے کار ہے۔ تو اللہ فرماتا ہے : ولم تجدوا کاتبا فرھن مقبوضہ ط: اگر تم سفر کی حالت میں ہو تمہیں کوئی فوری ضرورت پیسے کی پڑگئی ہے یا کسی چیز کی پڑگئی ہے۔ تو اگر تمہارے پاس کاتب نہ ہو، اور گواہ موجود نہ ہوں تو کوئی چیز رہن رکھ دو اور وہ اس کے قبضے میں دے دو تاکہ قرض خواہ کے حقوق کی پامالی نہ ہو۔

اللہ کو لین دین میں دیانت بہت ہی پسند ہے۔ اللہ حقوق العباد کی تلخی پسند نہیں فرماتا اس لئے یہ تمام احتیاطیں بتائیں : فان امن بعضکم : اَمِنَ امانت سے ہے، تو اگر تمہارا اعتبار ہے آپس میں ایک دوسرے پر، اور تم نے پھر امانت رکھ دی اس حالت میں : فلیود الذی اؤتمن امانتہ : تو پھر چاہیئے کہ وہ آدمی پورا کرے اس اعتبار کو جس کا اعتبار کیا ہے۔ میں نے آپ پر اعتبار کر لیا۔ آپ کو اپنی امانت دے دی۔ اپنے وسائل دے دیئے، اپنے پیسے دے دیئے، اپنی چیزیں دے دیں، تو جس کو ہم نے پیسے دیئے

ہیں ۔ جس کو اپنی چیزیں دی ہیں وہ اس امانت کو واپس کرے۔
جس چیز پر اس کا اعتبار کیا گیا ہے ، اس اعتبار کی حق تلفی نہ
کرے ، اعتبار کو ٹھیس نہ پہنچائے۔ بلکہ اس کو دے دے ۔
ولیتق اللہ ربہ : تو جب اللہ تقوے پر بہت زیادہ زور
دیتا ہے ، اور فرماتا ہے کہ : دیکھو تم اللہ سے ڈرو ۔ اُس اللہ
سے ڈرو جو تمہارا پالنے والا ہے ۔ تمہاری بے ایمانی تمہیں پالنے
والی نہیں ہے ۔ پیسہ اور جائداد تمہارے پالنے والے نہیں ہیں،
ربّ ہے ۔ تو تم پیسے کے لالچ میں اعتبار کسی کا نہ کھوؤ ۔ اور
اللہ سے ڈرو ۔ اس لئے کہ پرورش کرنے والا وہ اللہ ہی ہے۔
ولا تکتموا الشھادۃ ط : کتم، کہتے ہیں کپڑے کو ۔ کہ تم شہادت
کو گواہی کو نہ چھپاؤ ۔ گواہی کو چھپانا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔
اور اس سے حقوق العباد کی تلفی ہوتی ہے ۔ اور پھر اللہ یہاں
پر ہمیں بیان کرتا ہے : ومن یکتمھا : اور یہ ہاتھ کس کیلئے
ہیں ؟ شہادت کے لئے ، تو جس نے شہادت کو چھپایا ۔ : فانہ
اٰثم قلبہ ط : پس وہ اپنے دل کا گناہ گار ہے ۔ یعنی میں
کان کا گناہ ۔ میں نے کوئی بُری چیز دیکھی تو میری آنکھ کا گناہ ۔ میں نے
کوئی چیز چوری کی تو میرے ہاتھ کا گناہ ۔ لیکن گواہی کو چھپانا جو
ہے ، وہ سارے جسم کا گناہ ہے ۔ اور سارے وجود کا گناہ

Marfat.com

ہے تو یہ اتنا بڑا گناہ ہے اللہ کے نزدیک ۔ اور تیسرا گناہ کونسا ہے ؟ وہ ہے کفر۔ کہ دل سے اللہ کو نہیں مانتے ۔ یہ سمجھ لیں کہ اس گناہ کی حدود جو ہے ، وہ کفر سے جاکر مل جاتی ہے ۔ گواہی کو اس طرح سے چھپانا اور گواہی کو چھپانے کی کیا شکلیں ہو سکتی ہیں ؟ کہ اصل رقم کم کر کے بتائے یا زیادہ کر کے بتائے اُس وقت ، یا جس پیریڈ کے لئے وہ قرضہ لیا گیا ہے ، اِس کو بڑھا دے یا پھر اس کی شرائط میں تبدیلی کر دے یہ سب چیزیں شہادت کو چھپانے کے زمرے میں آتی ہیں ۔ اور شہادت کو چھپانا کیا ہے ؟ دل جو ہے جسم کا بادشاہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سارے ہمارے وجود کا گناہ ہے ۔ ہر چیز ناپاک یہاں تک کہ ہمارے جسم کی ہر چیز ناپاک ہو جاتی ہے ۔

بُری بات شوق سے سننا جو ہے اس سے کان کا گناہ ہوتا ہے ۔ بری چیزیں دیکھنا اس سے آنکھ گناہ گار ہو جاتی ہے ۔ بُرے کلمات زبان سے نکالنے سے زبان گنہ گار ہو جاتی ہے ۔ لیکن کفر سے اور شہادت کو چھپانے سے دل گناہ گار ہوتا ہے ، اور دل کا تعلق براہِ راست اللہ سے ہے ۔ تو اللہ نے تاکید کی ہے کہ شہادت کو نہ چھپاؤ ۔ اللہ سے ڈرو اس معاملے

ہیں ۔ اس اللہ سے ڈرو جو تمہارا پالنے والا بھی ہے ۔ جب وہ کہتا ہے ایسا نہ کرو تو تمہاری فلاح اور خوشحالی اِسی میں ہے، اور اس کے باوجود بھی اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تمہارے دل کا اور سارے وجود کا گُناہ ہوگا ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی عظمت بیان کررہا ہے : واللہ بما تعملون علیمٌ : کوئی بچنے کی شکل وصورت نہیں ہے کہ تم نے اللہ کے حُکم کی خلاف ورزی کی ۔ دل کے گناہ کئے ۔ وجود کو گُناہگار کیا، اور بچ نکلے یہ ناممکن ہے کیوں ؛ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کا علم رکھتا ہے ۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے ۔ اگر تم اللہ سے نہیں ڈرے، اللہ کی اطاعت کے بجائے اپنے نفس کی اطاعت کی تو یہ تمہارے سارے وجود کو ناپاک کر دے گا ۔ اس لئے کہ یہ دل کا گناہ ہے ۔ اور تم اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکو گے ۔

اس آیت مبارکہ کا تعلق پچھلی آیت سے اس طریقے سے ہے کہ تجارت کی چار قسمیں ہیں ایک تو بیع سَلَم کی تجارت ۔ اس میں اللہ نے فرمایا ہے کہ گواہ رکھ لو تو بہتر ہے کھلے عام تجارت کرو، سودے صاف ہوں ۔ اگر نہ تحریر کرسکو تو کوئی حرج نہیں ہے ۔ اور دوسرا ہے اُدھار جس میں گواہی اور

تحریر بھی ضروری ہے او اور تیسرا تجارت کا طریقہ ہے کہ اُدھار دیا اور رہن کردیا۔ اور چوتھا ہے کہ اعتماد پر اُدھار دینا۔ تو پہلی دو قسم کی جو تجارت تھی، اس کے احکامات تو ۲۸۲ آیت میں تفصیل سے بیان ہو چکے ہیں۔ اَب جو آخری دو قسمیں ہیں۔ مثلاً: رہن کے ساتھ اُدھار اور اعتماد کے ساتھ۔ اِن دو کے احکامات ۲۸۳ آیاتِ مبارکہ ہیں۔ تو اِس کا یہ تعلق ہے۔

اور جو دوسرا اس کا تعلق ہے کہ اُدھار اعتماد کی بھی قسمیں ہیں۔ تحریر اور گواہی جو ہے اگر نہ ہوسکے تو رہن کا حکم دیا گیا ہے۔ پچھلی آیت میں گواہی کا حکم ہے کہ جب کوئی گواہی کے لئے بلائے تو اِس میں پس و پیش نہ کرو۔ یہ ۲۸۲ آیت میں ہے، تو اللہ نے فرمایا کہ شہادت امانت ہے اور شہادت میں خیانت کرنا، چھپانا، اس کو کم و بیش کرنا یہ دل کا گناہ ہے۔ پچھلی آیت میں تجارت حجر کا ذکر ہے، اب بیرونی تجارت کا ذکر ہے۔ پہلے تو اپنے، جہاں آپ رہ رہے ہیں وہاں کی تجارت کی بات ہے، اَب آپ اپنی جگہ سے باہر چلے گئے ہیں، اُس کا ذکر ہورہا ہے۔ اگر آپ کہیں سفر پہ جارہے ہیں، سفر یہ نہیں ہے کہ یہاں سے

Marfat.com

تھوڑی دُور چلے گئے ۔ یہ سفر نہیں مانا جائے گا،سفر وہ ہے جس میں قصر نماز جائز ہو ، جو قصر نماز کی شرائط ہوتی ہیں ۔ سفر کا مطلب ہے ظاہر ہونا یا کُھلنا ۔ کیوں ؟ جب اپنی جگہ سے دوسری جگہ آپ جاتے ہیں تو وہاں کے حالات جو آپ کی نگاہوں سے آپ کے علم سے پوشیدہ ہوں ، وہ ظاہر ہوتے ہیں ۔ اور اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے،مسلمانوں کو کر : سیروفی الارض : دُنیا میں سفر کیا کرو ۔ رہیان ۔ رہن کی جمع ہے اور اُردو میں اس کا مطلب ہے مضبوطی ۔ رہن کیا کرتا ہے ، قرض کو مضبوط کر دیتا ہے ۔ قرض کی گرفت سے وہ آدمی پھر باہر نہیں جاسکتا ۔ لیکن کس طرح کا رہن کریں : فرھٰن مقبوضۃ : وہ رہن کریں جو قرضے میں ہو ۔ قرض خواہ کے قبضے میں ہو ۔ خالی کاغذی رہن نہ ہو۔

تو امن کیا ہے ؛ بے خوفی ، بھروسہ کرنا ، اعتماد ، تو اللہ نے یہ اجازت دے دی ہے کہ اعتماد کی صورت میں بغیر تحریر و گواہی بھی قرضہ بطور امانت کے دیا جاسکتا ہے۔ تو اللہ جب یہ فرماتا ہے : فلیود الذی : تم نے جو اعتبار کر کے ہمیں قرضہ دیا ، اس کو پورا کرو۔ اکتام شہادت کی چار قسمیں ہیں ۔ ایک یہ کہ گواہی نہ دینا بالکل ۔ دوسرا کیا ہے ، گواہی خلاف دینا ، جو اصل واقعہ ہے ، اس کے خلاف گواہی دینا۔

تیسرا یہ کہ: حق سے کم گواہی دینا (یعنی آدھا سچ اور آدھا جھوٹ)۔ اور چوتھا ہے جھوٹی گواہی دینا ،یعنی گواہی میں کسی بھی طرح کی تبدیلی کرے جس سے کہ قرض خواہ کے حقوق کی حق تلفی ہو، وہ : کتموا الشہادۃ : کے زُمرے میں آجائے گا۔ : اٰثم : معنی گنہ گار ، اس کا مطلب ہے کہ سارا وجود گناہ گار ہوگیا ہے۔

اس کی خلاصۂ تفسیر مختصر کیا ہوئی ؟ وہ یہ ہے کہ: اے اہلِ معاملہ اگر تم دونوں یا ایک سفر میں ہو جہاں کوئی شناسا نہ ہو ، اور قرض کی حاجت ہو جائے ، اور کاتب یا قلم۔ دوات ، کاغذ نہ ہو ۔ تو پھر کیسے لکھے گا ، مقروض کو چاہیئے کہ اپنی کوئی چیز گروی رکھ دے قرض خواہ یا پھر مقروض کو دیانت دار سمجھ کر بغیر تحریر اور شہادت کے قرض دے دے ۔ پھر اللہ کا حکم ہے کہ گواہی چھپانا دل کا گناہ ہے جو کبھی کبھی کفر ہوجاتا ہے ، اس لئے کہ دل کا ایک دوسرا گناہ کفر ہے ۔ اور اِسکی کیا شکل ہے ، گواہی کو چُھپانا ۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات کو کم کرکے پیش کرنا : یکتموا الشہادۃ : میں سے آجاتا ہے ۔ گواہی میں کمی بیشی کرنا اور یہ گواہی چھپانا اُن کی عظمت کی، اُن کی بزرگی کی، اُنکی بلندی کی ، یہ کفر کی حدود

سے جانتا ہے ۔ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات اور مناقب کو چھپانا اور کم کر کے بیان کرنا یہ دل کا گناہ ہے ۔ دل کا گناہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کفر کا گناہ ہے ۔ مقروض کو چاہیئے کہ قرض وقت پر واپس کر دے ، اگر کوئی امانت رکھے، تو امین صحیح طور پر امانت واپس کرے ۔ یہ اللہ کا حکم ہے ۔ گواہی بھی امانت ہے،اور یہ کہ صحیح طریقے سے گواہی کو ادا کرے ۔

اسی طرح سے حکومت بھی عوام کی امانت دار ہے ۔ عوام کے وسائل اس کے قبضے میں ہیں ۔ اور اس کے لئے وہ جواب دہ ہیں ۔ یہاں جو رہن کرنے کا عمل ہے ۔ اس میں اللہ نے بغیر تحریر و شہادت کے قرض دینا فرمایا ہے ۔ لیکن جو مفسرین کا متفقہ فیصلہ ہے،کہ رہن جو ہے وہ حضر میں بھی ہو سکتا ہے ۔ اور سفر میں بھی ہو سکتا ہے ۔ یعنی اس کی ممانعت نہیں ہے ۔ اور اس کی مثال وہ یہ دیتے ہیں کہ : جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ، تو آپ کی ذِرہ مبارک غلّے کے عوض رہنی تھی ،جس کو بعد میں حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے چھڑوایا ۔ تو اس آیت مبارکہ کے فائدے ، اصول ، اس سے بنتے ہیں ۔ پہلا اُصول یہ ہے کہ : شرط کی نفی حکم کی نفی نہیں ہے ۔ سفر میں شرط ہے کہ اگر

Marfat.com

کاتب نہ ہو تو رہن کرلو۔ لیکن سفر میں رہن کا حکم ہے مگر حضر میں بھی جائز ہے۔ جیسے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال دی۔

دوسرا اُصول یہ کہ گروی کے لئے کاتب اور شہادت ملنے کی شرط نہیں، ویسے یہ جائز ہے۔ اور رہن میں صرف اِسی صورت میں گروی نہیں رکھ سکتے جب کاتب ہو، جب نہ ہو تو وہ ضرور کرے۔ لیکن ویسے بھی رہن کرنا جائز ہے۔ تیسرا یہ کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: فرھٰن مقبوضۃ : اس سے ایک اُصول یہ بنا کہ رہن میں مرہوم چیزوں کی قرض خواہ کا قبضہ ضروری ہے۔ رہن کے لئے ترغیب، رہن اور شہادت سب مستحب ہیں نہ کہ واجب۔ اور پانچواں یہ ہے کہ حقوق چاہے شرعی ہوں چاہے اقتصادی ہوں اِن کا چھپانا دل کا گناہ ہے: ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ ط : تو حقوق کو نہیں چھپانا چاہیئے۔ یہ خیانت ہے، اور دل کا گناہ ہے۔ اور چاہے شرعی ہو، اور چاہے اقتصادی۔ شرعی یہ ہے کہ کسی لڑکی کی شادی کسی سے ہوئی ہو اور وہ شوہر عورت کی ذمّے داری سے بھاگ آیا بچے ہونے کے بعد، جس کو پتہ ہے وہ اس بات کو نہ چھُپائے اس کے گھر والے بھی ماں، باپ اور اعزاز کہ یہ اُس کی منکوحہ

Marfat.com

بیوی ہے یہ اس لئے کہ اس لڑکی کا یہ شرعی حق ہے کہ وہ شوہر اس کو تسلیم کرے ۔ تو چاہے وہ شرعی حقوق ہوں جیسے نکاح کے ذریعے سے حقوق ہوتے ہیں یا اِقتصادی حقوق ہیں، جیسے رہن ہے بیع ہے ۔ قرضہ ہے ۔ اِن سب کا چھپانا دل کا گناہ ہے ۔ شہادت کا چھپانا گناہِ کبیرہ ہے ، اس لئے کہ اسے اللہ نے دل کا گناہ کہا ہے ۔ ساتواں اصول یہ ہُوا کہ مال کو برباد کرنا حرام ہے ۔ اس لئے کہ یہاں مال کی بربادی حرام ہے اور یہ کہ کسی کا مال ضائع نہ ہو ۔ تو مال کی بربادی کی اور بھی شکلیں ہیں کہ مال کو آپ جُوئے میں، شراب وغیرہ میں استعمال کریں یہ سب حرام ہے ۔ آٹھواں یہ ہے کہ کیوں اللہ نے اتنا سخت حکم اِن معاملات میں نافذ فرمایا ہے، اس کی حکمت وہ خود بھی جانتا ہے ۔ یا اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں لیکن بظاہر اس لئے ہے کہ معاملات کے شرعی قیود اور قواعد جو ہیں یہ اتحاد بینُ المسلمین کے لئے ضروری ہیں ، مسلمانوں میں آپس میں لین دین اور معاملات کی وجہ سے جھگڑے نہ ہوں ۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ ایسی صورت نہ پیدا ہو ۔ گروی قرض پر رکھا جاسکتا ہے امانت پر نہیں ۔

اَب اِس آیت سے بہت سارے فقہ کے مسائل بھی

Marfat.com

ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم اور ھبہ میں ایجاب و قبول کے ساتھ تکمیل نہیں ہوتی بلکہ قبضے کے ساتھ ہوتی ہے : فرهٰن مقبوضة : صرف کہنا کہ میں نے فلاں زمین آپ کو رہن کردی، وہ کہیں ہاں میں نے قبول کرلی۔ بلکہ جب آپ کے قبضے میں پہنچ جائے تب رہن مکمل ہوتا ہے۔ ایک تو یہ مسئلہ ہے بیع میں اور رہن میں، ھبہ اور ایجاب وقبول کے ساتھ نہیں ہوتے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ صرف قیمت والی چیزیں۔ وہ چیزیں جن کی قیمت لگ سکتی ہے، صرف جو آپ کی ملکیت ہیں، صرف وہی چیزیں جو ہیں رہن رکھی جاسکتی ہیں۔ بیوی، بچے رہن رکھنا ناجائز ہے، جیسے کہ ہندو کیا کرتے تھے، جیسے کہ بیوی، بچوں کو ارجن نے رہن کردیا تھا، اور جوئے میں ہار گئے تھے۔ تو بیوی بچے آپکے ہیں۔ ان کو آپ نے قیمت سے نہیں خریدا۔ یہ اللہ کی دین ہے۔ اور اس کو آپ رہن نہیں کرسکتے، صرف وہ چیزیں جو قیمتاً خرید و فروخت کی جاسکتی ہیں صرف وہی چیزیں رہن کی جاسکتی ہیں۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو رہن کی چیز ہے وہ ایک انشورنس گارنٹی کے لئے ہوتی ہے وہ حقوق کے وجود کو یقینی بنانے کے لئے ہوتی ہے۔ لہذا جو چیز رہن رکھی گئی

Marfat.com

ہے، اُس سے قرض دار یا قرض خواہ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اور اس سے چونکہ وہ سودا حاصل نہیں کرسکتا لہٰذا ایک اور مسئلہ ہوا کہ مرہون شے کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ جو چیز میں نے کسی کے نام گروی رکھ دی، تو وہ چونکہ میرے قبضے میں نہیں ہے، میں اِس سے استفادہ نہیں کرسکتا اس لئے اس پہ زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اسی طرح یہ اِن کی ملکیت نہیں ہے یہ اس سے استفادہ نہیں کرسکتے صرف بطور گارنٹی کے، ضمانت کے رکھی ہے اس لئے ان پہ بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔ لیکن جو اصلی مالک ہے وہ قرض ادا کردے گا اور اس کی چیز واپس اس کے قبضے میں پہنچ جائے گی، تو پھر جتنی زکوٰۃ واجب ہے یہ ادا کرے گا۔ یہ مسئلہ بہت سننے کا ہے کہ مرہون شے کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، چھڑانے کے بعد گزشتہ سالوں کی ادائیگی پھر فرض ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بعض چیزوں کی قیمتیں ایسی ہوسکتی ہیں کہ اس کے رہن سے، اس کی قیمت قرضے سے زیادہ ہے، تو وہ قرضے کی حد تک تو رہن سمجھی جائے گی، اور قرضے سے زیادہ وہ امانت ہوگی۔ مقروض کی امانت اُسے لوٹانی ہوگی۔ اگر میں نے سو (۱۰۰) روپے قرض لیا ہے، اور

Marfat.com

۱۵۰ روپے کی جائیداد رہن کر دی ہے، تو اس جائیداد میں سے ۱۰۰ روپے رہن تصوّر ہوگا قانون میں۔ اور ۵۰ روپے امانت تصوّر کی جائے گی۔ اس کے برعکس اگر ۱۰۰ روپے قرضے کے عیوض ۷۵ روپے کی چیز رہن کی ہے تو ۷۵ روپے قرض کے ہوں گے، اور ۲۵ روپے امانت کے طور بعد میں ادا کئے جا سکتے ہیں۔ دینا دونوں پر لازم ہے۔

لیکن اس کی یہ شرعی حیثیت ہے، اور قانون بھی۔ تو مرہون چیز قدرے رہن ہے اور زائد امانت۔ اور اگر یہ ضائع ہو جائے جو زائد ہے، تو واجب الادا قرض ہے۔ اگر کوئی مرہون چیز ہے، اپنے گھوڑے آپ کو رہن کر دیئے ہیں تو گھوڑے پر جو اخراجات خرچ ہوں گے وہ میرا اضافی قرض سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ میری چیزوں کی دیکھ بھال کر رہا ہے تاکہ میری مرہون چیز واپس مل جائے۔ اور خراب نہ ہو۔ اور اس کے برعکس اگر میں نے گائے رہن رکھ دی ہے تو وہ اس کا دودھ بیچے گا یا اس کے بچّے یا اس کے بچے کو بیچ کر اس سے جو آمدنی ہوگی اس سے اپنا خرچ نکال کر گائے کی دیکھ بھال اور چارے پر خرچ کرے گا، وہ مقروض کی طرف سے ادائیگی سمجھی جائے گی۔

۱۷۳۱۸۲

Marfat.com

کیسے اچھے اچھے اُصول اللہ نے بنائے ۔ مرہون شئے پر قرض خواہ کے اضافی خرچ تصوّر ہوں گے ۔ اور مرہون کی آمدنی بھی اصل کے ساتھ گروی تصوّر ہوگی ۔ گروی کھیت کی آمدنی کھا لینا حرام ہے ۔ اِس لئے اس میں پہلے طے کرلینا چاہیئے ، یہ جیسے ہندو کیا کرتے تھے کہ کھیت گروی کرلیا اس کی فصلیں خود ہی کھا رہے ہیں، یہ اسلام میں جائز نہیں ہے ۔

ملکیت کے چار طریقے ہیں ۔ ایک تو بیع ہے ، ایک ہبہ ہے ، ایک کرایہ ہے ، اور ایک ہے مال کے بدلے مال ۔ تو مال کے بدلے مال کرنا بیع ہے ۔ اور مال کے بدلے نفع جو ہے وہ کرایہ ہے ، مثلاً : میرا مال جو ہے ، مَیں آپ کو دے دوں تو آپ اس کے بدلے مجھے نفع دیں گے ۔ اور بلا معاوضہ کے اگر کوئی نفع ہمیں دینگے، تو وہ رعایت ہے وہ میرا حق نہیں ہے ، وہ ہبہ ہے ، جو منتقل کیا گیا ہے ۔

تو ہبہ کی تین (۳) صورتیں ہیں : ایک صدقہ ، ایک نذر ، اور ایک ہدیہ ۔ صدقہ جو ہے ، وہ جو اللہ کی راہ میں دیا جائے اور نذر وہ ہے جو والدین یا اُستاد کو دیا جائے یا

Marfat.com

مُرشد کو دیا جائے ۔ وہ بھی اُستاد میں شامل ہوجاتا ہے ۔
اور ہدیہ جو ہے وہ جو آپس کے تعلقات کی دُرستگی اور بہتری کے لئے ایک دوسرے کو دیتے ہیں ۔تو اس میں صدقہ اور نذر جو ہے ،وہ واپس نہیں ہوسکتی ۔شرعی طور پر ہدیہ جو ہے، وہ واپس کیا جاسکتا ہے ،آپ کو تحفہ دیا وہ واپس لیا جاسکتا ہے ۔صدقہ صرف رضائے الٰہی کے لئے ہے اور نذر والدین یا اُستاد کی خدمت ہے ۔لیکن ہدیہ جو ہے وہ تعلقات کی بہتری کے لئے ہے ۔ بعض صورتوں میں ہدیہ کی واپسی بھی منع ہے مسجد میں آپ نے دے دیا ۔امانت ضائع ہونے پر امین پر تاوان نہیں ۔کسی وجہ سے ضائع ہوگئی ۔لیکن اگر عمداً اس کو ضائع کرے ،مثلاً : غصّے میں آکر آپ کے گھوڑے کو مار ڈالا ۔ تو پھر وہ تاوان دے گا۔ اگر خود بخود کوئی بیماری آگئی ،اُس سے سب جانور مرگئے ، اس کے بھی مَرگئے ، آپ کا بھی مرگیا تو اِس پر بھی تاوان نہیں ہے۔

اگر کوئی چیز ہِبہ کی گئی ، جیسے کہ : کوئی رقم اور اس کو مخصوص کردیا جائے کہ آپ فلاں چیز پہ خرچ کریں ، تو پھر آپ پہ لازم ہے کہ وہ پوری رقم اسی چیز پہ خرچ کریں ۔ اگر کسی اور چیز پہ خرچ کرنا ہو تو پہلے اس شخص کی اجازت

لیں ۔ اور امین ہونا بہت بڑی سعادت ہے ، اس لئے کہ یہ سنت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے : لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین ٥ محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین ٥ : تو یہ اُس ذاتِ پاک کی صفت ہے جس کو اللہ نے خود سَنَد دی ہے کہ میرا محبوب صادق الوعد الامین ہے ۔ اور یہ امین ہونا وراثتِ نبیٔ کریم ہے ۔ اَمین ہونا اس کی حیثیت ایسے ہی ہے ، جیسے اولیاء اللہ کی، جس طرح اولیاء اللہ اپنے قلبی فیوض و برکات سے اپنے باطنی علم میں، کشف میں اور اپنے حقیقت کی شناسائی میں اور معرفت کے عالم میں انبیاء کے وارث ہیں ۔ اِسی طرح سے امین جو ہے ، وہ سرکارِ دوعالم ؐ کی وراثت لے کر چلتا ہے ۔ اس کی ایک صوفیانہ تفسیر ہے یہ آیت ماشاء اللہ ایسی ہے کہ اس پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے ۔

ہماری زندگی ، ہمارا قلب ، ہماری رُوح ؛ اللہ کی امانت ہے ۔ کہ دنیا میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں ، دِیندار ہوتے ہیں ۔ ایک واصلین ہوتے ہیں ، ایک سائلین ہوتے ہیں ۔ واصلین یہ کہ وہ لفظی ترجمے کو جانتے ہیں ۔ رہن کر دو تو قبضے میں دے دو ۔ یہ تو ہوگئے واصلین ۔ ان کی رسائی کی حدِ

Marfat.com

جسم ہے ۔ ایک ہے سائلین جو سفر کرتے ہیں کہ کسی کے ہاں ٹھہرتے نہیں ہیں ۔ اس جُملے پہ نہیں ٹھہرے اس سے آگے اس کی حقیقت کی طرف ، معنی کی طرف چلتے ہیں ۔ وہ تو واصلین ہیں، ان کا حال اس چوزے کی طرح ہے ، جو انڈے کے خول میں مقیّد ہے ۔ اِس کا علم جو ہے، صرف اس خول کے اندر تک کا ہے ۔ اور جو سائلین ہے وہ نِکلا تو بدن میں سے ہے ، باغ میں بھی جا رہا ہے اور سارا عالم دیکھ رہا ہے ، تو واصلین وہ ہے جو صُورت پہ ٹھہر جائے قلب کی طرف نہ جا سکے ۔ ان کا رزق جو ہے عالمِ اجسام سے ہی ہے ۔ یہ صرف ظاہری اعمال کرتے ہیں اور کراماً کاتبین اسکو لکھ لیتے ہیں ۔ اس لئے کہ کراماً کاتبین کے بس میں نہیں ہے کہ ولی کے دل پر جو بھی گزرتا ہے اس کو بھی لکھ لے ۔ بہت سے کراماً کاتبین جو ولی سے سارا سال کہتے رہے کہ حضور ! آپ اپنے دل کی بات باہر تو لائیں تاکہ میں لکھ سکوں کہ آپ کیا نیکیاں کر رہے ہیں ؟ یہ میرا اور میرے رب کا معاملہ ہے اس میں تمہاری دخل اندازی نہیں ہے ۔ تمہاری جو ڈیوٹی ہے وہ کرو ، میرا ہاتھ جو کرتا ہے ، میرا کان جو کرتا ہے میری آنکھ جو کرتی ہے ، میرا جسم کا ہر حصّہ جو کچھ کرتا ہے ۔

اس کو لکھو۔ اس جسم کے آگے تمہارا علم نہیں ہے۔ تو یہ واصلین جو ہیں کراماً کاتبین سے ہیں۔ ان کا علم جسم تک محدود ہے۔ یہ لوگ جسم سے رُوح تک راہ نہ پا سکے۔

سائلین وہ ہیں جو صورت سے آگے بڑھ کر یعنی قلب تک پہنچتے ہیں۔ اور اِن کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک سیّار، ایک طیّار۔ سیّار وہ ہیں جو شریعت اور عقل کے قدم سے طریقت کی رَاہ طے کر رہے ہیں۔ اور طیّار کون ہیں؟، وہ مَست اَلَسَت ہیں، پَیروں میں غلامی کے گُھنگرو بندھے ہُوئے ہیں اور پھر عشق اور محبّت کے پروں سے وہ فضائے حقیقت میں اُڑ رہے ہیں۔ اُنکے باطنی اعمال کی خبر کراماً کاتبین کو بھی نہیں ہے اور وہ اِن کی دسترس سے باہر ہیں۔ اُن کی رسائی سے باہر ہیں ان کی تحریر سے باہر ہیں۔ یہ سما، تحریر شہادت گواہی یہ کس کے لئے ہے؟ یہ ان کے لئے ہے، جن پہ شبہ ہو کہ یہ حق ادا نہ کریں گے۔ سچے نہیں ہیں، جو دل کے سچے ہیں اور جنہوں نے سب کچھ اپنا اللہ کے حوالے کردیا ہے۔ کچھ اپنے پاس باقی نہ رہے کہ ادا نہ کرنے کی بات آگے بڑھے۔ ایسے لوگوں کے لئے تو سمن کی ضرورت ہی نہیں ہے، نہ تحریر کی نہ شہادت کی وہ تو ہیں ہی اُن کے۔ اُنکو پکڑ کے

Marfat.com

لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو پہلے ہی رب کے در پہ بیٹھے ہوئے ہیں، جیسے شاہِ شاہاں شاہ افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ۔ تو سمن، وارنٹ، قید و بند اور گواہی کے لئے وکیل کو رکھتا اس کے لئے جو صاحبِ حق کا حق ادا نہ کرے۔ مگر جو ہر وقت درِ حق پہ رہو، وہ اِن سب چیزوں سے بے نیاز ہے۔ وہ گرفت و شہادت سے باہر ہے۔

اِس آیت میں: فرھٰن مقبوضۃ: جو ہے وہ سائلین سے خطاب ہے اللہ کا کہ: میرے اور تمہارے درمیان میں تو کوئی گواہ ہے ہی نہیں۔ یہ کوتاہ بین ہے جو تمہارے جسم سے آگے دیکھ ہی نہیں سکتا۔ جو واقعات ہو رہے ہیں۔ جو کچھ تمہارے دل پہ گزر رہی ہے۔ جو کچھ میرے اور تمہارے اور رُوح کے درمیان ہو رہا ہے، اس کی شہادت تو یہ دے نہیں سکتے۔ تو اَب تمہارے پاس کیا صورت ہو سکتی ہے۔ تم ہو تو میرے قریب نا۔ تو تم اپنے دِل اور رُوح کو میرے پاس گروی رکھ دو۔ اپنی رُوح کو میرے ہاتھ اے سائلین۔ تم جو ہماری مُلک میں آ رہے ہو، ہماری بادشاہت میں آ رہے ہو، ہماری چیزوں سے فیضیاب ہو رہے ہو۔ تو اس کے لئے تو تمہیں اپنے قلب و رُوح کو میرے پاس

Marfat.com

گروی رکھنا پڑے گا۔ تم اس سے استفادہ نہیں کرسکتے۔
وہ صرف میرے لئے ہے۔ میرے قبضے میں رہے گا۔ وہ
سب رب کے حوالے کرچکے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں تو عقل
سے، وہ دیکھتے ہیں تو رب کی آنکھ سے۔ وہ کسی چیز کو چھوتے
ہیں تو رب کے ہاتھ سے۔ تو ان کے قلب کا امین تو خود رب
ہے۔ اور اسی لئے اہل حق فرماتے ہیں کہ: ہمارے جان و
مال، اولاد وغیرہ سب رب کی امانت ہیں اور اس میں خیانت
بہت بڑا جُرم ہے۔ اور کیا ان کا مال و آل اولاد کی خیانت
کیا ہے؟ کہ: ان سے بُرا کام لینا۔ اللہ کے احکام کے
خلاف کام لینا۔ لہٰذا اگر ہمارے سارے اَجسام جو ہیں،
ہماری آنکھ، ہماری زبان، ہمارے کان، ہمارا دل، ہمارے
ہاتھ، ہمارے پیر، ہماری رُوح، یہ اگر اللہ کی اطاعت کی
حالت میں نہیں ہیں۔ تو یہ خیانت ہے، اور اِس میں ہمارے
قلب کا گُناہ ہے۔ اور ہم گواہی کو چُھپا نہیں سکتے۔ اِس
لئے کہ ساری مخلوق جو ہے، جنہیں اللہ نے پیدا کیا ہے
وہ اس کی ذات، اس کی شفاعت، اس کے رسُولوں، اور
اس کی کتابوں کی گواہ ہے: 'امنت باللہ وملائکتہ......
بعد الموت ○: تو اس کی گواہی دینا پڑے گی۔ ہم یہ وہ

Marfat.com

گواہی لازم ہے : اشھد ان لا الہ الا ...... ورسولہ : تو اس میں کوتاہی جو ہے وہ گناہ ہے ۔ اب یہاں تک تو تمام احکام آگئے ہیں ، اب اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفات وذات کا ذکر ہے کہ کس طرح سے ہمارے اعمال کی ضیافت ہوتی ہے ۔

تو اللہ فرماتا ہے : للہ ما فی السموٰت وما فی الارض : جو کچھ بھی زمین و آسمان میں ہے ، سب اللہ کا ہے ۔ اور زمین آسمان میں آپ بھی ہیں، تو آپ کی جان ، آپ کا جسم، آپ کا بدن، آپ کا مال یہ سب کچھ اللہ کا ہے ۔ اور اللہ کی طرف سے آپ کو عطا کیا گیا ہے ۔ تاکہ اس سے آپ مستفید ہوجائیں، تو انسان اللہ کی نعمتوں کا مالک نہیں ہے ۔ اِس کا فائدہ حاصل کرنے والا ہے ۔ اسکے پاس حقِ ملکیت نہیں ہے ، بلکہ حقِ استفادہ ہے ۔ حق استفادہ اگر ہے تو ، جو مالک ہے ، اس کی مرضی کے مطابق اگر نیازی صاحب کا باغ ہے ، تو انہوں نے کسی کو گزارے کے لئے دے دیا ہے ، تو وہ اِس باغ سے یہ نہیں کرے گا کہ اُس باغ کی لکڑیاں کاٹ کاٹ کر بیچ ڈالے ۔ ان کی ہدایت کے مطابق ان سے پھل چُن کر وہ بیچ سکتا ہے ۔ اِسی طرح سے اللہ تعالیٰ جو ہے وہ آسمان

Marfat.com

و زمین میں جو کچھ ہے، اس کا مالک ہے۔ ہمیں اِس نے
ہمارے رزق کے ذریعے سے' اپنی کریمی سے، اپنی رُبوبیت
سے' حقِ استفادہ عطا فرمایا ہے۔ اور وہ حقِ استفادہ جو
ہے اس کا استعمال اس کے بتائے ہوئے طریقوں سے
کرنا ہوگا۔ پھر: وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ
اللہ: کا مطلب ہے کھولنا، ظاہر کرنا۔ جو کچھ تمہارے جی میں
ہے، جو کچھ تمہارے دل میں ہے' چاہے اس کو چھپاؤ یا ظاہر
کرو، تم کو اللہ کے ساتھ اس کی جواب دہی دینی پڑے گی۔
اللہ نے پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ: "تم جو کچھ کرتے ہو اس
کا علم اللہ کو ہے۔ تمہارے دلوں میں بھی جو کچھ بات ہے،
چاہے تم ظاہر کرو یا نہ کرو وہ اللہ کے علم میں ہے، اور
آپ کو اللہ کے سامنے جواب دِہی کرنا پڑے گی۔ اَب جو
نیکی ہے اس کا حساب کرکے اس کا اِنعام اور کرم ہوگا، اور
اس سے کئی گُنا زیادہ ثواب ہوگا۔ اور جو بُرے کام ہیں، یا
خلاف ورزی ہے اس کے احکام کی، اُس خطا کی حد تک،
اس کی سزا دے گا۔ اور اس کے بعد حساب تو ضرور ہوگا۔
نیکی کا بھی، بدی کا بھی، لیکن وہ غفور الرحیم ہے۔
فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاءط: حساب کرنے کے

بعد، جواب دہی کے بعد، آپ کے رویئے کو دیکھنے کے بعد، کہ آیا آپ اِس گناہ پر ہٹ دھرمی کر رہے ہیں یا شرمندہ ہیں، اور تائب ہیں، تو وہ اس کا مالک ہے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے، اس کا بھی مالک ہے، اور آپ کے اعمال و افکار کا بھی مالک ہے، تو جس کو چاہے معاف کر دے، اور جس کو چاہے عذاب دے دے۔ تو معافی اور سزا گناہ کی حالت میں، نیکی کی حالت میں، تو جزا ہی جزا ہے۔ لیکن برائی کے معاملے میں اس کی مرضی ہے، جس کو چاہے وہ معاف کر دے، اور جس کو چاہے عذاب دے دے۔

واللہ علی کل شی قدیر ؐ : بے شک اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے۔ جو کچھ آسماں زمین میں ہے۔ اس کو پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اس کو کسی کے حوالے کرنے پر قادر ہے، اس کو کسی سے چھیننے پر قادر ہے۔ دولت آتی بھی ہے، چلی بھی جاتی ہے، اور وہ آپ کے اعمال کی نگہداشت کرنے پر دیکھنے پر بھی قادر ہے اور مالک یوم الدین کا حساب کرنے والا بھی ہے اس کی اِحتساب کی بھی صلاحیت اُس میں ہے، اور پھر وہ اپنی مرضی کا مالک ہے جس کو چاہے گا، اس کو معاف کر دے گا۔ اور جس کو چاہے گا اس کو عذاب دے گا۔ تو

Marfat.com

گنہگاروں کے لئے بھی اللہ نے گنجائش رکھی ہے کہ اگر وہ اپنے گناہوں سے تائب ہو گئے، اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمندگی اور عاجزی کا اظہار کیا تو وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

تمام مسائل بتانے کے بعد اب اس کا تتمّہ یہ کہ اللہ نے اپنی شان میں تین (۳) آیات بیان کی ہیں۔ ۲۸۴، سے ۲۸۶، آیت تک۔ تو پہلے تمام مسائل بیان کئے گئے اور اب آخری سورت میں رب کا کمال، قدرت اور علم کا ذکر ہے۔ تاکہ انسان اپنے اوپر خشیتِ الٰہی طاری کرلے۔ مومنین خوفِ الٰہی کے ساتھ ان سب پر عمل کریں کہ: اگر ہم نے ان ہدایات پر ان قوانین پر، ان احکام پر عمل نہیں کیا، تو میں نے کوئی شہادت چھپادی، میں نے کوئی امانت واپس نہ کی، میں نے کوئی معاملات میں غلط بیانی کی یا کسی کی حق تلفی کی، یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوگا۔ اس کا حساب کتاب ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد اللہ کی قدرت میں ہے کہ چاہے، وہ معاف کرے اور چاہے وہ سزا دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سے پچھلی آیت میں: واللہ بما تعملون علیمٌ : میں اللہ نے فرمایا تھا کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کا علم اللہ رکھتا ہے، اب اس کی اگلی آیت میں اس کی تفسیر ہے کہ:

Marfat.com

ذرہ برابر بھی کوئی چیز ہے جو آسمان و زمین میں ہے، وہ اللہ کی ملکیت ہے، اس کے علم میں ہے۔

پچھلی آیتوں میں قرض کی ادائیگی کا ذکر تھا کہ: کیا کیا آپ کے فرائض ہیں اس کو کس طرح ادا کرنا ہے؛ اب یہ ہے کہ ان احکام کا نفع تمہارے لئے ہے اس لئے کہ تم اِس پر عمل کروگے۔ تو اللہ سے اس کی جزا ملے گی، اور اگر نہیں کروگے تو اس کا حساب ہوگا۔ پھر اس کی مرضی ہے کہ معاف کرے یا نہ کرے۔ اور پہلے یہ کہ گواہی کو چھپانا گناہ ہے۔ یہ کہ دل کے لئے گناہ ہے۔ اور پچھلی آیت میں تھا کہ گواہی چھپانا گناہ ہے، اَب یہ کہ کون سے اعمال کے گناہ ہیں اور کون سے نہیں۔ اللہ نے یہاں پہ زمین اور آسمان کا ذکر کیا ہے۔ اس کا علم تو لامکاں تک ہے۔ ایک بات اور آپ نے دیکھی ہوگی کہ؛ اللہ نے فرمایا: مافی السمٰوت ومافی الارض دنیا بھی بہت ہے، ارض بھی بہت ہے لیکن سات تہیں زمین کی، سات آسمان ہیں۔ لیکن سات آسمان الگ الگ ہیں، ہر ایک پہ الگ الگ انبیاء ہیں، اور زمین کے سات (۷) طبق ہیں۔ جس طرح پیاز، ایک دوسرے پہ چھلکوں کی تہہ ہوتی ہے، اس طریقے سے زمین ہے۔ زمین کے ساتوں طبق ایک

دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ پیاز کے چھلکوں کی طرح سے
اور آسمان الگ الگ ہیں۔ تو اسی طرح انسان کی دسترس زمین
تک محدود نہیں اب وہ فضاء میں بھی جاتا ہے، ایک سیارے
سے دوسرے سیارے میں بھی جاتا ہے، لیکن اللہ کا علم اس
سے کہیں پرے ہے۔ اور کہیں زیادہ وسیع ہے۔ تو عالم
ناسُوت، عالم جبروت، اور عالم ملکوت، اور عالم لاہُوت ہر
عالم میں ہے۔ لیکن انسان تو صرف زمین و آسمان کی حدود میں
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: جہاں جہاں تمہارا عمل دخل ہے۔
وہ سارا عمل دخل میری ملکیت کے اندر ہے اور میرے علم
کے اندر ہے، تو: وان تبدوا ما فی انفسکم: تُبدو کس سے
ہے، ابدان سے ہے، مطلب ظہور میں لانا یا شروع کرنا۔ اور
مَا فی انفسکم: جو کچھ دل میں ہے، بُری باتیں اور نفس سے
مطلب سانس بھی ہے، ذات بھی ہے، دل بھی ہے
اور نفسِ امّارہ بھی ہے۔ تمہارا نفسِ امّارہ جو کچھ تمہیں بہکاتا
رہتا ہے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ آسمان و
زمین میں سب کچھ ربّ کا ہے۔ چاہے انسان ظاہر کرے یا چُھپائے،
گناہ چاہے اعلانیہ کرے یا خفیہ، اور دل کے خطرات چاہے
خفیہ ہوں یا ظاہر، وہ سب اس کے علم میں ہیں، اور وہ ان

Marfat.com

سب کا حساب لے گا۔ اور بعد حساب یا کرم سے بخشش فرمائے گا یا عدل سے عذاب۔ اس لئے کہ مرضی اسی کی چلتی ہے۔ حکم اُسی کا چلتا ہے۔ اور وہ مغفرت اور رحم دونوں پر قادر ہے: واللہ علی کل شیءٍ قدیر ۝

ربّ جو ہے وہ زوجیت اور ولدیت سے پاک ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا، خدانخواستہ نعوذ باللہ من ذالک اگر ربّ کی صفات میں زوجیت ہوتی اور ولدیت ہوتی، اولاد کا ہونا ہوتا، تو مالکِ کل نہیں ہوسکتا تھا۔ پھر اِس کے تصرفات ہیں، اس کے ملک ہیں، جو چیز ہوتی اس کی وراثت اور اس کی شرکت جو ہے، اس کے بیوی، بچّوں کی ہوتی۔ تو اللہ نے اپنی ذات کو ہر قسم کی شرکت سے پاک رکھا ہے۔ اور یہی اس کا فلسفہ ہے کہ: ربّ جو ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نہ زوجیت کے ساتھ، نہ ولدیت کے ساتھ۔ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ اور اس لئے کہ وہ مختارِ کل ہے۔ نبی بھی اِس کی مخلوق اور اس کے عبد ہیں۔ حساب اور حشر حق ہے: وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ: اس کی کوئی استثنیٰ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کی شان ہے: فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء ط: گناہ پر جس کو چاہے

Marfat.com

معاف کردے، اور اگر اس کی مرضی ہو تو گناہِ کبیرہ بھی معاف کردے اس کے کسی عمل میں کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صلاحیتوں اور قدرتوں پہ کوئی حد بندی نہیں ہے۔وہ چاہے تو گناہِ کبیرہ کرنے والے کو معاف کردے اور نہ چاہے تو کسی گناہِ صغیرہ پہ بھی پکڑ کرلے۔ اور اس کو سزا دے دے۔ اور اس کو چاہے تو معافی دے دے، یہ رب کی مرضی ہے۔

پانچواں یہ کہ ہمارے حساب وکتاب، وہ ہمارے اظہار پر موقوف نہیں ہے۔ ہم اپنے سوچ و فکر کو ارادوں کو ظاہر کریں پھر بھی اللہ کو پتہ ہوگا۔ کیوں؟ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ اور ہمارے افعال جو ہیں، وہ ربّ کی مخلوق ہیں اور بندہ جو ہے وہ خالقِ اعمال نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے تو پہلے ہی یہ فرمادیا ہے کہ: للّٰہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ط : تو اعمال جو ہمارے ہیں وہ ارض وسما کے درمیان کی چیز ہے۔ تو وہ بھی اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے۔ ہم نہیں ہیں۔ اس سے کچھ مسائل فقہ کے اس آیت سے حل ہوتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جو حساب کتاب ہوگا۔ وہ اختیاری عمل اور فکر کا ہوگا۔ غیر اختیاری عمل اور فکر کا نہیں ہوگا۔ آپ راستے پر چل رہے ہوں، تو نامحرم عورت گزر رہی ہے اور آپ کی آنکھ نے دیکھ

Marfat.com

لیا، اس کا حساب نہیں ہوگا۔ لیکن آپ جان بوجھ کے عمداً کسی نامحرم عورت کو دیکھیں تو پھر اس کا حساب کتاب ہوگا۔ اور آگے کی ایک آیت ہے جس میں اللہ فرماتا ہے: لا یکلف اللہ.... وسعھا: اس سے احتساب میں کچھ رعایتیں دی گئی ہیں۔ رب انہی باتوں پر پوچھ گچھ کریگا جو تمہارے اختیار میں تھیں۔ اس لئے کہ اللہ اتنا ہی تم پر بوجھ ڈالنا چاہتا ہے جتنا کہ تم سہہ سکتے ہو، تو: لا یکلف اللہ..... وسعھا: اِس سے غیر اختیاری عمل و فکر کی گرفت منسوخ ہوگئی ہے۔ پھر تیسرا مسئلہ یہ کہ جن خبروں سے حکم یا ممانعت سمجھی جاتی ہے وہ منسوخ ہوسکتی ہے۔

چوتھا اُصول جو ہے کہ گناہ کا ارادہ کرے۔ تو اس گناہ کا احتساب نہیں ہوگا، بلکہ اس ارادے کا ہوگا۔ مثلاً: آپ نے ارادہ کیا فلاں کو قتل کردیں گے، لیکن قتل نہیں کیا، تو آپ کو اس بُرے اِرادے کا احتساب دینا ہوگا کہ تم نے ایسا کیوں سوچا۔ لیکن قتل کے مقدمہ کا مقدمہ نہیں چلے گا۔ اور چوری کے ارادے کا حساب ہوگا۔ اس کی ایک تفسیر صوفیانہ ہے، انسان رُوح اور جسم کا مجموعہ ہے۔ جسم جو ہے وہ عالمِ خالق کا ہے۔ اور جسم جو ہے ملک میں سے ہے۔ اور

Marfat.com

اللہ اس کا مالک ہے اور جسم جو ہے وہ ظلماتی ہوسکتا ہے، جسم سفلی ہوسکتا ہے اور یہ جسم جو ہے، یہ عالمِ خلق میں.جانا چاہتا ہے۔ لیکن رُوح جو ہے عالمِ ملکُوت میں سے ہے۔ تو جسم جو ہے عالمِ خلق میں، تو وہ عالمِ ظلمانی اور سفلی دنیا میں جانا چاہتا ہے۔ اسی طریقے سے برتنا چاہتا ہے، لیکن رُوح کیا ہے؟ عالمِ ملکُوت میں سے ہے۔ اور رُوح کی صفت کیا ہے، رُوح، نورانی ہے، جسم ظلمانی ہے۔ اور نُور نورانی ہے، اور رُوح علوی ہے۔ جسم سفلی ہے، یہ نیچے جاتا ہے، رُوح اوپر جاتی ہے۔ چنانچہ رُوح کا قصد کیا ہے۔ قربِ ربّ العالمین۔ روح کی فطرت کیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف جائے۔ اور نفس اور جسم کا میلان جو ہے وہ حد سے دُوری ہے۔

رُوح جو ہے احسنِ تقویم کی پابند ہے اور جسم جو ہے وہ اسفلَ سافلین کا شاگرد ہے۔ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے مبعوث فرمایا، کہ: وہ جسم اور رُوح دونوں کا تزکیہ فرمائیں۔ دونوں کی ایک دوسرے سے ہم آہنگی پیدا فرمائیں تو آپ اِس لئے تشریف لائے کہ تزکیۂ نفس و رُوح فرمائیں، اور قربِ الٰہی کا مستحق بنائیں۔ اور ظلمتِ نفس کو ہٹا کر رُوح کے انوارِ ظاہر فرمائیں۔ یہ کہتے ہیں نا،فلاں کے چہرے پہ نُور ہے۔ رُوح کے

Marfat.com

انوار ہیں، جو چہرے پر آجاتے ہیں۔ جب جسم سے، نفس سے، اس کے ظلمات مٹ جاتے ہیں۔ تو اللہ نے فرمایا: اے انسانو! خواہ تم ظلماتِ نفس میں ہو یعنی تم شریعت کی مخالفت کرو، اور طبیعت کی موافقت کرو۔ چاہے تم ظلماتِ نفس ظاہر کرو، ظلماتِ نفس کیا ہے؟ شریعت کی مخالفت' اور طبیعت کی موافقت یا چھپاؤ یا دَبا دو۔ ظلماتِ نفس کو دبانا کیا ہے؟ طبیعت کی موافقت اور شریعت کی مخالفت۔ جو جی چاہ رہا ہے وہ اللہ کے حکم کے خلاف ہے، تو نہ کریں، جو اللہ نے کہا ہے وہ کریں۔ وہ کیا ہے؟ وہ ظلماتِ نفس کو دبانا ہے تو چاہے تم ظلماتِ نفس کو اُبھرنے دو اور شریعت کی مخالفت اور طبیعت کی موافقت کرو یا تم ظلماتِ نفس کو دبا دو۔

ان سے دونوں اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ ان دونوں کا جواب اللہ کو دینا ہوگا۔ اور اللہ کیا کرے گا۔ جو قابلِ انوار نفوس ہیں ان کو اللہ اپنی مغفرت سے منوّر فرما دے گا۔ ان کو پاک کر دے گا۔ مغفرت کیا ہے؟ کہ نفوس کو پاک کر دینا۔ جو ظلماتِ نفس ہیں ان کو دُور کر دینا۔ اگر انہوں نے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھا تو ان کی ظلمت دُور کر کے' ان کو پاک کر کے' پھر نوازے گا، ان کو اپنی

Marfat.com

قربت سے۔ اور جو اس کے منکر ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ اس آگ میں جلتے رہیں گے، اس لئے کہ یہ ایک ایسی ظلمت ہے جو کبھی مِٹ نہیں سکتی، دُھل نہیں سکتی۔ دنیا میں دُھل سکتی ہے، ایمان لانے پہ۔ تو اللہ اور عالمِ اَمر، اور عالمِ خلق، ہر چیز پہ قادر ہے۔ اور اللہ عالمِ اَمر پہ لطف فرماتا ہے اور عالمِ جسم اور تاریک پہ قہر فرماتا ہے، کامیاب کون شخص ہے، جس کی رُوح اس کے نفس پہ غالب ہو۔ کامیاب وہ ہے، جس کی رُوح نفس پہ غالب ہو، اور ناکام وہ ہے جس کا نفس رُوح پہ غالب ہو۔

انبیاء سماوات اور فیض یاب اولیاء ارض ہیں۔ کیوں کہ آسمان دینے والا ہے اور زمین لینے والی ہے، روشنی بھی آسمان سے آتی ہے، زمین پہ بارش بھی آسمان سے آتی ہے تو وہ باطنی بارش جو ہے رحمت کا چھینٹا۔ رحمت کی روشنی، انوار جو ہیں وہ آسمان سے زمین پر آتے ہیں۔ انبیاء آسمان ہیں اور اولیاء اللہ زمین ہیں۔ انبیاء علیہم السّلام فیض رساں ہیں، اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فیض یاب ہیں۔ اور پھر اپنا فیض اپنے عالمِ اجسام تقسیم فرماتے ہیں دنیا میں۔

پھر ایک دُعا سکھائی گئی ہے۔ کہ جو ہم سے غلطیاں ہوئی

Marfat.com

ہیں۔ اسے رب تو معاف فرما دے۔ اور ہمارے دشمنوں سے ہمیں محفوظ فرما۔ ہمارے دشمن کون ہیں؟ نفس اور شیطان۔

اللہ ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ نے ہمیں جو ایمان کی امانت عطا فرمائی ہے جو قلب و روح ہمیں عطا فرمایا ہے، اس کی پاس داری کا سلیقہ عطا فرمائے۔ اور ہمیشہ ہمیں اور ہمارے قلب کو ہمارے جسم کو ہماری روح کو اطاعت کی حالت میں رکھے۔ اور اس خیانتِ عظیم سے ہمیں محفوظ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے نفس کو اپنے قلب اور روح کے تابع کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فسق و فجور سے محفوظ فرمائے۔ اور ہمارے ساتھ مغفرت اور رحمت کا معاملہ فرمائے۔

آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ○

Marfat.com

پَارَۃ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ

اٰیت نمبر : ۲۸۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ
وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ
مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۚ
غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

رسول ایمان لایا اس پر جو اُس کے رب کے
پاس سے اس پر اُترا، اور ایمان والے سب
نے مانا، اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی
کتابوں اور اسکے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم

Marfat.com

اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں
کرتے اور عرض کی کہ ہم نے سُنا اور مانا، تیری
معافی ہو۔ اے ربّ ہمارے اور تیری طرف ہی
پھرنا ہے۔ (۲۸۵)

میں نے اِس وقت آپ کے سامنے آیت ۲۸۵ کی
تلاوت کی ہے، جو سورۂ بقرہ کا آخری رکوع ہے۔

اپنی قدرت اور اپنے کمال کا ذکر کرنے کے بعد، اپنی حاکمیتِ اعلیٰ کے ذکر کرنے کے بعد، اپنے احکام کے بعد، اللہ رحمت فرماتے ہوئے، کرم بالائے کرم فرماتے ہوئے، سرکارِ دوعالمؐ، ان کے صحابہ کرام، مومنین کی شان بیان کرتا ہے کہ: وہ حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ساتھیوں اور اصحاب جیسے نہیں ہیں۔ ان کا ایمان مکمّل اور مفصّل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کے فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں، اس کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جن کو یہ کتاب عطا کی گئی ان پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی کا استثنیٰ نہیں ہے۔ اسی لئے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ کسی ایک فرشتے پر اگر ہم ایمان نہ لائے کسی ایک کتاب پر ایمان نہ لائے کسی ایک نبی پر ایمان نہ لائے،

تو ہمارا ایمان ختم ہوگیا لیکن بنی اسرائیل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل پر نہ لائے اور یہود و نصاریٰ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قرآن پاک پر ایمان نہ لائے۔ تو وہ چاہے سارے نبیوں پہ اور ساری کتابوں پہ پہلے ایمان لاتے تو ان کا ایمان باطل ہوگیا۔

اٰمن الرسول : اٰمنَ جو ہے وہ ماضی کا زمانہ ہے ایمان کا جیسے قال کہا اسی طرح اٰمنَ۔ ایمان لائے کون؟ الرسول۔ یہاں اشارہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کی طرف ہے کہ:

امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ : وہ ایمان لائے نبی کریمؐ پہ اور جو کچھ اُن پہ اُترا، رب کی طرف سے۔ اور اُن کا ایمان جو ہے وہ سماعت کی بنیاد پہ نہیں ہے جیسے ہمارا، ہم نے سُنا پھر ایمان لائے، ان کا ایمان جو ہے وہ شہود و حضور پہ ہے۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا، لوح و قلم دیکھا۔ اللہ کے حضور حاضر ہوئے، جنت و دوزخ دیکھا، تو وہ ان کا ایمان شہود و حضور۔ لہٰذا کسی قسم کی بھی شک و شبہ، کسی قسم کے وسوسے سے بالا ہے۔ کسی قسم کی تحریر سے بالا ہے۔ انہوں نے یہ حق جانا کہ اللہ کا کلام، اللہ کی طرف سے آیا ہے اور فرشتے اسے صحیح طور سے لائے ہیں۔ اگر کوئی یہ خیال کرے کہ: کہیں قرآن کی تنزیل میں نزولِ قرآن میں یا فرشتوں

Marfat.com

کے لانے میں کہیں وسوسے نہ پیدا ہوگئے ہوں۔ تو اِس کا ایمان باطل ہوجائے گا۔ کیوں؟: انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ٥ ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ پھر اللہ نے اس کے بعد والمومنون، تمام مومنین پر ایمان لائے۔اس میں تمام صحابہ کرام شامل ہیں، اور خصوصاً خلفائے راشدین۔

اَب آپ دیکھیں کہ اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان، اور مومنوں کے، صحابہ کرام کے ایمان میں فرق کیا ہے؟ حالانکہ نبی بھی مومن ہوتا ہے۔ وہ بھی مومنوں میں سے ہوتا ہے لیکن اللہ کو یہ واضح کرنا تھا کہ نبی کا ایمان کسی اور مقام پر ہے۔ اس کا ایمان شہود و حضور، یہ اس کی اساس ہے اور مومنوں کا ایمان جو ہے وہ سماعت اور صحبت، ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی کرم ہے کہ وہ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کی گواہی دے رہا ہے۔ کسی بھی الہامی کتاب میں یا کسی اور مسلمان کی کسی اور مومن کی ان کے بعد ان کے ایمان کی گواہی نہیں دے گی۔ نہ صرف ان کے ایمان کی گواہی دی بلکہ اللہ نے یہ بھی کہا کہ یہ لوگ تو ان کا خاتمہ باالخیر ہوگیا، اور اس میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں،

Marfat.com

اور پھر ان کا ایمان کس طرح کا ہے اللہ فرماتا ہے : کل اٰمن باﷲ : سب اللہ پہ ایمان لائے ، اس کی صفات کے ساتھ اس کی ذات کے اُوپر اس کی قدرت پر اور اس کی حاکمیت پر : وملٰئِکتہ : اور اُن کے فرشتوں پر کہ وہ نوری ہیں، وہ بزرگ ہیں، وہ معصیت سے پاک ہیں اور ان میں سے کچھ مقربین بارگاہِ الٰہی ہیں ۔ جو کہ جن کی قُربت اللہ کو پسند ہے ۔ اور ان کا صرف یہ کام ہے کہ اللہ کے بارگاہِ عالی میں حاضر ہوں اور ہر وقت اس کی تسبیح کرتے رہیں ۔ اور اس کی عبادت کرتے رہیں اور کچھ فرشتے جو ہیں ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو مدّبرین ہیں جو تدبیر کرتے ہیں جو اللہ کے احکام کے تحت ان کی اطاعت کے تحت کائنات کا نظام چلاتے ہیں ؛ کوئی بارش کا انتظام کرتا ہے ، کوئی رزق پہنچاتا ہے ، کوئی دوزخ کا ، اور کوئی جنّت کا انتظام کرتا ہے ، کوئی رضوان ہے ، کوئی داروغہٗ دوزخ ہے ، کوئی جہاد میں آکے مومنین کی مدد کرتا ہے ؛ کوئی باغی قوموں پر آکر عذاب نازل کرتا ہے ۔ تو وہ متدبرین میں سے ہیں ۔ وہ اللہ کی اطاعت میں اللہ کے عطا کردہ اختیارات سے کائنات کا نظام چلاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری کرتے ہیں ۔

Marfat.com

وکتبہ : اور جو کچھ کتابیں، جو صحیفے، جو الہامی کتاب جو الہامات ہیں اللہ کی طرف سے ان سب پر ایمان لاتے ہیں۔ انجیل پر بھی ایمان ہے۔ توریت پر بھی ہے، زبور پر بھی ہے، ان صحیفوں پر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت نوحؑ، حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ ان الہامات اور کشف پر ایمان لاتے ہیں جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انبیاء کو ہوا، جو کچھ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا وہ سب کچھ تو کتاب میں نہیں ہے، اس لئے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اگر تم کو وہ کچھ معلوم ہوتا جو مجھے معلوم ہے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔" تو کیا پتہ لگا قرآن میں جو کچھ اُترا وہ تو سب مومنین کو پتہ ہے۔ وہ تو عربی جاننے، اور علم قرآن سیکھنے کی بات ہے، تفسیر جاننے کی بات ہے لیکن قرآن کے علاوہ بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول ہوئے، کیونکہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ: میں نے صرف قرآن نازل کیا جو کچھ میرا جی چاہا میں نے اپنے نبی پہ نازل کیا۔" تو ایک تو وحی ہے بشکل قرآن ہے۔ ایک وحی حدیثِ قدسی ہے، اور ایک وہ ہے جو کچھ ان پہ نازل ہوا ہے جو کچھ انہوں نے دیکھا ہے وہ انھوں نے دوسروں کو بتایا ہی نہیں اس لئے کہ مخلوق کا جاننا مناسب

نہیں تھا۔ یہ سب راز کی باتیں ہیں۔

میں نے تنسیخ کا مسئلہ پہلے بتایا تھا۔ بعض قرآنی آیات ایسی ہیں، جواب قرآن کا حصہ ہیں، لیکن ان کا حکم منسوخ ہوچکا ہے۔ بعض وہ ہیں جو قرآن میں بھی نہیں ہیں، اور اس آیت کی تنسیخ کا پتہ یا تو قرآن کی دوسری آیت سے ہونا ہے، یا حدیث کے ذریعے سے کہ یہ آیت جو ہے وہ اسکا نسخ ہوچکا ہے۔ تو چونکہ ہمارا ایمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ اُترا اور انبیاء پر جو کچھ اترا چاہے وہ کتاب کی شکل میں ہو یا صحیفے کی شکل میں ہو، کشف کی شکل میں ہو یا مشاہدے کی شکل میں ہو، الہام کی شکل میں ہو۔ اُس سب پر ہمارا ایمان ہے۔ اور اسی لئے تنسیخی آیات جو ہیں بذریعہ حدیث ہمارے ایمان کا جُز ہیں : و رسله : اور تمام انبیاء پر بھی ہمارا ایمان ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے نبی نہیں ہیں، یہودیوں کی طرح سے۔ ہم سارے انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ اگرچہ بہت ساری روایات میں ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیأ ہیں، لیکن جب ایمان کا ذکر آئے تو یہ نہ کہیں کہ ہم ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ایک پیغمبر ہوں، اور ایک نبی پر ہمارا

Marfat.com

ایمان رہ جائے، تو ہمارا سارا ایمان غارت ہو جائے گا۔ اس لئے اس میں احتیاط ہو جانی چاہیئے کہ: جب ایمان کے بارے میں ذکر کیا جائے تو کہا جائے کہ: جتنے اللہ کے نبی جو اُس نے بھیجے ہیں، جو ہمیں معلوم ہیں، اور جو نہیں معلوم ہیں وہ سب اُس کے نبی ہیں۔ ایمان ایسے مکمل ہوتا ہے کہ اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، کتابوں پر ایمان، رسولوں پر ایمان، دوزخ پر ایمان، جنّت پر ایمان، حشر نشر پر ایمان۔ شر و خیر کی قدرت پر اللہ کا ایمان، یہ سب ہمارے ایمان کے جز ہیں، اور توحید پر یقین ہے۔ اس لئے کہ یہودیوں نے حضرت عُزیر علیہ السّلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا، اور نصرانیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو۔ تو جن چیزوں پر زور دیا گیا وہ ہے توحید: اللّٰہُ الصَّمَدُ: پر ایمان لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد: پر ایمان اور اس کے سارے فرشتوں پر ایمان، فرشتوں کے بطور ایک نورانی مخلوق۔ یہودیوں کی طرح یہ نہیں کہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بنا دیا۔ اگر بنی اسرائیل اور نصرانی جو ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر، اور قرآن پر، اور ساری کتابوں پر ایمان لے آتے، تو ایمان کامل ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے

Marfat.com

صحابہ کرام کی تعریف کرتے ہوئے ان کا ایمان اتنا مکمل ہے۔
لا نفرق بین احد ھم : وہ کسی رسول، کسی نبی کے درمیان میں کسی ایک کے متعلق کوئی فرق نہیں رکھتے۔ نبی کے انبیاء کے درجات مختلف ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام پہلے آسمان پر، حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر۔ درجات مختلف ہیں۔ سرکار دو عالم سید الانبیاء ہیں، لیکن فرق کہاں ہے؟ کہ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم ان میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے تو نبوت کی حقیقت اور ان کے ایمان کی حقیقت کے متعلق ہم ایک نبی اور دوسرے نبی میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ سارے نبی اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور سارے انبیاء پر ایمان جو ہے۔ وہ برحق ہے۔ ایمان کے معاملے میں، اور پیغمبری کے معاملے میں، نبوت کے معاملے میں، سب برابر ہیں سب پر ایک سا ایمان لانا ہے۔ تو اللہ نے یہ صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی صفت بیان کی ہے کہ: میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جو غلام ہیں وہ پچھلی قوموں کی طرح سے نہیں ہیں۔ وہ کسی پیغمبر اور رسول کی نبوت اور ایمان پر کوئی فرق نہیں ڈالتے اگرچہ وہ جانتے ہیں کہ انبیاء کے درجات بلند ہیں۔

صحابہ کرام کی ایک جماعت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

Marfat.com

گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے مولوی صاحب جو ہیں۔ جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں تو وہ کہتے ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' یارسول اللہ اُن پر سلام ہو۔ تو وہاں علیک ہونا چاہیئے ،یعنی "صلی اللہ علیک وسلم"۔ ہمیں اپنے اعمال پر تو قدرے طاقت ہے ہم اپنے اعمال تو ٹھیک کرلیں گے، اللہ کے احکام کے مطابق، لیکن دل کی حالت پہ ہمیں کنٹرول نہیں ہے اس میں وسوسے آسکتے ہیں اس میں بُرے خیالات آسکتے ہیں تو اگر اس پر ہمارا مؤاخذہ ہوگا تو ہم کیا کریں؟ ہماری کیسے نجات ہوگی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:" کیا تم نصرانیوں اور بنی اسرائیل کی طرح سے ہونا چاہتے ہو، اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے گناہ بھی کرلیا۔ ہم نے سُنا پھر بھی ہم نے اپنی مَن مانی کی۔ تو صحابہ کرام نے کہا: کہ میرے آقا یہ بات نہیں ہے ہم تو یہی کہیں گے کہ: سمعنا واطعنا : کہ ہم نے سُنا اور آپ کی اطاعت کی۔ تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات اتنی پسند آئی کہ اس نے کلام پاک کا حصّہ، اس آیت کا حصّہ بنادیا۔ اس موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ: اے اللہ کے پیارے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم یہ بہت مبارک گھڑی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکی اور آپکے صحابہ کی تعریف کی ہے۔ یہ قبولیت کا وقت ہے ،اِس وقت

آپ ﷺ دُعا فرمائیں تو اس وقت سرکارِ دوعالم ﷺ نے دُعا فرمائی : غفرانك ربنا واليك المصير ۝ جو اس آیت کا آخری حصہ ہے ۔ اے رب ہمیں تیری بخشش چاہئے ۔ اور ہماری تو ابتدا آپ سے ہے اور انتہا آپ سے ہے ۔ آپ ہی نے ہمیں اس دنیا میں بھیجا ہے اور ہمیں آپ ہی کے پاس واپس جانا ہے ۔ اور آپ کے پاس آنا ہے تو ہماری عافیت اسی میں ہے کہ آپ ہمارے گناہوں کو معاف کردیں تاکہ ہم گناہوں سے پاک ہو کر کے آئیں تو یہ اس آیت کا مفہوم تھا۔ اب میں آپ کو اس کی تفصیل بیان کرتا ہوں ۔ تو اس کا تعلق پچھلی آیت سے کیا ہوا؛ پہلی تو تعلق پوری آیت کا ہے اسکا خاکہ کیا ہے ؟

سورۂ بقرہ ، جو ہے ربّ کے نام کے ساتھ شروع ہوئی اور اب ختم ہو رہی ہے ، سرکارِ دو عالم ﷺ کے نام پر ،

بسم الله الرحمن الرحيم ۝ الم ۝ ذالك الكتاب لاريب فيه

تو اب ختم ہو رہی ہے : امن الرسول ..... والمومنون ؕ : اور یہی انداز ساری عبادات کا ہے ۔ یہی انداز انسان کی زندگی کی ابتدا اور موت کا ہے ۔ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے شروع ہوتا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ختم ہوتا ہے ۔ نماز شروع ہوتی ہے سبحانك الله اللهم سے اور ختم ہوتی ہے اللهم

Marfat.com

صل علیٰ سیدنا محمد.... التحیات یا ایھا النبی ۔ تو اس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر التحیات اور سلام ہے ۔ یہ دعا میں بھی ہوتا ہے ۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین اس کے بعد ختم ہوتی ہے وصل اللہ علیٰ خیر خلقہٖ... سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر برحمتك یا ارحم الراحمین،

ہماری زندگی کا آغاز بھی ایسے ہی ہوتا ہے جب ہم پیدا ہوتے ہیں تو پہلی آواز آتی ہے اللہ اکبر پھر اس دنیا سے جاتے ہیں تو کیا کہتے ہیں ۔ کلمہ پڑھتے ہیں : اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ : اللہ کی توحید سے شروع ہوتا ہے تو پڑھتے ہوئے جاتے ہیں اور جو لوگ ہمیں دفن کرنے جاتے ہیں وہ بھی یہی پڑھتے ہیں ۔ تو ہماری زندگی کی ابتداء اللہ کے نام سے اور انتہا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہے ۔

یہ جو ترتیب ہے ، عبادات کی ، زندگی کی ، حیات کی ، یہی ترتیب سورۂ بقرہ میں اللہ نے دی ہے اس کے علاوہ دوسرا جو رسمِ حاکمیت ہے ، کہ جو سُلطان ہے جو حاکم ہے ۔ جو سربراہِ مملکت ہے ، اس کے نام سے سارے احکامات ہوتے ہیں اور اسی کی اطاعت کی جاتی ہے ۔ لیکن اِن احکام کی تصدیق جو کرتا ہے وہ کون کرتا ہے وہ چیف ایگزیکٹیو

Marfat.com

کرتا ہے یا اس کا کوئی سیکرٹری کرتا ہے یا پرائم منسٹر کرتا ہے۔ لاء جو پاس ہوتا ہے وہ بھی اسی طرح سے ہوتا ہے، سارے احکامات سلطان دیتا ہے۔ یہاں تک کے رسم و رواج وغیرہ کے بھی اور تصدیق، اس کی مہر جو ہے وہ چیف ایگزیکٹو کی ہوتی ہے یا حاکم اعلیٰ کی ہوتی ہے، تو جس کا حکم چلتا ہے وہ اللہ کی ذات ہے اور جس کی تصدیق سے چلتا ہے کہ یہاں پر اللہ کا کلام ہے، یہ میرے پر اُترا تھا وہ ہے نبی کریم صلی اللہ وآلہ وسلم کی ذات اور یہی اصول جو ہے اس آیت میں بھی ہے۔ تیسری میں ربّ کے کمال و قدرت کا ذکر تھا اور اس میں مومنین کی اطاعت اور وفا شعاری کا ذکر ہے۔

چوتھا تعلق یہ ہے کہ ربّ کی جلالت اسکے ظاہری و باطن کے خبر کی، دل کی بات بھی جانتا ہے اس کا اظہار بھی جانتا ہے اور اب جو ہے وہ اللہ کے جمال کا اظہار ہو رہا ہے۔ کس شکل میں ہو؟ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مُومنین کی تعریف کا اظہار کرکے۔ ان کے کردار کا ان کے ایمان کی تکمیل کا اظہار کرکے۔ تو پہلے ایک طرف جلال تھا اور اب جمال ہے اور ایک ہی سکّے کے دو رُخ ہیں۔ ایک ہی ذاتِ پاک کے دو رُخ ہیں۔ وہ جلیل بھی ہے اور جمیل بھی ہے۔ اور سورۂ بقرہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا

Marfat.com

تھا۔ ھدی اللمتقین ہ یہ کتاب جو ہے تقویٰ کرنے والوں کے لئے ہے۔ پہلے تقویٰ کا ذکر ہوا اور اب کیا ہے، اعمال اور عقائد اور اب مومنین کی دُعا کا ذکر ہو رہا ہے۔ کس طرح سے وہ دُعا مانگتے ہیں، کیا ان کے عقائد ہیں اور کیا اعمال ہیں۔؟

پھر چھٹا تعلق یہ ہے کہ پہلے عبادات اور معاملات کا ذکر، معمولات کا ذکر، اخلاق کا ذکر۔ اب یہ ذکر سب کچھ جو ہے حقّانیت پر ہے جو کچھ ہے وہ حق ہے، برحق ہے اللہ کی طرف سے ہے۔ فرشتے لائے ہیں یا اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شہود و حضوری کے ذریعے ہوا ہے۔ اور یہ جو حکم ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے توسط سے پہنچا ہے۔ اُمت کیلئے تو قرآن تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہوا، لیکن اس کے بہت پہلے سارا قرآن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھا۔ ہر رمضان کو حضرت جبرئیل علیہ السلام، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پورا قران پاک پڑھ کر سُناتے تھے۔ جو ابھی آیات نہیں اُتریں وہ بھی اُن کو پتہ تھیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لاکھوں وصف ہیں، لیکن اُن میں سے بلند وصف یہ ہے کہ اللہ کا رسول ہے۔ رسالت کو سب پر فوقیت ہے۔ اور یہاں پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا اور مومنوں کا، اِس لئے آپ کا ایمان مقدّم ہے۔ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک

Marfat.com

حدیث ہے کہ سورۃ بقرہ کی آخری تین آیات جو ہیں، یہ آخری رکوع جو ہے یہ معراج شریف میں زیرِ عرش مجھے عطاء ہوا۔ معراج کب ہوئی تھی مکی زندگی میں اور نازل کب ہوا؟ یہ مدنی زندگی میں۔ تو اس کا مطلب کیا ہوا؟ کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات پاک کو ان آیات کا شہود و حضوری کے ذریعے عِلم تھا وہ اُن کی باقاعدہ ظہور سے پہلے ہوا جیسے کہ یہ حدیث عام ہے۔ ہر ایک کی دانست میں ہے کہ یہ معراج شریف میں عطاء ہوئیں۔ اور اب اگرچہ یہ مدنی آیات ہیں، اس میں قرآن کے علاوہ آپ کے کشف اور الہامات بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی تصدیق کی ہے کہ قرآن کی آیت کے علاوہ اور بھی کشف اور الہامات ہیں اس لئے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: "فاوحی الی٥ اپنے بندے کے اوپر جو چاہا اُس نے وحی کی" یہ نہیں کہا کہ ہم نے بندے پر قرآن وحی کی۔ یہاں پر قرآن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ربّ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ امن الرسول عن ربہٖ: اُن کے ربّ کی طرف سے۔ اللہ ہمارا ربّ ہے ہماری پرورش کرنے والا ہے۔ ہمارے جِسم کی بھی اور ہماری روح کی بھی پرورش کرتا ہے۔ تو قرآن پاک کس چیز کا مظہر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی روحانی رُبوبیت کا مُظہر ہے کہ وہ ہماری روح کی بھی پرورش فرماتا ہے۔ ہمارے جسم کی تو کرتا ہی ہے۔ ہماری حفاظت کرتا ہے اور ہمیں

رزق دیتا ہے، صحت عطا فرماتا ہے۔ اسی طرح سے اپنے کلام کے ذریعے؛ نورانی کلام کے ذریعے؛ سے مومنین کی، ارواح کی وہ رُبوبیت فرماتا ہے، اس لئے کلام پاک کے ساتھ ربّ کا ذکر ہے۔ یہاں پر لفظ مومنین استعمال کیا ہے لیکن مومنین جو ہے خصوصاً صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ نے ذکر کیا ہے آمن الرسول۔ مطلب تو اس کا ہو سکتا ہے سارے مومنین، لیکن جس وقت یہ آیت اُتری ان کی کیفیت بیان کی۔ یہاں اُن کی گواہی دی جا رہی ہے، اُن کے ایمان کی اور اُن کے عمل کی۔ جو صحابہ کرام عشرہ مبشرہ اور خلفائے راشدین ہیں۔

میں نے انبیاء اور مدبرات اور مقربین اور فرشتوں کے متعلق بیان کیا یہ جو آیت کا حصّہ ہے۔ لانفرق بین... رسلہ وہ احد کا لفظ جو بیان کیا ہے؛ احد وہ ہے جس کے ساتھ کوئی دوسرا مذکور نہ ہو، یعنی انبیاء میں سے کوئی ایک شخص الگ نہیں ہے۔ سب پر وہ بلاتفریق، ہر ایک پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جس کا کوئی دوسرا مذکور نہ ہو اُس کو کہتے ہیں "احد" اور واحد وہ ہے جیسے ربّ۔ یہاں انبیاء کے لئے احد کا لفظ استعمال کیا ہے اور واحد اللہ کی ہستی ہے کوئی مثال نہیں ہے۔ اور وحید بھی ہے اللہ کی صفت، وحید وہ ہے جس کا کوئی مددگار نہ ہو جس

Marfat.com

کو کسی مدد کی ضرورت نہ ہو۔ وہ ہر چیز پر قادرِ کُل ہو۔ وھو علی کل شئی قدیر ہ تو اس کا مطلب یہ ہے مُسلمان انبیاء پر ایمان لانے میں کسی پر فرق نہیں کرتے۔ یہاں جو سمعنا و اطعنا ہے اس کا فاعل کون ہے؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سماعت میں خطا کی نہ پہنچانے میں کوتاہی کی۔ انہوں نے وہ کچھ سُنا جو ربّ نے فرمایا۔ انہوں نے وہ سب کچھ پہچانا جو ربّ کی طرف سے آیا۔ اور سارے مومنین کی ذات وصفات اور اس کے اسمائے حسنیٰ پر ایمان لائے۔ اُسکی توحید قدرتِ کاملہ پر ایمان لائے۔ فرشتوں پر ایمان لائے سب موجود ہیں اور معصیت سے پاک ہیں۔ جو زندگی ہمیں قیامت کے بعد حاصل ہوگی وہ فرشتوں کو ہمیشہ پہلے ہی سے حاصل ہے۔ وہ معصیت سے پاک ہیں وہ نورانی جسم ہیں اور ربّ اور انسان کے درمیان میں رابطہ ہیں۔ ربّ کی رحمتیں لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اور ربّ کا کلام لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اور ربّ کی طرف سے جو سزا و جزاء ہوتی ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں، انہی کے ذریعے پیغمبروں پر کتابیں نازل ہوئیں۔

اور کہانت سے قائم ہوتے تھے، جھوٹے پیغمبر بن جاتے تھے۔ جوتشی اور نجومی بن جاتے تھے، تو اِن سب چیزوں سے پاک ہیں وہ سب حق پر ہیں اور شیطانی الہامات سے پاک ہیں اس میں شامل ہی

Marfat.com

نہیں ہو سکتے اور قرآن پاک ربّ کی حفاظت میں ہے اس میں کوئی تحریف ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر کوئی اس میں کوئی کمی بیشی کا دعویدار ہے تو اس کا ایمان باطل ہے۔ چنانچہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ: قرآن پاک تو چالیس(۴۰) پارے تھا دس(۱۰) پارے غائب ہو گئے، وہ ایمان سے خارج ہیں۔ اسی لئے ایسے لوگوں کو حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ نے کافر کہا ہے۔ اس لئے کہ کلامِ پاک کی موجودہ شکل، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر اب تک ہم تک پہنچی ہے، بغیر زیر زبر پیش یا بغیر کسی ایک لفظ کی تبدیلی کے اس پر ایمان برحق ہے۔ اگر اس پر ایمان متزلزل ہوا تو ہمارا ایمان باطل ہو جائے گا۔ اور اس میں محکمات بھی ہیں جو قطعی احکامات ہیں اور متشابہات بھی ہیں جس میں بعض جگہ مفسرین کو شُبہ ہے۔ جو صاحبانِ ایمان ہیں وہ محکمات پر زیادہ توجہ دیتے ہیں تو یہ اللہ کا حکم ہے اس پر اطاعت کریں۔ اور جن کے ایمان کمزور ہوتے ہیں وہ متشابہات کا سہارا ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ اطاعت سے بھاگنے کے لئے۔ چونکہ اللہ کی کتاب فرشتے لائے ہیں، وہ رسُولوں پر لائے ہیں لہٰذا اس آیتِ مُبارکہ میں ترتیب بھی وہی ہے۔ یہ نہیں کہ فرشتے انبیاء سے افضل ہیں۔ لیکن اللہ کی ذاتِ پاک ہے، اس کے فرشتے اس کی طرف سے کلامِ پاک لائے ہیں اور اس کے رسُول تک لائے ہیں تو اس وجہ سے

Marfat.com

اس میں آمنت باللہ.... اس لئے کہ درجات اور مقام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے خلق پر، جس میں فرشتے بھی شامل ہیں سب سے افضل ہیں، اور ملائکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں سب اُن کے اُمتی ہیں۔

وہ مومنین بھی اقرار کرتے ہیں۔ سمعنا و اطعنا۔ کہ اے مولیٰ ہم نے تیرا سارا کلام دل کی حضوری کے ساتھ سُنا۔ اب تجھ سے ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم تیری اطاعت کریں۔ اور اگر ہم سے اطاعت میں کوئی خطا ہو تو آپ اسے معاف فرما دیں، تاکہ آپ کی مغفرت کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اس لئے کہ تجھ سے ہی سب کی ابتداء ہے اور تیرے حضور ہی لوٹ کے جانا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے مومن ہیں اس لئے کہ فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں اس لئے کہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ رسُول ہیں، اُن پر تمام مومنین ایمان رکھتے ہیں، فرشتے اور ہم سب حضورؐ کے اطاعت گزار ہیں۔ اور فرشتے اور مومنین دونوں اُن پر دُرود و سلام بھیجتے ہیں، یہ اطاعت گزاری کی نشانی ہے۔ اور فرشتے مومنین پر درود بھیجتے ہیں۔ ھوالذی یصلی علیکم و ملائکتہٖ .... الظلمات الی النور:

اب اس آیتہِ مُبارکہ کے کچھ فائدے ہیں، اصول اس سے بنتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے ایمان میں فرق ہے۔ اسی وجہ سے

Marfat.com

الگ الگ ذکر ہے۔ مومنین میں انبیاء بھی شامل ہیں۔ اس لئے کہ کوئی مومن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باپ بھائی نہیں کہتا۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم: اور جب اللہ نے فرمایا کہ انما المومنین اخوہ۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو رشتے دار، بھائی بھائی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت بلند ہیں۔ لفظِ ایمان مشترک ہے۔ لیکن نبیؑ ایمان مختلف ہے۔ نبی کیلئے اور مسلمانوں کے لئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمانِ شہودی اور حضوری ہے۔ اور ہماری سمعی ہے۔ ہم نے سن کر ایمان لیا۔ سمعنا واطعنا: آپ باخبر ہیں آپ تشریف ہی لائے باخبر ہو کر۔ آپ نے خبر پہنچائی ہم نے خبر سنی ہم ایمان لائے اور ہم نے اسکی اطاعت کی۔ اور اسی سے ایک یہ بھی اصول بنا کہ جب بھی رحمتِ الٰہی جوش میں ہو تو اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اس وقت دعا ضرور مانگنا چاہیئے۔ اس وقت رحمتِ الٰہی جوش میں تھی کہ اس نے اپنے نبی اور صحابۂ کرام کی تعریف فرما دی۔

دوسرا اصول یہ کہ قرآن پاک اور انبیائے کرام کے الہام یقینی ہیں اور حقانیت پر ان کی اساس ہے اور شیطانی وسوسوں سے پاک ہے۔ اسی لئے حدیث سے نصِ قرآن جائز ہے۔ اللہ کے کلام اور صحیفوں کے متعلق اور کتابوں کے مطابق بے قصور کو سزا دینا جائز نہیں ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جو کہ بے قصور تھے ان کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے کیوں؟ اس

Marfat.com

لئے کہ اللہ کے احکامات اس سے پہلے آگئے تھے۔ وہ ایک الہامی خواب تھا، جس میں انہوں نے دیکھا کہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں اور جس کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تیار ہو گئے۔ کہ ابا جان آپ مجھے راضی پائیں گے، لیکن آپ میری آنکھوں پر پٹی باندھ لیں مجھے ذبح کرنے سے پہلے۔ تو یہ پتہ لگا کہ حدیث سے نصِ قرآن جائز ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس لئے وحی کے طالب نہیں ہوئے۔ کہ نہیں میں اس وقت تک ذبح نہیں کروں گا، میں خواب پر کیوں ذبح کروں، جب تک وحی نہیں آئے گی۔ یہ کہ اُن کے خواب اور اُن کے الہام بھی وحی کا درجہ رکھتے ہیں، ان پر بھی ایمان ضروری ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے اور اُن کی سُنت پر عمل کرتے ہیں اور اللہ نے فرض کر دیا ہے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ صحابۂ کرام، بالخصوص خلفائے راشدین کا ایمان قطعی ہے جو ان کے ایمان پر شک کرے وہ خود بے ایمان ہے۔ یہ دوسری وجہ ہے اس کی بناء پر حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے لوگوں کو کہا کہ وہ ایمان سے خارج ہیں۔ اس لئے کہ ربّ نے ان کے ایمان کو نبی کے ایمان کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امن الرسول بما انزل ... مومنون ہ اللہ نے صحابہ کرام کے ایمان کی خود گواہی دی ہے اس طریقے سے

Marfat.com

وہ ہم سب سے افضل ہوئے انہیں ربّ نے خاتمہ بالخیر بھی عطاء فرمایا۔

چوتھا اصول یہ بنا کہ قرآن میں کوئی تحریف و تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا تحریف و تبدیلی کے دعویدار باطل ہیں، جیسے غلام محمد قادیانی۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ سارے انبیاء، ساری کتابوں اور سارے فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کسی ایک سے انکار پر انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ انبیاء کے مدارج مختلف ہیں مگر نفسِ نبوت اور ایمان برابر ہے۔ اور ایمان تو سارے اجزاء پر ضروری ہے اللہ پر، رسولوں پر، کتابوں پر، فرشتوں پر، جنت اور دوزخ پر، حشر نشر پر، لیکن یہاں صرف صراحتاً پہلے چار کا ذکر ہوا لیکن سمعنا و اطعنا میں سب کچھ جو کچھ سُنا وہ سب شامل ہو گیا۔ پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت مُبارکہ میں دعا کا ایک طریقہ بھی سکھا دیا کہ پہلے رَب کی صفات کا ذکر ہو۔ پھر اظہار وفاداری کا سمعنا و اطعنا ۔ پھر گناہ گاری کا اور پھر طلبِ حاجت۔

ایک جگہ کلامِ پاک میں لکھا ہے جہاں حضرت لقمانؑ اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے ہیں، کہ اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی

Marfat.com

چیز زمین کی شہ میں ہے تو اس علم بھی اللہ کو ہے۔ تو اس کے بعد طلب حاجت کریں۔ یہاں غفران سے پہلے اللہ نے ایمان کا ذکر کیا ہے اس سے یہ بھی پتہ لگا کہ اپنے نیک اعمال کا واسطہ دیکر آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگیں تو وہ مستجاب الدعوت ہو۔ اس کی صوفیانہ تفسیر ہے۔

(یہ بہت وسیع مضمون ہے سورۂ بقرہ میں) وہ یہ ہے کہ ایمان زبان سے ماننے کا نام نہیں ہے۔ ایمان کے تین حصّے ہیں تصدیق باالقلب، باالانسان اور بالعمل۔ فقط زبان سے اِس کی تصدیق کرنا کافی نہیں ہے۔ یہودی و نصرانی ایسے کرتے ہیں اور عمل کچھ نہیں کرتے۔ تو بالعمل اور باالقلب ضروری ہے، اور بالعمل تلاوت کرنا کلامِ پاک کی ایسا ہی ہے جیسے یہ کہ کوئی چیز چوری کرنے سے اتنے سال کی سزا ہوگی یا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ ادر ہم اس کو پڑھیں۔ اور روز چوری کریں۔ تو کلامِ پاک کی تلاوت کرنا لیکن اس پر عمل نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ شہری قوانین کو روز ہم پڑھیں لیکن اس پر عمل نہ کریں۔ ظاہر ہے کہ ہماری پکڑ ہو گی۔ اور جرمانہ ہو گا۔ ربّ نے فرمایا ہے کہ جزا بما کانو یعلمون o جو کچھ تم کام کرتے ہو سب کی جزاء ملے گی۔ اور جنت عمل کی جزاء ہے۔ اور تصدیق باالعمل کے درجات ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

اعمال جو ہیں وہ تصدیقِ قرآن ہیں۔ ہماری تصدیق بالعمل جو ہے وہ اطاعتِ قرآن ہے۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بالعمل جو ہے وہ تصدیقِ قرآن ہے۔ اور اُن کی زندگی اس کی تفسیر ہے۔ اور استغفار جو ہے، وہ ایمان اور اطاعت میں کمی جو ہے اس کی معافی مانگنا ہے۔ اور اس لئے ظاہر ہے وہ گناہ سے استغفار کرتا ہے۔ اور عارف اپنی عبادت سے۔ وہ گناہ کر کے معافی مانگتا ہے اور خطا جو ہو جاتی ہے اس سے۔ اور عارف جو ہے اللہ کا دوست ہے سلوک کے راستے پر ہے وہ عبادت و زُہد کرنے کے بعد بھی معافی مانگتا ہے۔ کیوں؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے حبیب ہیں، لیکن وہ بھی استغفار فرماتے تھے۔ وہ اپنے کمالِ معرفت کے ساتھ اور کمالِ شہُود کے ساتھ استغفار فرماتے تھے اور اپنی بیٹی سے کہتے تھے کہ! فاطمہ! یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا باپ اللہ کا پیارا رسُول ہے تو تمہاری بخشش ہو گی۔ تو عمل کرو، استغفار کی کثرت کرو۔

مومن پر لازم ہے کہ وہ اپنے چاروں طرف استغفار و توبہ کا حلقہ بنا لے، وہ استغفار اس کی ڈھال ہے، اس کی زِرہ بکتر ہے۔ اس کو امن دے گا۔ اپنے گناہوں سے مغفرت مانگتے رہو۔ اور اطاعت کے ساتھ ساتھ اس کی حمد و تعریف بھی

کرو۔کیوں؟ وما توفیقی اِلا باالله علیہ توکلت والیہ انیب ہ تعریف اُس ربّ کی ہے جس نے ہمیں توفیق عطاء فرمائی کہ ہم اس کی اطاعت کر سکیں۔اس لئے کہ سب کچھ توفیقِ الٰہی سے ہے۔ توفیق کس طرح پیدا ہوتی ہے؟ توفیق چار طریقوں سے پیدا ہوتی ہے۔ایک تو اللہ کا نُور قلب میں داخل ہو جائے، اللہ کا کرم ہو جائے، اور وہ نزولِ انوار کے لئے منتخب کر لے، جیسے کہ انبیاء کو منتخب کیا اور اولیاء کو کیا ہے۔اور دوسرا یہ ہے کہ اس کا عِلم جو ہے، وہ وسیع ہو، اور اس میں کمال ہو، جیسے حضرت امام ابُوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ۔نورِالٰہی سے قلب کی مثال کون ہے؟ حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہٗ۔ اور علمِ وسیع باعقلِ کامل کی مثال کیا ہے؟ امامِ ابُوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور تیسرا تدبّر و تفکر۔تفکّر اللہ نے فرمایا ہے کہ میرے کلام پر، میری ذات پر، میرے حبیب ؐ پر، تدبّر اور تفکر کیا کرو، اس کے ذریعے بھی توفیق پیدا ہوتی ہے اور چوتھا توفیق کا ذریعہ کیا ہے؟ جو آپ کر رہے ہیں اس وقت صُحبتِ شیخ۔صُحبتِ شیخ سے بھی توفیق پیدا ہوتی ہے نیک اعمال اور توبہ و استغفار کی۔ ربّ کے سامنے توشیخِ کامل کون ہے؟ وہ جو اپنے اخلاق سے اپنے مریدین کو تہذیب سکھائے۔اس کے اخلاق کو دیکھ کر مریدین جو ہیں وہ تہذیب

Marfat.com

سیکھیں اور ان کے طریقے سے وہ ادب سیکھیں۔ کس طرح سے وہ اللہ کا اور اس کے حبیب ﷺ کا اور اس کے کلام کا کس طرح ادب کرتے ہیں۔ اور وہ اپنی توجہ حضوری سے قلوب کو منوّر کر دے۔ اور غائب میں نفس کی قلب کی نگہداشت کرے۔ اللہ مجھے توفیق دے کہ میں آپ سب کے قلوب کی نگہداشت کر سکوں۔

اللہ کی حمد و ثناء ہونا چاہیئے، درُود ہونا چاہیئے، استغفار ہونا چاہیئے، اور وسیلۂ اعمال حسنہ جو ہے اس سے، حاجت کا سوال ربّ سے کرنا چاہیئے۔

اللہ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے، اور ہمارے قلوب کو شیخِ پاک مُرشدین کاملین قطبین شریفین کی توجہ سے منور فرمائے اللہ ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے، اور اللہ ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے، ایمان کی سلامتی کے ساتھ۔ درود و سلام کے ساتھ، طہارت کے ساتھ۔ اور نسبتِ صحیحہ کے ساتھ۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

پارۃ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَةُ الْبَقَرَة

آیت نمبر : ۲۸۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا

حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج

وَاعْفُ عَنَّا وقفة وَاغْفِرْ لَنَا وقفة وَارْحَمْنَا وقفة

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

الْكٰفِرِيْنَ ع ﴿۲۸۶﴾

اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اُس کی طاقت بھر، اس کا فائدہ ہے جو اَچھّا کمایا اور اُس کا نقصان ہے جو برائی کمائی اے ربّ ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چُوکیں، اے ربّ ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ، جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا، اے ربّ ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار نہ ہو، اور ہمیں معاف فرما دے اور بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہمارا مولیٰ ہے، تو کافروں پر ہمیں مدد دے۔ ع ۲۸۶

پہلا حصّہ

یہ آج میں نے سورۂ بقرہ کی آخری آیت ۲۸۶ کی تلاوت کی ہے۔ ۲۸۶ کے پہلے حصّے کی تفسیر انشاء اللہ آج بیان کروں گا۔

جو پچھلی آیت تھی اس میں تمام احکامات بیان

Marfat.com

کرنے کے بعد اور اللہ کی شان بیان کرنے کے بعد کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں، اور جو کچھ سوچتے ہیں، چاہے دل میں ہو، یا ہمارے عمل سے ظاہر ہو وہ سب اللہ کے علم میں ہے، اور چاہے وہ ہم اپنے دل میں رکھیں اور چاہے اعمال کو ظاہر کریں، دنیا پر، تو ہم شاید کچھ دنوں کے لئے دھوکہ کرسکیں گے، لیکن اللہ کو ہم دھوکہ نہیں دے سکتے اس لئے کہ اس کے علم میں ہے، اور اس سب کا احتساب ہوگا، حساب ہونے کے بعد نیکیوں کی جزا ہوگی اور برائیوں کی سزا ہوگی۔ اگر اللہ نے اسے اپنی مغفرت سے نہ نوازا۔ اس کے بعد ۲۸۵ آیت میں اللہ نے اپنی شان وقدرت اور اختیارات کا ذکر کرنے کے بعد ازراہِ کرم و رحمت سرکارِ دوعالم ﷺ اور مومنین کی ایمانی صفات بیان کئے ہیں، کہ جو کچھ بھی اللہ کی طرف سے نازل ہوا، نبی کریم ﷺ پر، اس کو انہوں نے حق جانا، جو کچھ جبرئیل علیہ السلام نے ان تک پہنچایا، جو کچھ اللہ نے ان کو القاء کیا۔ جو کچھ مشاہدہ عطا فرمایا۔ اس سب پر انہوں نے یقین فرمایا اور اس پر ایمان لائے۔

چنانچہ صرف قرآن کی آیات ہی نہیں بلکہ تمام

Marfat.com

حدیثِ قُدسی اور جو کچھ ان پر الہامات اور مشاہدات ہوئے
اُن سب پر ایمان لائے اور تمام مومنین خصوصًا صحابہ کرام رضی اللہ عنہا
اور خلفائے راشدین وہ بھی صدقِ دل سے ان سب اوامر
و نواھی پر ایمان لائے، اور ان کا ایمان مجمّل نہیں ہے بلکہ
مفصّل ہے : قل اٰمن با اللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ :
ایمانِ مفصّل میں بھی اور بہت سی چیزیں ہیں : والقدر
خیرہٖ وشرہٖ والبعث بعد الموت ؎ یہ بھی اسکا حصہ ہے۔
شریعت جو ہے اس پر عمل کرنا ہے، یعنی ایمان بالعمل جو
ہے وہ شریعتِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر
ہے، وہ نبیٔ آخر الزّماں ہیں۔ قرآن پر آخری شریعت اور
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ لیکن ایمان جو ہے اللہ پر ہے، تمام
ملائکہ پر ہے، تمام کتابوں پر ہے اور تمام انبیاء پر ہے :
لا نفرق بین احد من رسلہ : ایک نبی اور دوسرے نبی۔
ایمان کے معاملے میں کوئی تفریق نہیں کرتے، جیسے کہ یہودی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہود و نصاریٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی
رسالت کو نہیں مانتے۔ مسلمان جو ہے حضرت آدم علیہ السلام سے
لے کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے انبیاء پر ایمان لاتے
ہیں اور برحق سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

غفرانك ربنا والیك المصیر : اے میرے ربّ تیرے حکم کی تعمیل میں اگر کوئی خطا ہوگئی ہو تو اسے معاف فرما۔ اور ہمارا تو ایمان ہے کہ ہماری ابتداء آپ سے ہے اور انتہا آپ پر ہے۔ ہم نے واپس آپ کے پاس جانا ہے۔ اب جو اگلی آیت ہے اِس کو تالیفِ قلوب کے لئے اللہ نے نازل فرمایا ہے : اس لئے کہ پچھلی آیت میں کہا تھا اللہ تعالیٰ نے کہ، جو کچھ تم دل میں چھپا کے رکھتے ہو، وہ بھی مجھے پتہ ہے۔ اللہ ہر عمل کی صلاحیتِ تعمیل کا جائزہ لیتا ہے، اور اگر اس کی تعمیل ممکن ہے، تبھی وہ حکم صادر فرماتا ہے۔ تو اللہ فرماتا ہے : لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا : یکلف جو ہے تکلیف ہے اور اس سے نکلا ہے مکلّف اور غیر مکلّف۔ جو صاحبِ نصاب ہے وہ مکلّف ہیں زکوٰۃ کے اور جو نصابِ زکوٰۃ نہیں ہیں وہ غیر مکلّف ہیں۔ نماز کے لئے تمام عاقل و بالغ مکلّف ہیں لیکن دیوانہ یا بچّہ غیر مکلف ہے۔ اُسی طریقے سے روزے کیلئے ایک صحت مند انسان ہونا اور اپنی جگہ پر مقیم رہنا، وہ مکلّف ہے لیکن اگر سفر میں ہے ضعیف ہے یا بیمار ہے تو غیر مکلف ہے تو یہاں : لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا : نفس بمعنی مومن، کوئی شخص، تو وسع معنی وسعت گنجائش۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کسی پر کوئی اَمر حکم لازم نہیں کرتا ، جبتک کہ اس کی صلاحیت اور گنجائش نہ ہو۔ تو ہم اللہ سے اقرار کر رہے ہیں کہ میرے رب! آپ انتہائی کریم ہیں، آپ رحیم ہیں، آپ بشری کمزوریوں کی رعایت دیتے ہیں، آپ کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو ہمارے بس سے باہر ہو پھر ہماری پکڑ ہو۔ آپ نے سارے احکامات جو ہیں وہ ہماری ہی صلاحیتوں کو ہماری گنجائش کو دیکھ کر دیئے ہیں، اور ہمیں کوئی ایسی تکلیف میں نہیں ڈالا جو ہمارے لئے ناقابلِ برداشت، ناقابلِ عمل ہو۔ تو ہمارے جی میں بُرا خیال آئیگا تو آپ اس کی پکڑ نہیں فرمائیں گے جب ہم عمل کریں گے تب ہی پکڑ ہو گی۔ تو اللہ کے رحم اور کرم اور اس کے احکام کی صحت اس کا ممکنات میں ہونا اس کا اقرار ہے۔

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا : پھر : لھا ما کسبت و علیھا ما اکتسبت : لفظ دونوں کسب کا معنی کرنا لیکن ایک میں ہے مَا جو کچھ کمایا تو 'ما' جب لگ گیا کسب کے ساتھ تو یہ نیکیوں کا ریفرنس ہے اور اگر یہاں ما اکتسبت اور جو احساب کیا وہ ان پر ہے پھر یہ اس سے علیھا سے ہوگیا برائی کی طرف اشارہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے

Marfat.com

کہ آدمی کسب جو کرتا ہے وہ عادتاً کرتا ہے، فرض کے طور پر کرتا ہے، مجبوراً کرتا ہے، پیٹ پالنا ہے تو کسب کرنا پڑے گا۔ اسی طرح نیکی جو ہے سزا کا ڈر ہے، اس لئے کرتے ہیں۔ برائی جب آدمی کرتا ہے تو بڑے اہتمام سے کرتا ہے۔ تو اکتساب جو ہے وہ کسی اہتمام سے کرنے کو احتساب کہتے ہیں۔ تو اسی لئے : لها ما كسبت : جس نے جو کچھ کمایا وہ نیکیاں ان کے لئے : وعليها ما اكتسبت : اور جو برائیاں کیں وہ انہی کے کندھے پہ بوجھ ہیں۔

پھر ہمیں دُعا سکھائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کتنا کریم ہے، وہ غفورُ الرّحیم ہے، اور ہمیں مانگنے کا ڈھنگ بھی سکھایا، کہ ہم کس طرح اس سے معافی مانگیں۔ کس طرح مشکل سے بچائے گا : ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا : اے ربِ کریم آپ ہمارا مؤاخذہ نہ فرمائیں ہماری پکڑ نہ کریں۔ اگر ہم بھول جائیں۔ بھول چُوک کی شریعت میں بعض جگہ پکڑ ہے اور بعض جگہ نہیں ہے روزے میں بھولے سے پانی حلق سے نیچے چلا گیا تو آپ کو اس کا گناہ نہیں ہے۔ اور اس کا روزہ ٹوٹتا نہیں ہے۔ لیکن بھول سے اگر آپ نے ایک سجدہ نہیں کیا تو نماز پوری نہیں ہوتی۔ تو بعض جگہوں پہ بھول کی معافی

Marfat.com

ہے بعض جگہ بھول سے آپ کا فرض ادا نہیں ہوتا ۔ تو دو ہی صورتوں میں انسان غلط کام کرتا ہے ، اگر وہ راہ راست پر ہے ، تو ایک تو بھول سے اس سے خطا ہوئی ، کوئی چیز خلافِ شریعت ہوگئی ، یا کوئی فرض ادا نہیں ہوا ۔ اور ایک خطا ، یہ کہ چُوک گئے ۔

عصر کے وقت گفتگو کر رہے ہیں وقت کا اندازہ نہیں ہوا ، اور عصر کا وقت نکل گیا ۔ اور اللہ نے فرمایا : حافظوا علی الصلوٰۃ الوسطیٰ : عصر کی نماز کی حفاظت کرو لیکن اس کے باوجود بھی نکل گیا، تو یہ خطا ہوگئی ، تو اگر چُوک کر ، بھول کر ، ہماری خطا ہوگئی تو آپ اس کی پکڑ نہیں کریں گے ۔ تو یہ کیا ہے ۔ اللہ نے ہمیں یہ دُعا سکھا کر ، ہمیں خوشخبری دے دی ہے ۔ ہم کسی پر وہ بوجھ نہیں ڈالتے جو اس سے برداشت نہ ہو ، تو تم سے کوئی خطا ہوجائے ، بُھول چوک ہوجائے ، تم ہم سے معافی مانگو ہم تمہیں معاف کردیں گے ۔

ربنا ولا تحمل علینا : حمل کا مطلب ہے بوجھ : اصرا : کہتے ہیں بھاری بوجھ کو ۔ اے ہمارے رب ! اے ہماری پرورش کرنے والے ! اے ہمارے مولا ! ہم پر کوئی ایسا بھاری بوجھ نہ ڈال کیسا ؟ : کما حملتہٗ علی الذین من قبلنا : جیسا کہ تو نے ہم

Marfat.com

سے پہلے کے لوگوں پر ڈالا تھا۔ یہود و نصاریٰ پر کیا تھا۔ انکو پانچ (۵) کی
بجائے پچاس (۵۰) وقت کی نماز پڑھنی تھی جو وہ کبھی پڑھتے ہی نہیں
تھے۔ ان کے کپڑے یا، جسم کو دھونے، پاک کرنے کا کوئی
طریقہ ہی نہیں تھا۔ اس کو کاٹ کے پھینک دیتے تھے۔ ان
سے گناہ ہو جاتا تھا تو اس کی توبہ کی ایک شکل یہ ہوتی تھی
کہ وہ خودکشی کرلیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب ہم حضرت موسیٰؑ
کا قصہ بیان کر رہے تھے تو جن لوگوں نے خطا کی تھی ان
کی معافی کی صورت یہ تھی کہ ایک تہائی آدمیوں کو قتل کر دیا،
بقیہ ایک تہائی آدمیوں نے توبہ کی تھی۔ اس طرح ایک تہائی
آدمیوں نے گناہ نہیں کیا تھا۔ تو ان کو یہ خوف تھا کہ ان
سے خطا ہو گئی تو جان سے ہاتھ دھونے پڑتے۔ ان کی ایک
دن کی پانچ کی بجائے، دس گنا نمازیں تھیں۔ ان کے کپڑوں
پر نجاست لگ جاتی تو اُن کو اُس کو کاٹنا پڑتا تھا، پاکی کا کوئی
طریقہ نہیں تھا ان کے پاس، اور توبہ کیلئے جان کی قربانی
دینی پڑتی تھی۔ تو اللہ نے فرمایا کہ جیسے تو نے پہلی قوموں پر
بھاری بوجھ رکھا تھا وہ بوجھ تو ہم پر نہ رکھنا۔ اور جب ہم
یہ دُعا کرتے ہیں اور اللہ کی بتائی ہوئی دُعا کرتے ہیں، تو
دَراصل وہ دُعا ہمارے لئے خوشخبری ہو جاتی ہے کہ اللہ نے

Marfat.com

ہم پر یہ کرم کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی اُمت کو پچاس (۵۰) نمازوں سے کم کرکے معراج شریف میں پانچ (۵) نمازیں عطا کردیں ۔ ان کے لئے پاکی کا غُسل جو تھا وہ کئی دنوں کا تھا ۔کئی دفعہ نہانا پڑتا تھا ، ہمارے ہاں ایک ہی دفعہ نہانا ہوتا ہے ۔

پہلی آیت میں تو اطاعت گزاری کا ذکر تھا : امن الرسول بما انزل...... وکتبه ورسله : اور اب وجہِ اطاعت کا ذکر ہے ۔ اطاعت اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ خود ہی اتنا خیال رکھنے والا ہے کہ ہماری بساط سے زیادہ ہم پر بوجھ نہیں ڈالتا ۔ جس ربّ نے اتنا کرم کیا ہے کہ صرف قابلِ برداشت بوجھ ڈالا ، اس کی اطاعت نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی ۔ تو ہم اس پچھلی آیت میں ایمان اور اطاعت کا سبق سیکھتے ہیں ۔ پہلے اطاعت کا ذکر، اور اب یہ کہ ان پر کیوں مزید فضل کیا گیا ۔ اس لئے کہ وہ یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ ربّ کی طرف سے جو کچھ ہے وہ عین ہمارے لئے مناسب ہے ، اس میں ہمارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہے، اور کوئی بوجھ نہیں ہے ، اور ہمارے ساتھ رعایت برتی گئی ہے، جو پچھلی اُمتوں کے ساتھ جو سزائیں تھیں ان میں بہت

ہی تخفیف ہو چکی ہے ، اور پہلے اطاعت کا ذکر تھا، اَب اس اطمینان کا ذکر ہے کہ اس کے تمام احکامات قابلِ عمل ہیں ۔

آپ کو میں نے پچھلی ۲۸۵ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ کچھ صحابہ کرام : وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ : خوفزدہ ہو گئے کہ عمل پہ تو ہمارا اختیار ہے، لیکن دل کی سوچ پہ تو نہیں ہے۔ تو اس کی پکڑ ہو گی تو ہماری نجات کیسے ہو گی ، تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ :تم کیا بنی اسرائیل کی طرح ہونا چاہتے ہو کہ ہاں ہم نے سُن لیا، ہم اطاعت نہیں کریں گے ۔ تو مومنین نے کہا کہ نہیں ہم توبہ کرتے ہیں ، ہم نے سُنا اور ہم اطاعت کرتے ہیں : قالو سمعنا واطعنا : تو ایسے لوگوں کی تالیف کیلئے پہلے جو احکام دیئے گئے کہ جو کچھ تم کرتے ہو، سوچتے ہو، خفیہ یا ظاہری طور پہ اسکا حساب ہوگا تو اللہ ان کی تسکین کے لئے اس رعایت کا اعلان کرتا ہے ۔ جو چیز تمہارے بس میں نہیں ہے اس کی سزا تمہیں نہیں ملے گی ۔ دل کی سوچ جو ہے وہ تمہارے بس میں نہیں ہے اگر تم نے اپنے نفس پر قابو پالیا تمہارے نفس نے تمہیں کتنا ہی مجبور کیا اس کی پکڑ نہیں ہے ۔

Marfat.com

یہ جو جملہ ہے : لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا : یہ مومنین کا جملہ ہے۔ یہ ان کا کلام ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ لیکن اللہ کا کرم یہ ہے کہ اس نے اس کو اپنے کلامِ پاک کا حصّہ بنا دیا اور یہ بہت ساری ایسی مثالوں میں سے ہے، جس میں صحابہ کرام کے سوالات یا ان کے کلام کو کلامِ پاک کا حصّہ بنا دیا گیا، جیسے اسی میں : قالو سمعنا و اطعنا : انہوں نے کہا اور اس کو قرآن کا حصّہ بنا دیا گیا۔
عام اصطلاح میں تکلیف دکھ درد اور مشقّت کو کہتے ہیں، لیکن شریعت میں کسی کے ذمّے کچھ کام کر دینے کو تکلیف کہتے ہیں، اور جس پر یہ تکلیف صادر کی جاتی ہے، وہ مکلّف ہوتا ہے، جس پہ نہیں ہوتی وہ غیر مکلّف ہوتا ہے۔ جُھد جو ہے وہ مشکل کام ہے مگر طاقت کے اندر۔ تو : الا وسعھا : تو اس ذات کے لئے، اس شخص کے لئے جو ممکن اور آسان ہو۔ اللہ نے صرف مشکل کام ہمارے ذمّے نہیں کیا، بلکہ ایک تو وہ کام جو ممکن ہو اور دوسرے اُس کا کرنا آسان ہو۔ تو وسعت امکان اور آسانی دونوں کا مفہوم ہے۔
اگر کسی نے کنواں کھودا ہے اور اِس پانی سے کسی اور نے وضو کیا ہے تو اس کا سارا ثواب اس وضو کرنے

Marfat.com

والے کو نہیں ہوگا وضو کرنے والے کو اپنا ثواب ہوگا، وضو کا پانی مہیا کرنے کا ثواب، وہ صدقہ جاریہ اس شخص کو ہوگا جس نے وہ کنواں کھدوایا ہے۔ یہ اللہ کے نزدیک ناممکن ہے کہ کسی ایک کی نیکی کسی دوسرے کو دے دی جائے، اور ایک کی برائی کسی دوسرے کے کھاتے میں ڈال دی جائے تو دوسرا یہ اللہ کا قانون ہے، اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

بھولنا جو ہے وہ اپنی کوتاہی سے بھی ہوسکتا ہے اور اتفاقاً بھی ہوسکتا ہے، اور کبھی دیر لگانے کو بھی بھول کر آدمی ایک وقت کی بجائے دوسرے وقت وہ کام کر دے۔ ظہر کی نماز اگر بھول گیا تو عصر کے ساتھ پڑھ لی، یا وقت پر زکوٰۃ دینا بھول گئے، یا وقت پر روزہ کھولنا بھول گئے۔ یہ سب بھی بھول کے ضمن میں آتا ہے جو بعد میں ادا کر دیا جاتا ہے۔ جیسے کہ اُدھار، اور اُدھار میں پیسے دیر سے ادا کئے جاتے ہیں۔ اور خطاء کیا ہے، غلطی یا چُوک جانا۔ دھوکہ سے گناہ کرلینا۔ جیسے روزہ یاد نہ رہا یا کُلّی میں پانی اُتر گیا۔ تو دعا جو ہے اے اللہ تعالیٰ! بھول چوک سے ہم سے جو خطا ہو اس خطا کے گناہ پر نہ دنیا میں ہماری پکڑ کرنا، نہ

Marfat.com

قبریں، نہ آخرت ہیں ۔ اس کی مختصراً تفسیر کیا ہوئی ۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ۔ اس کا نظام عمل جو ہے وہ انصاف کی بنیاد پہ ہے ۔ اس لئے کسی ممکن چیز پر اس نے کسی کو مکلّف نہیں کیا ۔ ہر شخص کے لئے اپنی نیکیاں اور اپنے گناہ ہیں ۔ مسلمان کو یہ بھی تلقین اللہ نے فرمائی کہ تم دُعا مانگو ۔ کہ اے ہمارے مولا! اگر ہم سے کوئی بھول چُوک ہو جائے تو آپ ہماری پکڑ نہ فرمانا ۔ اور اگر ہم نیکی کو بدی سمجھ کر چھوڑ دیں، یا بدی کو بھلائی سمجھ کر، کر ڈالیں تو آپ ہماری پکڑ نہ فرمائیں ہماری سوجھ بوجھ کی کمی کی وجہ سے ۔

اہلِ طریقت کو ایک تو ظاہری اعمال کے متعلق بیان کر دیا کہ وہ اس کی سکت سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالتا ۔ لیکن اس کی طریقت کی تفصیل یہ ہوگی کہ، اہلِ طریقت کیلئے ہر سالک کو سلوک پر کمال حاصل کرنا جو ہے اس کا فرض ہے ۔ سلوک میں داخل ہونے کے بعد بیعت ہو کر اپنی جگہ پر ٹھہر گئے، نہ کوئی عمل کرنا نہ ذکر کرنا، نہ وظیفہ پڑھنا یہ کفرانِ نعمت ہے ۔ ٹرین میں بیٹھ گئے اور زنجیر کھینچ کر رکھی تاکہ گاڑی چلنے نہ پائے ۔ اس کی اجازت نہیں ہے ۔ کمال

Marfat.com

کرنے کی جدوجہد۔ لیکن کسی کو اس کی صلاحیت سے زیادہ کمال حاصل کرنے کی اللہ تکلیف نہیں دیتا۔ کوئی عام درویش ہوتا ہے، کوئی ابدال ہوتا ہے، کوئی قطب ہوتا ہے، کوئی قلندر ہوتا ہے۔ لیکن ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے حساب سے کمال حاصل کرنے کی ذمّے داری ہوتی ہے۔

تو اہلِ طریقت یہ جو کسبِ کمال کی ذمے داری ہے وہ بقدرِ وسعت ہے۔ چنانچہ اس پر جو تجلیات نازل ہوتی ہیں اس کی استعداد کے مطابق نازل ہوتی ہیں۔ اور جو بقدرِ استعداد کمال ہوگا وہی نافع ہوگا۔ اور اہلِ طریقت کے لئے کیا گناہ ہے کہ وہ اپنی توجّہ اللہ کی طرف سے ہٹا کر مخلوق کی طرف کرے۔ اپنا توکّل، اپنی توقعات سب اللہ کے لئے رکھے۔ اور جو گناہ وہ خالق کے علاوہ مخلوق کی طرف توجہ کرکے کرے اسی حد تک اس پر گناہ ہوگا۔ اور ان کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ یہ دُعا مانگے، کہ: اے میرے رب! اگر ہم، جیسے وہاں لکھا ہے کہ خطا اور نسیان کی وجہ سے ہم سے کوئی خطا ہو جائے تو معاف کردے، تو اہلِ طریقت کو یہ دُعا مانگنی چاہیے کہ: اے رب! اگر ہم ظُلمتِ نفس کی وجہ سے تیرے عہد و پیمان کو بھول جائیں تو آپ پکڑ نہ فرمائیں، معاف فرمادیں۔

Marfat.com

اور ہم پر نفس کے ظلم و زیادتی کا بوجھ نہ ڈالیں۔ اس حصّے کے کچھ اصول ہوتے ہیں کچھ فائدے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ اللہ کسی کو ناممکن باتوں کی تکلیف نہیں دیتا۔ اور بقدرِ استطاعت احکام دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً ہمارے لئے یہ حکم ہے کہ: فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ: (سورۃ الجمعۃ آیت ۱۰) اللہ کا فضل، رزق تلاش کرو۔ درختوں پہ نہیں، بلکہ ہمیں اپنا رزق کمانا پڑتا ہے گھوم پھر کر اس کو حاصل کرنا پڑتا ہے۔ چوپایوں کو چلنا پڑتا ہے، مگر اپنا رزق کمانا نہیں پڑتا۔ چل پھر کر ان کا رزق ان کو مل جاتا ہے۔ درختوں کو نہ کمانا پڑتا ہے اور نہ چلنا پڑتا ہے، اللہ اس کو رزق وہیں دے دیتا ہے۔

اللہ ہر ایک کے لئے ناممکن باتوں کا حکم نہیں دیتا، اور بقدرِ استطاعت ارکان دیئے جاتے ہیں۔ اور درختوں کی کوئی پکڑ نہیں ہے کہ وہ حرام پانی پی رہے ہیں، یا چوری کا پانی پی رہے ہیں۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ پچھلی قوموں پر جو سخت احکام تھے مسلمانوں کے لئے نہیں ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگرچہ گناہ بلاقصد معاف ہو جاتا ہے، لیکن نیکی بلاقصد بھی نافع ہے۔ میں نے اپنے گھر کے باہر گیٹ پہ روشنی جلا

Marfat.com

دی کوئی شخص اس کی روشنی میں آ کے تلاوتِ کلام پاک کرے
تو اس کی تلاوت کا ثواب مجھے بھی ملے گا۔ میں نے لائٹ
جب جلائی تھی تو میرا یہ قصد نہیں تھا کہ اس کے نیچے لوگ
بیٹھیں گے اور تلاوت کریں گے۔ میں نے یہ زمین صاف
کرائی اس وقت میرا یہ قصد نہیں تھا کہ لوگ یہاں پہ نماز
پڑھیں گے لیکن نماز پڑھ لیتے ہیں، اس جگہ کو پاک کر دیا
ہے، تو لوگ وہاں نماز پڑھ لیتے ہیں تو اس کا ثواب مجھے ملے
گا۔ تو نیکی بلا قصد بھی نافع ہے۔ اگر اس روشنی میں کوئی چوری
کرتا ہے اس کا گناہ مجھے نہیں پہنچے گا اس لئے کہ میں نے
اس کا قصد نہیں کیا تھا کہ اس روشنی میں کوئی گناہ کرلے۔
لیکن اگر کوئی اس روشنی میں نیکی کرتا ہے تو اس کا ثواب
ہمیں ملتا ہے۔ چوتھا اُصول یہ ہوا کہ ربّ ہر طرح مسلمانوں
کو نوازنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس نے کلامِ پاک میں اپنوں سے
مانگنے کا طریقہ بھی بتا دیا کہ اس طرح ہم سے مانگو۔

تو یہ بھی اللہ کے نوازنے کا ایک طریقہ ہے، اسی
لئے انبیاء علیہم السلام اور بزرگانِ دین اللہ کی کتاب میں دی
ہوئی دُعاؤں کو اپنا وِرد بناتے تھے، وہی دعائیں کرتے ہیں،
ہمارے وظائف و اَوراد میں دُعائیں جو ہیں، وہ قرآنی دُعائیں

Marfat.com

ہیں ۔ تو مانگنے کا طریقہ بھی اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ :

سبحان ربک رب العزۃ عما یصیفون.....عالمین ٥ : پہلے اس کی تسبیح وتہلیل کریں ، پھر سرکارِ دو عالم ﷺ پر دُرود بھیجیں اور اس کے بعد اپنے گناہوں کا اعتراف کریں ۔

رب انی ظلمت نفسی ۔ رب ظلمنا انفسنا..... ظالمین ٥

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ٥ یہ ساری دعاؤں کے انداز یہ ہیں کہ اپنی خطا کا اظہار رب کی عظمت کا اظہار ۔ پانچواں اصول یہ کہ کسی کی نیکی بدی دوسروں کے حوالے نہ کی جائے گی ۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ میری اُمت کی بھول چوک کی سزا اُٹھالی گئی ۔ تو یہ حدیث جو ہے اس کی تفسیر ہے : ربنا لا تواخذنا..... اخطانا ۔ چھٹا اُصول یہ ہے کہ بھول چوک پر پکڑ ممکن ہے ۔ پچھلی قوموں پر اس کی پکڑ ہے لیکن اے مومنو! تمہارے لئے یہ معاف کردی گئی ہے ۔ ساتواں اُصول یہ ہے نسیان اور خطا کے حوالے سے کہ غیر مجتہد پہ اجتہاد فرض نہیں ہے ۔ جس شخص میں یہ صلاحیت نہ ہو کہ دینی مسئلے میں، شریعت کے معاملے میں اجتہاد کرسکے اگر وہ مجتہد نہیں ہے تو اس پہ اجتہاد فرض نہیں بلکہ اس پر تقلید ہے کہ وہ کسی امام کی تقلید کرے ،

Marfat.com

جیسے ہمارے امام ابُوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ہم تقلید کرتے ہیں ہم مُقلّد ہیں وہ اس لئے ہیں کہ ہم مجتہد ہیں۔ ہم میں اور وہابی میں کیا فرق ہے، کہ وہ غیر مجتہد ہوتے ہوئے بھی غیر مقلد ہیں، ان کو تقلید کرنا چاہیئے۔ ہم میں سے جو مجتہد نہیں ہے وہ مقلد ہے، تقلید کرتا ہے آئمہِ کرام کی۔ آٹھواں اصول یہ ہے کہ، خطاءً اجتہاد جو ہے وہ معاف ہے۔

اجتہاد کیا ہے؟ وہ ریسرچ ہے۔ آپ نے قرآن و حدیث میں ریسرچ کرکے ایک نیا فتویٰ دیا، اجتہاد کیا۔ اس میں اگر آپ سے غلطی ہوگئی ہے تو وہ معاف ہے اس لئے کہ وہ خطاً معاف ہے آپ نے اس میں اپنے علم کی بناء پر اجتہاد کیا، لیکن اگر وہ غلط ہوگیا تو اس کی معافی ہے۔ اس آیت سے کچھ مسائل کا بھی حل نکلتا ہے، مثلاً: آخرت میں بھول چوک معاف ہے۔ اس کا گناہ نہیں، لیکن احکامِ شرعیہ دُنیا کے اندر کئی معاف ہیں، اور کئی نہیں۔

روزہ میں بھول کر کھا پی لیا تو وہ معاف ہے، مگر نماز میں اگر کوئی شخص بھول کر بول دے تو، اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو گھر والے اتنے بے حس ہیں کہ اس کو نماز ہی میں کوئی نہ کوئی پیغام دے رہے ہوتے ہیں،

Marfat.com

کوئی بات کہہ رہے ہوتے ہیں، اگر اس کے منہ سے بھولے سے کچھ نکل گیا تو آخرت میں تو پکڑ نہیں ہے لیکن یہاں پر ہے کہ دوبارہ پھر نماز پڑھنی پڑے گی۔

لیکن اگر کسی نے بھول کر ذبیحہ پر بسم اللہ نہیں پڑھا تو اسکی معافی ہے۔ لیکن اگر خطأً کوئی گناہ ہو جائے تو معاف ہے۔ لیکن اگر خطأً قتل ہو جائے کسی کا دُنیا میں تو اس کا کُفّارہ دِیّت واجب ہے۔ بھول کر اگر بے وضو نماز پڑھ لی تو اللہ کے ہاں سزا نہیں ہے، لیکن دنیا میں وہ نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی وہ معاف نہیں ہوگی۔ وہ ادا نہیں ہوگی، اس لئے ہم قضائے عمری پڑھتے ہیں، پتہ نہیں کتنی بھُول چُوک سے ہماری نمازیں ضائع ہوگئی ہوں گی۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بھُول اگر اتفاقًا ہے عمدًا نہیں ہے، تو اس کی پکڑ نہیں ہے لیکن اگر وہ کوتاہی کی وجہ سے ہے، کہ نماز کا وقت ہوگیا اور اُٹھے نہیں باتیں کرتے رہے اور باتوں میں بھُول ہی گئے کہ نماز بھی پڑھنی ہے۔ اس کی پکڑ ہوگی۔ تو کوتاہی کی وجہ سے عمدًا جو ہے کوئی عمل آپ بھُول گئے تو اس کی پکڑ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ چاہے وہ خطأً ہو یا نسیانًا ہو بعض غلطیاں خطائیں جو ہیں، ان کی پکڑ ضرور

Marfat.com

ہوتی ہے وہ مثل زہر کے ہوتی ہیں ۔ انسان چاہے جان بوجھ
کے زہر کھائے یا غلطی سے زہر کھائے وہ تو ہلاکت کا باعث
ہوتا ہے ۔ اور بھول چوک سے ، مثلاً : طلاق جو ہے اگر بھول کر
بھی غیر ارادی طور پر بھی خطاً بھی کہہ دیا ۔ طلاق ، طلاق ، طلاق
تو طلاق ہوگئی ۔ اِسلام کے اندر تو نکاح یہ ہے کہ لڑکی اپنے
کو پیش کرتی ہے کہ میں اپنے کو تمہارے نکاح میں دیتی ہوں
تم کو منظور ہے ، تو مَرد اگر کہہ دے کہ منظور ہے تو بُھول چوک
کر بھی اگر نکاح ہوگیا ہے تو وہ ہوگیا ہے ۔ اس کی معافی نہیں
ہے ۔ اگر مذاقاً بھی یہ کہہ دیا تو نکاح ہوگیا ، اس کی پھر پکڑ ہے۔
اسی طرح سے طلاق ، نِکاح ، بیع ، اجارہ ، حبہ اور اکوت ان سب
پر پابندی ہے اس میں کوئی غلطی سے ہوگیا ، بُھول سے ہوگیا ،
کی گنجائش نہیں ہے ۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگ اسے مذاق
بنالیں ، نِکاح اور طلاق کو تجارت اور ایگریمینٹ کو ، حبہ کو اسی
وجہ سے آپ نے جان بُوجھ کر کیا یا غلطی سے کر دیا جو ہوگیا ،
سو ہوگیا ۔ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ شریعت کے احکام یا بندوں
کے حقوق جو ہیں حقوق العباد جو ہیں وہ بُھول چوک سے
معاف نہیں ہوتے ، اگر نماز نہیں پڑھی تو نماز معاف نہیں
ہوگی ، اس کی قضا پڑھنی پڑے گی ۔ قرض لے کر آپ بھول

Marfat.com

گئے تو معاف نہیں ہوگا۔ وہ بہر حال آپ پر واجب الادا ہے۔

پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ تمام چیزوں کا حساب کتاب ہوگا:

کسبت اوما اکتسبت : نیکیاں اور برائیاں جو آپ کمائیں گے۔ اس سے وہ اعمال مراد ہیں جو شرعاً معتبر ہیں۔ مثلاً مومن کی نیکیاں تو معتبر ہیں، کافر کی نیکیاں معتبر نہیں ہیں، تو کافر کی نیکیاں جو ہیں اس کا ثواب نہیں ملے گا اِس کا صِلہ دنیا ہی میں اللہ دے دیتا ہے۔ اِسی طرح بچّہ ہے دیوانہ اس کے گناہ معتبر نہیں ہیں، اس لئے کہ وہ غیر مکلّف ہے۔ اور کافر کی نیکی بے وضو نماز کی طرح سے ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

میں نے تھوڑے بہت جملے آپ کو عرض کئے تھے، طریقت کے اُوپر۔ اس کی صوفیانہ تفسیر یہ ہوگی، اس آخری آیت (سورۂ بقرہ) کی' اس حصّے کی کہ دنیا جو ہے آخرت کا نمونہ ہے، اور حجّ پر جانے کے مختلف طریقے ہیں۔ اگر فرض ہے تو پیدل جانا ہے، یا سواری پر جانا ہے، اُونٹ پر' گھوڑی پر، خچر پر، یا ریل سے جانا ہے، ہوائی جہاز سے جانا ہے، یا بحری جہاز سے جانا ہے، منزل ایک ہی ہے، لیکن اس سفر کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اِس کے لئے اتنا

Marfat.com

ہی کافی ہے کہ وہ حج کی حسرت ساری زندگی اپنے ساتھ رکھے اور اسی حسرت کے ساتھ اِس دُنیا سے چلا جائے۔ اِسی طرح قُربِ الٰہی جو ہماری منزل ہے اِس کے راستے تو الگ الگ ہیں۔ شریعت ہے، طریقت ہے، معرفت ہے، لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جن میں استطاعت نہیں ہے۔ ان پر وہ راہِ سلوک فرض نہیں ہے۔ ان کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ربّ سے ملنے کی قربت کی حسرت لے کر کے ایمان سلامتی کے ساتھ اس دُنیا سے چلے جائیں۔ اور ہر ایک کے مختلف اسباب ہیں۔ کوئی تو اطاعت سے قریب ہونا ہے، اللہ کے احکامات کی فرمانبرداری کرنا ہے تو اللہ سے قریب ہوتا جاتا ہے۔ تو وہ تو پیدل، سوار ہے، یا گھُڑ سوار ہے، اور کوئی ارادت سے اُڑتا ہے وہ ہوائی جہاز سے حج پر جانے والے لوگ ہیں، کوئی تقویٰ کے قدم سے چلنا ہے، اور عشق کے پروں سے اُڑتا ہے۔ بہر حال ہر ایک کا سفر اِس کے حسبِ توفیق ہے، انشاء اللہ تعالیٰ پہنچے کا تو ہر کوئی۔

ان مسافروں سے اللہ کا خِطاب ہے کہ اے راہروانِ عشق! تم اپنی کوشش میں کمی نہ کرو: سمعنا واطعنا: اس منزلِ عشق کو اپنے مقصد و ملجا بناؤ اور اس کے لئے

Marfat.com

کوشش کرو۔ جس قابل بھی ہو تم سفر کے لئے چل پڑو، چاہے پیدل ہو، چاہے سواری پر، چاہے دوڑتے ہوئے جاؤ، اور کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں دیا جائے گا۔ جس میں صرف یہی سانس ہے کہ وہ اطاعت اور تقوے سے قدم آگے بڑھائے، اس کے لئے وہی راستہ ہوگا۔ جس میں پرواز کی طاقت ہوگی اس پر پرواز لازم ہوگی۔ تو تمہاری جیسی کوشش ہوگی ویسی ہی تمہیں کامیابی ہوگی۔ اور یہ راستہ کٹھن ہے۔ عشق الٰہی کا راستہ اور منزل دور ہے۔ اس لئے تم رب سے دُعا مانگا کرو۔ اے رب! اگر ہم راستہ بھول جائیں اگر ہمارا نفس ہمیں راستے سے بھٹکا دے تو ہم کو بھٹکنے نہ دینا ہماری خطا معاف کردینا اور دوبارہ ہمیں منزل کی طرف اپنے سفر پر ڈال دینا۔ اگر ہم راستہ بھول جائیں یا شرارتِ نفس سے کبھی شیطانی گلی میں چلے جائیں تو آپ ہماری پکڑ نہ کریں۔ اے رب اس سفرِ عشق میں ہمیں ہلکا پھلکا رکھنا۔ تاکہ سفر آسان ہو جائے اور اپنی رحمت سے، ہم پر پڑے، گناہوں کا بوجھ ہمارے کاندھوں سے اٹھالے۔ اس راستے پر چلانا بھی تیرا کام ہے اور پہنچانا بھی تیرا کام ہے۔

یہ دنیا ایک میلے کی طرح سے ہے۔ اور ہمارا کام

Marfat.com

صرف یہ ہے کہ میلے میں اتنی دیر ٹھہریں جتنا اپنی ضروریات کی خرید و فروخت ضروری ہے۔ اپنے آپ کو وہاں پر نمائش بین کی طرح، بچوں کی طرح ضد کر کے کھیل تماشے میں نادان بچوں کی طرح میلے میں، بہک نہ جائیں۔ یہ نہ ہو کہ بڑوں کا ہاتھ ہم سے چھوٹ جائے، اور ہم میلے میں گم ہوجائیں۔ ہاتھ ہم پکڑے رہیں اپنے مرشد کا تاکہ ہم اپنی منزل تک پہنچ جائیں ہمارے وارث کون ہیں؟ انبیائے کرام اور اولیائے کرام۔ اگر ہم ان کا دامن تھامے رہیں گے تو ہم میلے میں گم نہیں ہوں گے۔ ہم بہک نہیں سکیں گے، اور اگر یہ دامن کہیں ظلماتِ نفس کی وجہ سے چھوٹ گیا تو پھر ہمیں پتہ نہیں کہ ہم بھاگ کر کہاں پہنچیں۔ یہ اس دنیا کے میلے کا نظارہ کرنے پر کوئی پکڑ نہیں ہے۔ سودا بے شک خریدیں لیکن شیخ کا دامن نہ چھوڑیں۔ اگر اس نے اپنی انگلی ہمارے ہاتھوں میں تھما دی تو وہ ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

اور اے میرے رب! اگر بھول چوک سے کبھی یہ دامن ہمارے ہاتھ سے چھوٹ جائے تو تو ہمیں معافی دے دینا۔ ہمیں دوبارہ ہمارے شیخ سے ملا دینا۔ اور ان کی دستگیری میں ہمیں منزل تک پہنچا دینا۔ ہمیں پھر ہمارے وارث سے

Marfat.com

ملا دینا، ہمارے شیخ، ہمارے مرشدؒ ہی تو ہمارے حقیقی وارث ہیں، اُن سے ہمیں دُور نہ کرنا۔ ان سے ہمیں دُور نہ رہنے دینا۔ اور ہمیں ہمارے وارث سے ملا دینا۔ اس لئے کہ جو وارث سے چھُوٹا وہ لاوارث ہوگیا۔ جو لاوارث ہوا وہ ظالم کے پنجے میں چلا گیا، اِس لئے کہ ہمارے حضور، ہمارے آقا، ہمارے محسن، ہمارے مُرشد، شاہ شاہاںؒ شاہ افضل سرکار رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں جنہوں نے ایک مرشد کو چھوڑا، دوسرے کو پکڑ لیا، دوسرے کو چھوڑا تیسرے کو پکڑا، آزماتے رہتے ہیں۔ اور یہاں تک پہنچتے پہنچتے اپنے اصلی مُرشد یعنی شیطان کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم پہ فضل و کرم فرمائے۔ اور ہماری بھُول چوک کو معاف فرمائے۔ اور نفس کے، اور شیطان کے بہکاوئے سے بچائے۔ اور ہماری بستیوں کو قائم رکھے۔ ان بستیوں کو اپنے حبیب کے فضل و کرم کا ذریعہ بنائے، اور اپنی مغفرت سے اور رحمت سے نوازے۔

آمین

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ہ

Marfat.com

پَارَۃ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ

اٰیت نمبر : ۲۸۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

دوسرا اور آخری حصّہ

آیت ۲۸۶ کے پہلے حصّے کی تفسیر پچھلی نشست میں بیان کرچکا ہوں، آج اس کے دوسرے حصّے کی بیان کروں گا۔: ربنا ولا تحملنا..... کافرین ٥ : اس آیتِ مبارکہ کے پہلے حصّے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ: اللہ کبھی بھی اپنے بندوں پہ کسی ناممکن بات کا بوجھ نہیں ڈالتا : لایکلف اللہ ..... وسعھا : اور وہ لوگ جو کچھ کماتے ہیں نیکی، وہ ان کے ساتھ رہے گی، وہاں پر اَجر ملے گا۔ : وعلیھا ماکسبت : اور جو کچھ بُرائی کی ہے، جو گناہ کیا ہے، اسکی سزا وغیرہ، اگر اللہ نے

معاف نہ فرمایا تو وہ بھی اُنہیں کے ذمّے ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کو کچھ دُعائیں سکھائیں : ربنا لا تواخذنا..... اخطانا : انسان کمزور ہے اس سے خطا بھی ہو جاتی ہے اس سے بھول چوک بھی ہو جاتی ہے تو اللہ نے ہمیں یہ دُعا سکھائی کہ ہم اس سے یہ عاجزی کے ساتھ درخواست کریں کہ اے میرے ربّ اگر ہم سے بھول چُوک ہو جائے، کوئی خطا ہو جائے تو آپ اس کی پکڑ نہ کریں، ہمیں معاف فرما دیں، ہمیں کمزور سمجھتے ہوئے : ربنا ولا تحمل علینا..... قبلنا : اور اے میرے ربّ ہم پہ وہ بوجھ آپ نہ ڈالیں، جو بوجھ ہم سے پہلی قوموں پر آپ نے ڈالا تھا۔

بنی اسرائیل کے لئے پچاس نمازیں تھیں، پاکی کے لئے کپڑے کو اور چمڑے کو کاٹ ڈالنا پڑتا تھا، شرعی غسل پانچ پانچ چھ چھ دفعہ کرنے پڑتے تھے۔ کئی دفعہ کرنے پڑتے تھے، تو اس مشکل بوجھ سے ہمیں تو معاف رکھنا اور ہم پر نہ ڈالنا؛ اور اللہ نے جب یہ دُعا ہمیں عطا فرمائی نبی کریم ﷺ کو تو ساتھ ساتھ یہ نوید بھی ہو گئی کہ دُعا قبول ہو گئی۔

اَب اِس کا اگلا حصہ ہے : ربنا ولا تحملنا : اے میرے ربّ : مالا طاقۃ لنا بہ : اسے حمل کہتے ہیں کسی پہ بوجھ ڈال

Marfat.com

دینے کو اور تحمّل اُسی حمل سے بنا ہے وہ یہ ہے کہ کسی کو کہہ دے کہ یہ بوجھ تم خُود اُٹھاؤ۔ یعنی ایک تو بھاری چیز آپ کے سَر پہ رکھ دی وہ آسان کام ہے کہ کسی نے اُٹھا کے سَر پہ رکھ دیا اس کو، اُٹھانے کی مشقّت نہیں کرنی ہوگی۔ لیکن ایک بہت بھاری صندوق ہے اور اگر ہمیں کہا جائے کہ خود ہی اٹھاؤ تو شاید ہم اسے اٹھا ہی نہ پائیں۔ سر پہ رکھ کے شاید ہی دو قدم چل سکیں۔ تو یہ ہے: ربنا ولا تحملنا: اے میرے رب! ہم پہ وہ بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے باہر ہے۔

مالاطاقۃ لنابہ: اس کے اٹھانے کی طاقت ہم پہ نہ ڈال۔ اللہ کے عذاب اور سزا کو برداشت کرنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے، ہمیں جہنم کی آگ کے عذاب سے بچالینا: واعف عنا: ہمیں تو معاف کر دینا یعنی ہم سے جو خطائیں ہوئی ہیں ان کو تو معاف کر دینا، اس کی سزا ہمیں نہ دینا: واغفرلنا بخش دینا۔ غفر کا مطلب ہے ڈھانپ لینا۔ تو اللہ جب سزا نہیں دیتا، جہنم میں نہیں ڈالتا تو پھر رسوائی سے بچالیتا ہے۔ وہ عیبوں پہ پردہ کر دیتا ہے۔ تو اے میرے رب! تو معافیاں دینے والا ہے، ہمیں تُو معاف فرما اور تُو ہمیں بخش دے۔

وارحمنا : اور ہم پر رحم فرما ۔ رحم کیا ہے ؟ کہ تھوڑی سی نیکیوں کو قبول کرلینا کہ اس سے ساری بُرائیاں اور گناہ جو ہیں، وہ ایک پلڑے میں ہوں اور کم نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوجائے، بہ نسبت بہت زیادہ گناہ کے تو یہ ہے رحم : انت مولنا : آپ ہمارے والی وارث ہیں، ہمارے متولّی ہیں، ہمارے نگہبان ہیں : فانصرنا علی القوم الکافرین کافروں کی جو جماعت ہے، جو شیاطین ہیں، جو ہمارا نفسِ امارہ ہے، اس کے شر سے ہمیں بچانا۔ اور ہمیں اس پر اپنی مدد سے غالب کرنا، تاکہ ہم مومن بنے رہیں۔ تو یہ مختصراً اس کا مفہوم ہے۔ آپ دیکھیں کہ اس ایک ہی آیت کے اندر تین دفعہ ربنا استعمال کیا گیا ہے : ربنا لا تواخذنا..... اخطانا : ربنا ولا تحمل...... قبلنا : ربنا ولا تحملنا..... لنا بہ : تو ربّ کی تکرار اس لئے ہے تاکہ ربّ کا کرم حاصل ہو۔

جب اللہ تعالیٰ کو آپ ربّ کہہ کر پکارتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ اب آپ ہی تو ہمارے پالنے والے ہیں، سب کچھ والی وارث آپ ہی ہیں۔ آپ ہم پر رحم کریں۔ تو اس وجہ سے یہاں اس آیتِ مبارکہ میں جو ربّ کی تکرار ہے ربّ کا کرم حاصل کرنے کے لئے۔ کہ حمل کا مطلب ہے لادنا، اور تحمل کا

اُٹھوانا ۔ اگر سر پہ بھاری بوجھ رکھ دیا جائے تو کہیں گے حمل ۔ اگر اسے کہا جائے کہ خود ہی یہ بوجھ اٹھاؤ یہ تحمیل ہے ۔ اس سے مطلب ہے کہ وہ سزائیں جو ہمیں اپنے کیے گئے گناہ کے سبب ملیں، یا وہ اعمال جو جہنم کا ذریعہ بنیں اس کیلئے، اللہ سے پناہ مانگی گئی ہے ۔

مالاطاقۃ : طاقت کیا ہے ؟ طاقت طوق سے ہے ، یا قوت سے ہے ۔ اس کا مطلب ہے قوت یا اطاعت اور : مالاطاقۃ لنابہ : کا مطلب ہے کہ نفس کے وسوسے سے ہمیں بچا، تو تحمیل کا مطلب ہوگا کہ اگر ہمارے نفس کے وسوسے کی وجہ سے ہم سے خطائیں ہو جاتی ہیں تو اس پہ آپ ہمیں معاف فرما دیں اور ہماری پکڑ نہ فرمائیں ۔

واعف عنا : عفو کا مطلب ہے، ہمیں معاف کر دینا ۔ اور مٹا دینا ۔ معافی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اس کو مٹا ہی دیا ۔ آپ کی اس برائی کو گناہ کو مٹا دیا ہے ۔ جُرم کا مِٹ جانا عفو ہے ۔ واغفر : غفر' سے ہے اس کا مطلب ہے چھپانا. غفر چھلکے کو بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اندر کے گودے کو چھپاتا ہے ۔ تو اصطلاحاً اس کا مطلب ہے بخشش یا عیب کو چھپانا غفر کا مطلب ہے عیب کو چھپا دینا ، بخشش کر دینا ، معاف

کر دینا ، نظر انداز کر دینا ۔ اور ارحمنا ، رحم سے ہے ،
اور مولٰنا گیا ہے ؟ انت مولٰنا : مولانا ولی سے ہے مطلب ہے مددگار ، مالک ، سیّد والی ۔ آپ ہی ہمارے تو والی ہیں ، ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں ۔ اور یہاں یہ : فانصرنا علی القوم الکافرین ۵ : اگر فانصرنا صرف آئے اور علیٰ نہ آئے تو اس کا مطلب ہے موافق مدد ۔ ہمارے حق میں جو ہماری مدد ہو رہی ہے ، اس کا ذکر ہے ۔ اور جہاں علیٰ آجائے ، علی القوم الکافرین : تو اِس کا مطلب ہے کہ وہ برخلاف مدد ہے ۔ تو اِن کافرین نفس یا شیطان کے خلاف ہماری مَدد فرمایئے ۔ یہ دونوں میں فرق ہے اگر فانصرنا صرف آئے تو اس کا مطلب ہے ہماری براہِ راست مدد ۔ ہمارے کام میں مدد ، ہماری عبادات میں مدد ، ہمارے جہاد میں مدد ، اور اگر کہیں علی القوم الکافرین ۵ : تو وہ مدد ہے ، جو کہ انسان ، نفس ، شیطان سے پناہ کے لئے ہے ۔

قوم کا مطلب ہے جماعت ، کافرین سے ۔ مطلب : یہاں پر انسان بھی ہو سکتے ہیں ، شیاطین بھی ہو سکتے ہیں ، نفس بھی ہو سکتے ہیں ۔ اور جب ہم یہ کہتے ہیں : انت مولٰنا ...... القوم الکافرین ۵ : تو ہم اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ :

Marfat.com

اے میرے ربّ ! ہم تو آپ کے بندے ہیں، آپ ہمارے مولا ہیں، آپ ہمارے والی ہیں، اور والی کا تو کام ہی یہ ہے کہ مشکل میں مدد کرنا۔ تو اِس مشکل میں جس میں ہم اس دنیا میں ہیں شیطان اور نفس کی دشمنی کا شکار ہیں۔ اس میں آپ ہماری مدد فرمائیے۔ اور مغفرت کیا ہے؟ کہ تختی صاف نہیں ہوئی بلکہ اس کو ڈھک دیا، دُنیا کی نظر سے، اور اس کی سزا نہیں دی۔ وہ صندوق میں تو ہیں، لیکن اُن کی سزا نہیں ملے گی۔ اور اس کو کسی دوسرے پہ ظاہر نہیں کیا گیا۔ تو اے میرے ربّ! ہمارے عیبوں کو چھپا! اور ہمیں رسوا مت کر۔ اور سب سے بڑی رسوائی کیا ہے؟ کہ اللہ کی ساری مخلوق کے سامنے مجُرم بن کے ہم پیش ہوں اور آگ میں ڈالے جائیں یہ سب سے بڑی رسوائی ہوگی، اِسی رسوائی کے لئے مغفرت مانگتے ہیں، اس سے بچنے کے لئے۔

اس میں اَب میں آپ کو کچھ مثالیں دوں گا۔ عفو، مغفرت اور رحم کے تصوّرات آپ پہ واضح ہوجائیں گے۔ پہلی بات یہ ہے کہ، گناہ پہ عذاب نہ دینا عفو ہے اور اس گناہ کو چھُپا لینا کہ کوئی طعنہ نہ دے، مغفرت ہے۔ اور آپ کی ناکافی عمل پہ عطائے ثواب جو ہے وہ رحمت ہے۔ مثلاً

Marfat.com

دینا، گناہوں کا عذاب نہ دینا، اس کی سزا نہ دینا وہ ہے عفو اور اس کو پھر چھپا لینا تاکہ کوئی طعنہ بھی نہ دے تو وہ مغفرت ہے۔ اور ثواب عطا کرنا جو ہے وہ رحمت ہے تو ہم اِس آخری دُعا میں سُورہِ بقرہ کی تین چیزیں مانگتے ہیں۔ رحمت، مغفرت اور عفو۔ اور رحمت جو ہے جسمانی اور روحانی دونوں ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ افعال کی معافی عفو ہے۔ اور اقوال کی مغفرت ہے۔ کم نیکیوں کو بھاری گناہ پر فوقیت دینا یہ رحمت ہے۔ تیسری مثال یہ ہے کہ سکراتِ موت سے بچالینا۔ موت کو آسان کر دینا۔ یہ عفو ہے۔ گناہ کی پہلی سزا کب ملتی ہے موت کے وقت، عالمِ سکرات میں، مُرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور تاریکیِٔ قبر سے بچانا قبر کو روشن کرنا اور کشادہ کر دینا یہ کیا ہے؟ یہ مغفرت ہے۔ اور قیامت کے دن جہنم کے خوف سے بچانا وہ رحمت ہے۔ چوتھی مثال یہ ہے کہ: سب بزرگوں نے دی ہے کہ سزا کو معاف کرنا۔ اور کبائر کو معاف کرنا مغفرت ہے۔ تھوڑی عبادت پر کامل عبات کا ثواب دینا رحمت ہے۔ پانچواں جو ہے عذابِ آخرت سے بچانا عفو ہے۔ دنیوی عذاب سے بچانا مغفرت ہے، اور کم اسباب والوں کو اپنے ثواب سے مالا مال کر دینا رحمت

ہے ۔ عفو، مغفرت اور رحمت کی بھی شکلیں ہیں ۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف فرما دے ، تو وہ عفو ہے ۔ اور بندوں کے حقوق معاف کرادینا وہ مغفرت ہے کہ ہماری نیکیاں اس کو دے دیں اور اس کا حق ہم پہ معاف کردیا ۔ اور جو ہماری تھوڑی بہت نیکی باقی بچ گئی ۔ اس کو اپنی رحمت سے اس کا پلہ بھاری کردیا ۔ تو روزِ قیامت حقوق اللہ کو معاف کردینا یہ عفو ہے ۔ حقوق العباد کو معاف کرا لینا اپنے کرم سے ، وہ مغفرت ہے ۔ اور جو ہماری اس معافی کے بعد جو تھوڑی بہت نیکیاں رہ جائیں ، انہی کو تو رب کے لئے کافی کردینا ، اور اس سے ہماری مغفرت کردینا ، جہنم سے نجات دلادینا ۔ اور جنت کے دروازے کھول دینا یہ رحمت ہے ۔

اللہ فرماتا ہے کہ ، جو صاحبانِ ایمان ہیں ۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو بدل دیتا ہے ، نیکی سے ۔ اس آیات کے کچھ فائدے ہیں ، کچھ اُصول اس سے بنتے ہیں ۔ اس میں آپ دیکھیں کہ یہاں پر کیا ہے ، ہم پوری جماعت کی طرف سے مومنین کی طرف سے دُعا مانگ رہے ہیں : ربنا لا تواخذنا ..... تحملنا : تو ہر جگہ جو ہے وہ پورا کا صیغہ ہے اس سے ایک اُصول یہ بنا کہ دُعا جو ہے وہ ہمیشہ جماعت کے ساتھ

Marfat.com

مانگنا چاہیئے، تاکہ جلد قبول ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ جماعت کے ساتھ مل کے دُعائیں مانگیں۔ جیسے نماز میں مانگتے ہیں، یا ختم شریف میں مانگتے ہیں، کیوں اسکی اتنی اہمیت ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اور اس لئے اگر کبھی اکیلے بھی دُعا مانگیں۔ تو سب کے لئے مانگیں، آپ اکیلے نماز پڑھ رہے ہیں، لیکن دُعا مانگتے ہیں: ربنا اٰتنا فی الدنیا...... النار.... ابرار: دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت میں ربنا کی تکرار سے پتہ چلا کہ دُعا میں بار بار ربنا کہنا بہتر ہے، کرم کی بھیک ملتی ہے، اور تیسری بات یہ کہ دینی حاجتیں، دنیاوی حاجتوں سے پہلے مانگیں۔

اس لئے کہ دُعا کا جو خاکہ ہے وہ یہ ہے کہ پہلے اللہ کی حمد و ثنا کرے، اس کے بعد سرکارِ دو عالم ﷺ پہ دُرود پڑھے، پھر تمام متقین کے لئے عاقبت مانگیں، اور پھر اس کے بعد اپنی دنیاوی حاجات۔ اس لئے عام طور سے دُعا میں پڑھا جاتا ہے الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین والعاقبۃ للمتقین ○ : تو سرکارِ دو عالم ﷺ تو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہیں۔ ہر وقت ہی ہماری دیکھ بھال کرتے ہیں، تو میں نے سوچا کہ کیا یہ میرا فرض نہیں ہے کہ میں صرف اس پہ اِکتفا

Marfat.com

کرلوں کہ جب اذان ہو، نماز ہو، تو ہم اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دُعا کریں۔ یہ دُعا تو مجھے ہر وقت کرنی چاہیئے۔ تو میں نے اپنا یہ طریقہ بنالیا ہے کہ فرض نماز کے بعد بھی دعا میں یہ دُعا کرتا ہوں : اللھم ات ن الوسیلہ : نفلوں کے بعد آخری دُعا میں بھی یہ مانگتا ہوں۔ اور ختمِ پاک میں بھی یہ دُعا مانگتا ہوں۔ تاکہ اس سے ہماری اُن سے وفاداری، اُن سے لگاؤ، محبّت کا اظہار' اللہ کے سامنے ہو کہ ہم اپنے لئے دعا مانگتے وقت' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کو ہم فراموش نہیں کرتے۔ تو دینی حاجتیں دنیاوی حاجتوں سے پہلے مانگیں۔ اس لئے کہ وہ مستقل رہنے کی جگہ ہے۔ چوتھی بات، اُصول یہ ہوا اس کا کہ گزشتہ لوگوں کے عذاب سے عبرت پکڑنا ضروری ہے :

ربنا ولاتحمل...... تبلنا : اِن پر جو عذاب آئے انہوں نے نافرمانیاں کیں۔ اس سے ہم نے عبرت پکڑی۔ اور اللہ سے ہم معافیاں مانگ رہے ہیں تاکہ اُن جیسا عذاب ہم پر نہ آئے۔ اور ان کے عذاب کا حوالہ دینا چاہیئے اللہ تعالیٰ سے مانگتے وقت۔ پانچواں اُصول یہ ہوا کہ پچھلے مقبولین اور مَردُودین دونوں کے حالات جاننا بہت فائدے مند ہے۔ کیوں؟ تاکہ مقبولین جیسے ہم عمل کریں تاکہ ہم بھی مقبولین میں شامل ہوجائیں

Marfat.com

اور مَردُودین کے اعمال سے بچیں۔ تاکہ امن میں رہیں۔

میں نے ابھی بتایا تھا کہ دُعاؤں کی چند قِسمیں ہیں۔

اکثر آپ نے وظائف کی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھا ہوگا، ماثورہ اسکا کیا مطلب ہے؟ دُعائے ماثورہ، وہ دُعائیں ہیں جِس کا اَثر ہوتا ہے جو با اَثر دُعائیں ہیں جن کے ساتھ اللہ نے اَثر دیا ہوا ہے اور یہ دُعائیں ہیں جو اللہ نے ہمیں سِکھائی ہیں۔ جیسے یہ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کی دعائیں ہیں، اور دوسری قِسم ماثورہ کی، وہ دُعائیں ہیں جو حدیثِ قدُسی اور الہام کے ذریعے سے، سَرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں مانگیں، کہ ایسے موقع پر یہ دُعا کرو وہ، جیسے وضو کی دُعا، مسجد میں داخل ہونے کی دُعا، بہت ساری دُعائیں ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دُعائیں ہیں جنہیں دُعائے ماثورہ کہتے ہیں۔ تیسری قِسم ماثورہ کی وہ دُعائیں ہیں جو انبیاء نے مانگیں اور کلامِ پاک نے ان کا حوالہ دیا۔ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظّٰلمین ۝ حضرت یونس علیہ السلام کی دُعا، اور ربنا ظلمنا انفسنا..... من خاسرین ۝: حضرت آدم علیہ السلام کی دُعا ہے۔ تو مختلف انبیاء کی دعائیں کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں، اور یہ تینوں قسمیں جو ہیں یہ دعائے ماثورہ کہلاتی ہیں۔ جو دُعائیں ان

تینوں قسموں میں نہیں آتیں، جن میں آپ اپنے الفاظ کہتے ہیں ان میں دُعا کا اثر نہیں ہوتا الفاظ کا اثر ہوتا ہے ۔ آپ جو مانگتے ہیں وہ اللہ کے پاس جاتا ہے اور اس کی مرضی ہے، قبول فرمائے نہ فرمائے، وہ الفاظ الگ الگ پیش کرتے ہیں۔ یہ جو دُعائے ماثورہ ہیں ان میں اللہ کی طرف سے نوید ہے ۔ کہ یہ اللہ قبول فرماتا ہے اس نے بتائی ہے کہ اس طرح مانگو۔

اِس کی صُوفیانہ تفسیر یہ ہے کہ انتہا کیا ہے ؟ انتہا جو ہے وہ اپنے ابتدا کی طرف لوٹتا ہے ۔ یہ دو جو آیات ہیں یہ زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے اللہ نے ایک کتاب میں لکھ رکھی تھیں ۔ اُس وقت تک کلامِ پاک بھی پورا نہیں لکھا تھا ۔ چنانچہ اس میں تعیّن ہوگیا ہمارا کہ: ہماری انتہا کیا ہے اور ہم اپنی ابتدا کی طرف واپس جائیں ۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے عرش و فرش بنائے، لوح و قلم بنائے، فرشتے بنائے، ہم سب کی رُوحیں بنائیں .: قالُوا بلیٰ : کا معاہدہ ہوا۔ پھر اس میں، زمین میں بیج ڈالا، بیج سے پودا پھُوٹا، پودے میں گیہوں کی بالیاں آئیں، گیہوں کی بالی سے آٹا بنا، آٹے سے خُون بنا، خون سے نطفہ بنا، نطفے سے علقہ بنا، علقے سے گوشت و ہڈی بنی، پھر اللہ نے اس میں رُوح پھونک دی۔

اس میں کوئی سوچ فکر نہیں تھی ، اللہ نے عقل و فہم دی۔
اس کے بعد ہدایت دی۔ اسکے بعد دُنیا میں بڑے ہوتے ہوئے
شعُور آیا ، تو ہمارے لئے شرلیعت بیان کردی۔ پھر اس کے
بعد اپنے قُرب کے لئے اس نے طریقت عطا فرما دی ، اِس
کے بعد ہم اُسی مٹّی میں چلے گئے۔ جس میں گیہوں کا دانہ بن
کے نِکلے تھے۔ اور اس کے بعد ہماری روح قیامت کے دن
اپنے ربّ کی طرف چلی جائے گی۔ تو ہر شخص کی انتہا کیا ہے؟
ہماری ابتدا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات۔ تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ :
اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ، کسی کا وجود نہیں۔ یہاں تک کہ
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور بھی نہیں تھا۔ تو سب کچھ اُس ذات
سے بنا ہے۔ تو انسان کی انتہا کیا ہے ، معراج کیا ہے؟ کہ وہ
اپنے اصل کی طرف لوٹے۔ ہم شرلیعت سے اس کے اطاعت
گزار بندے بن جائیں۔ اور طریقت سے ہم فَنا فِی الرّسُول ہو کر
فَنا فِی اللہ ہو جائیں اور اس طریقے سے اپنی ابتداء تک پہنچ
جائیں۔ ہر وجود کی انتہا کیا ہے؟ اپنی ابتداء ہی تو انتہا ہے ، تو
ابتداء کی طرف لوٹنے کا نام انتہا ہے۔ انسان مسافر تھا جِدھر
سے چلا ہے وہیں واپس جانا ہے۔

کما بدلا الخلق اللہ نوری : جس طرح سے پہلے شروع

Marfat.com

ہیں پیدا کیا ویسے ہی واپس لے جاؤں گا۔ اس سفر میں اسے کئی منزلوں میں ٹھہرنا پڑا۔ ہر منزل کے احکام جُدا جُدا تھے۔ اس میں اہم مقام ہیں، ایک مقامِ شریعت اور دوسرا مقامِ طریقت۔ اور بندے نے دونوں مقام کے لحاظ سے مدد مانگی: فانصرنا: پہلے مقامِ شریعت کے لئے کیا دُعا مانگی؟: ربنا لاتواخذنا..... قبلنا: شریعت میں ہم پہ زیادہ بوجھ نہ ڈالیں جیسے پہلی قوموں پر کیا۔ ایسا کریں کہ ہم آپ کے اطاعت گزار بندے رہ سکیں۔ اور اس کے بعد آخر میں دُعا مانگی طریقت کے لئے: ربنا ولاتحملنا..... لنابه: ہمیں وہ جہادِ طریقت میں وہ مجاہدے نہ دیں، وہ ذمے داریاں نہ دیں جو ہم اٹھا نہ سکیں۔ اگر کسی کو دَرویشی میں رہنے کی صلاحیت ہے تو اُسے درویش ہی رکھیں۔ کسی میں ابدال ہونے کی صلاحیت ہے تو قطب کی ذمّے داریاں نہ دیں۔ کسی میں قطب کی صلاحیت ہے تو اسے قطب بنا کر رکھیں، اسے غوث نہ بنائیں۔ تو اپنی ذات تک واپس آنے کے لئے جو راستہ ہے طریقت کا اس میں ہماری صلاحیت کے مطابق ہم پہ ذمّے داریاں ڈالیں۔ خدمات کی اور کشف و کرامات کی۔ تو اس آیت میں دَراصل دونوں کے لئے شریعت کے لئے بھی، اور طریقت کے لئے بھی دُعا مانگی گئی۔ اور

Marfat.com

شریعت کے لئے ترکِ سختی کی دُعا : ربنا ولا تحمل...... قبلنا : یہ شریعت کی سختی سے بچنے کی دُعا۔ اور طریقت کے لئے ناقابلِ برداشت احکام سے پناہ مانگیں : ربنا ولا تحملنا..... لنا به : اور منزلِ شریعت کی سختیوں سے بچاؤ اور طریقت میں ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادت کو، ناکافی ذکر کو، ناکافی مجاہدوں کو، ناکافی قیام الّیل کو، تُو قبول فرما۔ اور ہم پر ہجران اور محرومی کا بوجھ نہ ڈال۔ ہمارے افعال و صفات کی کوتاہیوں کو معاف فرما۔ اور اس وجود کے بعد ہمیں فنا کرکے ہمیں رحم عطا فرما۔ ہمارا اصل والی تو ہی ہے ہم تیرے آثارِ قدرت اور مظاہرِ صفات ہیں۔ اس لئے ہمیں کافر قوم سے یعنی نفس اور شیطان اور وہموں کے معاملے میں ہماری مدد فرما۔

ہم نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی کہ اے میرے ربّ ہماری قوّتِ روحانیہ کو استحکام عطا فرما۔ طاقت عطا فرما اور ہمیں قوّتِ جسمانیہ کے مظالم اور مخالفت سے ہماری مدد فرمائیں کہ شیطانی نفس کو غالب کرکے ہمیں آپ سے دُور نہ کر دے۔ جب میں نے سورۂ بقرہ کی تفسیر شُروع کی تھی، تو اِس کے کچھ بیان فضائل کئے تھے۔ اب ان دو آیات کے کچھ فضائل جو کہ سُورۂ بقرہ کے بھی فضائل ہیں وہ میں آپ کو

Marfat.com

بیان کردیتا ہوں۔ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات: اٰمن الرّسول: سے آخری آیت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج شریف میں عطا ہوئیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لامکان پہنچ کر یہ دعائیں مانگیں۔ دُرِّمنثور اور مشکوٰۃ شریف میں اس کا ذکر ہے۔ اللہ نے ارض و سماء کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ایک کتابِ خاص تحریر فرمائی اپنے دستِ قدرت سے، اس وقت لوح و قلم بھی نہ تھے تو یہ دو آیات اِس کا حصّہ ہیں۔ یہ ترمذی، اور نسائی میں بھی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دو آیات کو تم پڑھا کرو۔ میرے ربّ نے خصوصیت کے ساتھ عرش کے نیچے مجھے عطا کیں۔ یہ نعمت کسی اور نبی کو عطا نہیں ہوئی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے حوالے کردی ہے! یہ نعمت! حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: "جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پہنچے تو آپ کو تین چیزیں عطا ہوئیں: ① پانچ نمازیں، ② یہ دو آیات، اور ③ ہر مومن کی بخشش"۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ یہ دو آیات عرش کا خزانہ ہیں۔ اسے خود بھی سیکھو اور بچّوں کو بھی سکھاؤ"۔ اکثر لوگ باقاعدہ اس کو نمازمیں دُعا کا حصّہ بناتے ہیں: ربنالاتواخذنا.....کافرین:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ یہ عرش کا خزانہ ہے اسے خود بھی سیکھو اور بچوں کو بھی سکھاؤ۔ یہ صلوٰۃ ہے، یہ قرآنی دُعائیں ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ: وہ بڑا بے وقوف ہے جو سوتے وقت یہ آیات نہ پڑھے" اور حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: "جو نماز عشاء کے بعد سورۂ بقرہ کی آخری آیات پڑھے اسے تمام رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے" سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "جو سوتے ہوئے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھ لیا کرے، اسے شیطان اور دیگر آفات سے پناہ ملے گی۔ اور تمام رات عبادت کا ثواب ملے گا" یہ مُسلم، صحیح بُخاری اور خازن میں بھی ہے۔

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"ایک دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں تھے کہ اچانک اوپر سے سخت آواز آئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا: یا رسُول اللہ صلی اللہ علیک اِس وقت آسمان کا دروازہ کھُلا ہے، جو کبھی نہ کھُلا تھا ابھی حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ کہہ ہی رہے تھے کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ کو دو نُوروں کی مُبارک باد دینے آیا ہوں جو آپ کو عطا ہُوئے۔ ایک تو سورہ فاتحہ اور دوسرا سورۂ بقرہ کی آخری دو

آیات "۔ اس کے پڑھنے والے کی ہر تمنا پوری ہوگی۔ سُورۂ بقرہ ختم کرکے آمین کہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ :"فرشتے بھی اِن آیات کے بعد آمین کہتے ہیں"۔ جس طرح سے سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہا جاتا ہے اِسی طرح سے اِن دو آیات کے بعد بھی آمین کہنا چاہیئے، اور اگر میت کے سرہانے سُورۂ بقرہ کا پہلا رکوع اور پائنتی طرف آخری رکوع تلاوت کریں تو اہلِ قبر کو اس سے راحت نصیب ہوگی۔ جس گھر میں سُورۂ بقرہ پڑھی جائے گی، اس میں تین دن تک شیطان نہیں آئے گا۔ تو اگر شیطان سے نجات حاصل کرنا ہو تو ہر تین دن کے بعد سورۂ بقرہ پڑھ لیا کریں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے عظیم صحابی تھے، بڑے تصرفات تھے ان کے، فرماتے ہیں کہ: "ایک دفعہ انہوں نے شیطان کو قید کرلیا۔ اس نے کہا کہ : اگر آپ مجھے چھوڑ دیں، اور اِس قید سے رہائی دے دیں تو میں آپ کو بہت عمدہ عمل بتاؤں گا۔ وہ یہ کہ : جو اللہ تعالےٰ کے ہاں بہت مقبول ہے۔ اور کہا کہ اگر کوئی انسان رات کو سورۂ بقرہ کی آخری آیات پڑھ لیا کرے تو شیطانوں میں سے کوئی اس گھر میں رات بھر نہیں جاسکتا"۔ تہجد گزار حضرات کو مشورہ ہے کہ بعد تہجّد سُورۂ بقرہ کا آخری رکوع،

Marfat.com

اور سورۂ آلِ عمران کی آخری آیاتؒ : لاتخلف المیعاد : تک یعنی :
ان فی خلق السموٰت : سے لیکر : لاتخلف المیعاد : تک پڑھیں۔ اور
مالک پر دھیان رکھیں انشاء اللہ اُس تہجد میں بہت زیادہ خشوع
اور خضوع حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت ہی احسان اور کرم ہے
کہ اس نے ہمیں توفیق دی۔ کہ ہم ظاہری اور باطنی طور پر سُورۂ
بقرہ کی تلاوت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس پر عمل کر
سکیں۔ ہم شریعت کی پابندی کریں، اور طریقت میں اپنے
مُرشد پاک رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں اس پر گامزن رہیں اور ہم بھی
انتہا کو پہنچ کر اپنی ابتداء تک پہنچ جائیں، اور ہماری بھی نجات
ہو اور نجات کیا ہے؟ وہ وصلِ الٰہی ہے، فنا فی اللہ ہونا ہے
اللہ اس کو اپنی بارگاہِ عالی میں قبول فرمائے اور اِسکا ثواب
سرکارِ دوعالم احمد مجتبٰے محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی کے لئے
منظور ومقبول فرمائے۔ ان کے وسیلۂ جلیلہ سے اس کا ثواب
تمام انبیائے کرام علیہم السّلام، والدینِ کریمینؓ حضور سیّدِ عالمؐ
اُمہّات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا، صحابہِ کرام، اہلِ بیتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم،
آلِ نبی، وشہدائے کربلا علیہم الرحمۃ والرضوان، صدّیقین، اولیائے کرامؒ
کو فرداً فرداً عطا فرمائے۔ خصوصاً اس کا ثواب ہمارے آقا

Marfat.com

ومولیٰ پیران پیر دستگیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو سرتاجُ الاولیاء ہیں، اوران کے تمام آل اولاد اور بزرگانِ سلسلہ، اور تمام خواجگانِ چشت اہل بہشت، جن کی نگاہ کرم ہم پر ہے اور خصوصاً ہمارے مُرشدِ پاک حضرت شاہ محمد عارف صاحب جن کے فیض سے ہمیں یہ نورانی بصیرت عطا ہوئی، اور ہمارے آقا قطب عالم غوث زماں شاہ شاہاں فنا فی اللہ بقا باللہ، فقیرِ بے بدل، بے مثل، بے نظیر، حضرت شاہ محمد افضل سرکار کی رُوحِ پاک کو اسکا ثواب ملے۔ انہوں نے اپنے اس عاجز گنہ گار اور غلام کو حکم فرمایا کہ یہ علم دین کے درس کا سلسلہ میں شروع کروں، اور انکی نگاہِ کرم سے ان کی توجّہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ باطنی بصیرت عطا فرمائی، جس کی مدد سے میں اس فرض کو ادا کرسکا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اِس میں جو خامیاں اور کوتاہیاں ہیں اسے معاف فرمائے اور اسے اپنی بارگاہِ عالی میں قبول فرمائے۔آمین۔ اس سلسلے میں جتنے لوگوں نے جو مدد کی ہے یا اس میں حصّہ لیا ہے،خصوصًا آج تبرّک تقسیم کرنے کے لئے، اللہ اس کو قبول فرمائے اور اس کو وسیلہ بنا دے ان کی راہِ نجات

Marfat.com

کا اور ان کی تمام مشکلات کو دور فرما دے۔ اور وہ راضی ہو جائے اُن سے۔ اور آئندہ مشکلات سے محفوظ فرمائے۔

آمین

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَانَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا وقفۃ وَاغْفِرْ لَنَا وقفۃ وَارْحَمْنَا وقفۃ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ؏

وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین ۃ

Marfat.com

پَارَۃ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرَانَ

اٰیات نمبر : ۱ تا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاحَبِیْبَ اللّٰه

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لا اَلْحَیُّ
الْقَیُّوْمُ ﴿۲﴾ط نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ
التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ﴿۳﴾لا

اللہ ہے جس کے سوا کسی کی پُوجا نہیں ، آپ زندہ اوروں کا قائم رکھنے والا ﴿۲﴾ اُس نے تم پر یہ سچی کتاب اُتاری ، اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ، اور اس نے اس سے پہلے توریت اور انجیل اُتاری ﴿۳﴾

Marfat.com

میں نے سورۂ آلِ عمران کی ایک سے لے کر ۳ آیات کی تلاوت کی ہے ۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر پچھلی مجلس میں مکمل کر چکے ہیں ۔ سورۂ بقرہ کی آخری آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ دُعا سکھائی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اور اس کے کرم و احسان کا ذکر ہے ۔ اور وہ دعائیہ الفاظ میں ہے ۔ اور اللہ کی طرف سے یہ اعلانِ کرم ہے کہ : اللہ تعالیٰ کسی پہ اس کی وسعت، و گنجائش سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور ہر شخص کے لئے وہ نیکیاں ہیں جو اس نے کمائی کی ہیں اور اس کی برائیاں ہیں جو اس سے سرزد ہوئی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دُعا سکھائی ہے کہ : اے ہمارے ربّ ! ہماری بھول چُوک اور خطا پہ ہماری پکڑ نہ کرنا اور ہم سے پہلے جو قومیں ، اُمّتیں گزری ہیں، ان جیسا بوجھ ہم پر نہ ڈالنا کہ جو ہمارے لئے قابلِ عمل نہ ہو ، ہماری کمزوریوں کی رعایت فرمانا ۔ ہمیں آپ ازراہِ کرم معاف کردیں تاکہ ہماری بُرائیاں صفحۂ کتاب سے ، حساب سے بھی خارج ہو جائیں ۔ ہمارے گناہوں کو ڈھانپ لینا اپنی مغفرت سے اور غفّاری سے اور ہم پر رحم فرمانا ۔ اور چونکہ آپ ہی ہمارے والی وارث ہیں ، لہٰذا ہمارے دین کے دشمنوں کے مقابلے میں ہمیں فتح عطا فرمانا ۔ جس طرح کافر جو ہیں وہ دین کے دشمن ہیں اِسی طرح سے ہماری

رُوح کا دشمن جو ہے وہ ہے، ہمارا نفس اور شیطان ۔ ہمیں اِن پر بھی غلبہ اور فتح عطا فرمانا۔

یہ جو سُورۃ تھی سورۂ بقرہ ۔ یہ اللہ کے اور اس کی کتاب کے ذکر سے شروع ہوئی تھی، مؤمنین اور متقین کے ذکر سے شروع ہوئی تھی ۔ اور اس میں توحید کا پیغام دیا گیا تھا ۔ جو اُس میں اجمالاً احکام دیئے گئے تھے، اَب اس کی تفصیل آلِ عمران میں ہے۔ یعنی عمران کا خاندان ۔ جس میں حضرت عمران علیہ السلام کی بیوی اُن کی بیٹی حضرت مریم علیہا السلام، اُن کے نواسے حضرت عیسٰی علیہ السلام ۔ یہ نام رکھ کے اللہ تعالیٰ نے توحید کے جو تائیدی عناصر ہیں ان کو مستحکم فرما دیا ہے، اور کہہ دیا ہے کہ: مریم اور عیسٰی علیہم السلام جو ہیں، اللہ کے شریک نہیں ہیں، اللہ کی بیوی اور بیٹیاں نہیں ہیں، بلکہ یہ تو عمران کا خاندان ہے ۔ تو اس طرح سے نصاریٰ کی تثلیث کی تردید اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔

توحید کی جو تصدیق ہے اُس کو سورۂ آلِ عمران میں مستحکم فرمایا ہے ۔ اور جو سورۂ بقرہ میں مقطعات تھے، وہی اس میں بھی ہیں ۔ الٓمّٓ : اس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے ۔ مختصراً یہ ہے کہ 'الف' سے مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اللہ، اور 'ل' سے مطلب ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام، اور 'م' سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

اللہ کی طرف سے قرآن نازل ہوا، جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے،
اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پیش ہوا۔

پھر اس کی دوسری آیت کیا ہے؟ وہی ہے جو کہ آیتُ الکُرسی کا حصّہ ہے : اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم : اور آیتُ الکُرسی کی تفسیر بھی میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ پہلی بات تو اللہ تعالیٰ نے جو فرمائی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبُود نہیں۔ کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ شرکت کے لئے رشتوں کے لئے ہم جِنسیت ضروری ہے۔ تو اللہ تو سب کا پالنے والا ہے، نہ اس کو بھوک لگتی ہے نہ وہ کسی کا محتاج ہے۔ تو حضرت عیسیٰ اور حضرت مَریم علیہا السلام کیسے اللہ کے شریک ہو سکتے ہیں۔ انکے ساتھ کیسے رشتہ بن سکتا تھا وہ تو ان کے محتاج تھے۔ اپنے رزق کے لئے، کھانے پینے کے لئے، زندگی موت کیلئے، تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

ھو الحی القیوم : وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ دوسری چیزوں کو اپنی مخلوق کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس نے دُنیا کو قائم کیا ہوا ہے، ارض و سماء کو قائم کیا ہُوا ہے۔ انسان کو قائم کیا ہُوا ہے۔ اپنی ربوبیت کے مظاہر سے۔ اور اس کو کسی نے قائم نہیں کیا۔ اس کے لا الہ الا اللہ کا سَب

سے بڑا ثبوت کیا ہے؟ کہ رَبّ، جو ہے وہ حَیُّ وقَیُّوم ہے۔ اس کی مخلوق کو موت آتی ہے، وہ ہمیشہ زندہ نہیں رہتی۔ ربّ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ اُس کی مخلوق ان کی محتاج ہے۔ چاہے وہ حضرت مریم علیہا السلام ہوں، چاہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں، چاہے ہم جیسے گنہگار، اس کی رَبُوبیت کے محتاج ہیں۔ زمین وآسمان اور پہاڑ اس کے محتاج ہیں۔ جب اس کی مرضی آئے گی، اور وقتِ مقررہ ہوگا تو یہ پہاڑ رُوئی کے گالوں کی طرح بکھر جائیں گے۔ تو حقیقی قیوّم اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ مجازی قیوّم بھی ہوتے ہیں، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ: "چاند، ستارے، سُورج نے آسمان کو قائم رکھا ہُوا ہے۔" اِسی طرح سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قیوّم ہیں: کہ ہماری روح کو قائم رکھا ہے، انہوں نے۔ رُوحانی غذا ہمیں عطا فرمائی ہے۔

بعض بزرگانِ دین نے فرمایا کہ: "اولیاء اللہ جو ہیں، وہ بھی قیوّمِ مجازی ہیں۔ اور ان میں بھی درجات ہیں، قیوّمِ اوّل اور قیوّمِ دوئم۔" خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف میں ہے کہ: "میری اُمّت میں چالیس (۴۰) ابدال ہوا کریں گے۔ جن کی دُعاؤں سے، اور جن کی برکت سے بارش ہوا کرے گی۔ مسلمان جنگوں میں فتح پایا کریں گے۔" اس طرح کی حدیثیں بھی

Marfat.com

ہیں۔ تو: اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ط: اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس لئے کہ اللہ کا شریک ہونے کے لئے اس کا ہم جنس ہونا ضروری ہے۔ ہم جنس تو کوئی ہے نہیں جس کو شریک کرتے ہیں مشرکین۔ اس لئے کہ وہ خود حیّ وقیوم ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور ہر ایک کو قائم رکھنے والا ہے۔

نزل علیك الکتاب با الحق: آپ پر میں نے کتاب اُتاری حق کے ساتھ سچی کتاب اتاری۔ میں حق ہوں، میری کتاب حق ہے اور آپ حق ہیں۔ جس کا حق اتارا وہ بھی حق ہی ہے، اور یہ کتاب کیا احسان کرتی ہے؟ یہ کتاب تو یہود ونصاریٰ پہ بھی احسان کرتی ہے، یہ کتاب پچھلی کتابوں، اور پچھلے انبیاء پر بھی احسان کرتی ہے، وہ احسان کرتی ہے تصدیق کا۔ اگر سرکار دوعالم ﷺ پر اُترا ہوا قُرآن پچھلی کتابوں اور پچھلے انبیاء کی تصدیق نہ کرتا، تو لوگ اُن کو بھول جاتے، کہ یہ بھی کبھی کوئی کتاب تھی۔ اس لئے کہ منسوخ اِس کی شریعت تو ہو ہی چکی ہے۔ لیکن: نزل علیك الکتاب بالحق ..... یدیہ: وہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، جو آپ کے آگے ہے، جو پہلے سے موجود ہے۔ تو جو پہلے سے کتابیں موجود ہیں، توریت وانجیل اس کی وہ تصدیق کرتی ہے۔ وہ تمام

انبیاء جو پہلے آچکے ہیں، اور جو کتابیں آچکی ہیں، انکے برحق ہونے کی تصدیق کرتی ہے، یہ کتاب۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے کتاب اتاری ہے۔

وانزل التوراۃ والانجیل: آپ نے دیکھا: بہت باریک نکتہ قرآن کے متعلق نَزَّلَ کا جملہ ہے۔ اس لئے کہ قرآن کتاب کی صورت میں نازل ہوا۔ قرآن آہستہ آہستہ نازل ہوا۔ قرآن پہلے سے موجود تھا، لوح محفوظ پر۔ تو اِس کے لئے نزل کا لفظ جاری کیا۔ انجیل اور توریت جو بیک وقت ایک خاص وقت میں، خاص جگہ پہ نازل ہوئیں۔ قرآن تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ جہاں بھی گئے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، غارِ حرا، یا خود اُن کا اپنا بستر، جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، وہیں پہ وہ قرآن نازل ہُوا۔ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں تھا کہ: ایک ہی وقت میں اترا ہو۔ اکٹھا نہیں ہوا، تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہوا۔

اللہ نے فرمایا ہے کہ: "ہم نے اس سے پہلے توریت اور اور انجیل بھی اتاری ہے۔" یہ کس حکمت کے تحت توریت، اور انجیل کا ذکر ہوا۔ اس لئے کہ عربوں میں بہت سارے ایسے تھے جو کہ انجیل اور توریت پہ ایمان رکھتے تھے، وہ ان سے بھی آشنا تھے۔ ویسے تو اللہ نے صحیفے نازل فرمائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر،

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام پر، حضرت شیث علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام پر، اور زبور کتاب نازل فرمائی حضرت داؤد علیہ السلام پر، اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا۔ صرف اس لئے کہ وہ اس سے ناآشنا تھے۔ ضرورت نہیں تھی۔ اللہ نے فرمایا: "میں ہی وہ رب ہوں جس کا کوئی شریک نہیں جس نے وہ کتاب نازل کی، تو میں ہی وہ رب ہوں جس نے قرآن نازل کیا۔ تو جو میرے قرآن پہ ایمان نہیں لائے گا، وہ کافر ہے۔ جس نے توریت اور انجیل میں، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے متعلق جو کچھ لکھا تھا جو ان کے حسن و جمال کے متعلق، جو ان کے خصائل اور اوصاف کے متعلق لکھا تھا، جس پر تم ایمان لاتے رہے ہو۔ لیکن اب تم اپنی جائیدادوں اور دوسرے قسم کے عیش، جو بادشاہوں نے دیئے ہیں، اس کی وجہ سے تم ایمان نہیں لاتے ہو تو تم کافر ہو۔ اس لئے کہ، میں نے تو اپنی تمام کتابوں میں پچھلی تمام کتابوں کی خبر دی تھی، اور قرآن کی اور اپنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت بھی تھی۔ قرآن میں تمام پچھلی کتابوں کی تصدیق ہے، بشارت کوئی نہیں، اس لئے کہ یہ نبی آخر الزماں ہیں، اور یہ تمہاری کتابیں ہوں گی، تم کو ان پہ ایمان لانا چاہیئے تھا۔ وہی وہ رب ہے جس نے توریت اور انجیل نازل کی وہی وہ رب ہے جس

Marfat.com

نے قرآن اتارا، پھر تمہارے رویّوں میں اختلاف کیوں ہے ؟

من قبل ھدی للناس وانزل الفرقان : قرآنِ پاک

نازل کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اِن کتابوں کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت پہنچائی تاکہ وہ صراطِ مستقیم پہ قائم رہیں ۔ اور قیامت کے دن سُرخرو رہیں ۔ اور یہ ہدایت جو تھی یہ فرقان تھی۔ یہ فَارِق تھی فرق کرنے والی تھی ۔ حق اور باطل میں، سچے اور جھوٹے میں، نبی اور جادوگر میں ۔ تو یہ : انزل الفرقان : وہ کتاب نازل فرمائی جو حق و باطل کی اور سچے جھوٹے کی ، اور جادوگر اور نبی کی، ان میں فرق پیدا کیا تاکہ عوام حق کی طرف جائیں ۔ سچوں کی طرف جائیں ان سے سچا راستہ سیکھیں اِس پر گامزن رہیں : ان الذین کفروا..... شدید ۂ : جو لوگ اِن کتابوں کے منکر ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے اُتاری ہیں ، آج جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم انجیل اور توریت مانتے ہیں ۔ وہ کافر ہیں، اس لئے کہ اس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کے مطابق، پیغمبرِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ، جو کچھ بھی لکھا گیا ہے اس میں وہ ایمان ہی نہیں لاتے ۔ تو ایمان کا تو حال یہ ہے کہ ایمان کو پورا بھرپور قبول کرنا پڑتا ہے ۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایمان کا ایک حصّہ آپ نہیں مانتے ۔ ایک حصّہ نہ مانا تو پورے بے ایمان

ہوئے۔ تو وہ لوگ جو کہ اللہ کی آیات نشانیاں اور بشارتیں ان سے انکار کرتے ہیں، ان کے لئے بہت شدید عذاب ہے۔ واللہ عزیز ذوانتقام : اللہ طاقتور بھی ہے، عزّت والا ہے : وللہ عزت جمیعا : ساری طاقتیں اور عزّت اللہ کے لئے ہے۔ جو لوگ اِس ایمان کے باغی ہیں، اُس کو سزا دینے کی بھی طاقت ہے۔ وہ اپنے باغیوں سے اِنتقام لے سکتا ہے ان کو سزا دے سکتا ہے۔ وہ اگر کہتے ہیں کہ جہنم میں کیوں جائیں گے؟ تو ایک چھوٹا سا بادشاہ ہے، کوئی جھٹکے سے آیا کوئی بے ایمانی سے آیا، اور کوئی تین سال کے بعد روانہ کردیا گیا۔ وہ جو عارضی ڈھائی، تین سال کا بادشاہ آتا ہے اِس ملک میں، وہ بھی اپنی حکومت کے خلاف نہیں سُنتا اور اگر کوئی کچھ بولتا ہے اس کو، یا تو وہ اس کو پھانسی لگا دیتا ہے یا قید میں ڈال دیتا ہے۔ تو جو احکم الحاکمین ہے کیا اس کے ساتھ بغاوت کرنے والوں کو اس کی سزا نہیں ملنا چاہیئے۔ یہی انصاف ہے ہمارا کہ یہ جو عارضی دو، تین سال کے لئے بادشاہ آئے ہوئے ہیں، ان کے خلاف بغاوت کی سزا تو فوری ملے۔ اور جو احکم الحاکمین ہے، اس کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو آخری وقت تک مہلت دیتا ہے۔ کیونکہ جزا اور سزا اُسی کے

Marfat.com

ہاتھ میں ہے۔ اللہ فرماتا ہے : واللّٰہ عزیز ذو انتقام ٥ : یعنی: اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔

آلِ عمران میں دو سو (۲۰۰) آیات ہیں۔ تین ہزار چار سو اسّی (۳،۴۸۰) کلمات ہیں اور چودہ ہزار پانچ سو بیس (۱۴،۵۲۰) حروف ہیں۔ اور یہ سورۂ مبارکہ جو ہے۔ یہ توریت میں بھی تھی۔ اور توریت شریف میں اس کا نام طیبہ ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ کو اور سورۂ آلِ عمران کو زُہرہ دُہن کا لقب دیا تھا۔ زہرہ کہتے ہیں چمکنے والی چیز کو، تو یہ سورتیں روشنی والی ہیں۔ جو توحید کی روشنی ہمارے قلوب میں میں اتارتی ہیں۔ ہمارے ایمان کی اصلاح کرتی ہیں۔ اِس کا نام اِمام ہے، کنز بھی ہے، مُجادلہ بھی ہے، استغفار بھی ہے۔ اور سورۂ آلِ عمران میں، حضرت عمران کے بیوی بچّوں کا ذکر ہے۔ اسی لئے اس کا نام آلِ عمران ہوا۔ حضرت عمران جو تھے، حضرت مریم علیہا السلام کے والد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا تھے۔ اللہ نے کلام پاک کی تقسیم کی ہوئی ہے تاکہ ہم سانس لے سکیں۔ ایک آیت پڑھیں اور اس کے بعد سانس لے سکیں۔ رکوع کئی آیت مل کے بنتے ہیں، تاکہ ہم نماز میں تلاوت کریں، اس کے بعد رکوع میں چلے جائیں۔ اور تیس پارے ہیں کہ اگر ہم پہلی کو ختم کرنا چاہیں تو تیس دن میں ایک ایک پارہ پڑھ سکیں۔ سات منزلیں ہیں کہ اگر ہم سات دن

Marfat.com

ہیں ختم کرنا چاہیں تو روزانہ ایک ایک منزل ختم کرلیں۔ تو اس وجہ سے اللہ نے اپنے بندوں کی آسانی کے لئے اس کی تقسیم کی ہے۔ اور اصل تقسیم سُورتوں میں ہے، کیونکہ قرآنِ مجید جو ہے وہ سُورتوں میں تقسیم ہو کر کے نازل ہوا۔ آلِ عمران کی کچھ سُورۂ بقرہ سے مناسبت ہے۔ جیسا میں نے عرض کیا تھا توحید کے متعلق، نماز کے متعلق، زکوٰۃ کے متعلق، حج کے متعلق، صدقات کے متعلق، نکاح اور طلاق کے متعلق، سُود کے متعلق، بیع کے متعلق احکامات ہیں، جہاد کے متعلق احکامات ہیں۔ یہ سارا جو فریم ورک ہے، یہ ڈھانچہ ہے شریعت کا، دین کا، وہ مکمل بیان کیا جاچکا ہے سورۂ بقرہ میں۔ اَب اس کی تفسیر آلِ عمران میں ہے۔ اس کی شرح بیان کی جارہی ہے۔

دوسری مناسبت اس کی یہ ہے کہ سورۂ بقرہ میں دلائل ہیں، اللہ تعالیٰ کے اور اس میں رفعِ شبہات ہیں۔ دلیل سے مُراد اللہ کی توحید سُورۂ بقرہ میں، اور یہاں جو شبہات پیدا کر دیئے ہیں لوگوں نے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ ہی کے بیٹے ہوں گے، تو اِس میں اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ یہ تو آلِ عمران ہیں۔ یہ نعوذ باﷲ من ذالك: یہ میری آل نہیں ہے۔ اس طرح تو اللہ کا بیٹا حضرت آدم علیہ السلام بھی ہو

Marfat.com

سکتے ہیں کیونکہ اُن کے بھی تو نہ ماں، نہ باپ۔ تو سب سے پہلی اولاد تو پھر وہی ہو جاتی۔ لیکن اللہ نے فرمایا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں بغیر ماں باپ کے تو میری عین قدرت ہے کہ بغیر باپ کے بھی پیدا کروں۔ اور جہاں تک سوال ہے کہ ان میں ربُوبیت اس طرح ہے جیسے خُدائی، جیسے پھول میں خُوشبو، یہ نصاریٰ کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہ، وہ کوڑھ کو شفا عطا فرما دیتے تھے۔ ٹھیک کر دیتے تھے، مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ پرندوں کا پتلا بنا کر اس کو پھونک کر زندہ کر دیا کرتے تھے۔ معجزات سے پتہ لگتا ہے کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔ تو معجزات تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن سے کہیں زیادہ ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ فرمایا تھا۔ ان کے غلام ان کی آل اولاد حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مُردوں کو قُمْ بِاِذْنِی کہہ کے اٹھا دیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو قُمْ باذنِ اللہ کہتے تھے۔ تو یہ ان کے تمام شبہات کو رفع کرتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کو اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے شروع کیا جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اور آلِ عمران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہے بغیر باپ کے اللہ کی قدرت سے۔ تو سورۂ بقرہ میں: ھدًی للمتقین : کہا گیا! شروع ہی کیا گیا متقین

Marfat.com

کے ذکر سے ۔ تو اس میں بھی آخر میں اللہ نے فرمایا کہ میں نے زمان مکان اور زمین بنائے ہیں ، متقین کے لئے ۔ اور سُورۂ بقرہ میں کہا گیا پہلے رکوع میں : اولئك هم المفلحون ۝ اور سُورۂ آلِ عمران کے آخر میں بھی کہا گیا کہ : لعلکم تفلحون ۝ : تاکہ وہ فلاح پا جائیں ۔ دونوں سُورتوں میں دعائے خلیل کا حوالہ ہے ۔ سورۂ بقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ہے جو بہت مشہور ہے جو دُعائے خلیل بھی ہے کہ : ربنا وابعث فیھم رسولا.... حکمہ : اور سورۂ آل عمران میں اِس دعا کی قبولیت کا ذکر ہے : اذ بعث منھم رسولاً منھم : اس آیتِ مبارکہ کا اِن آیات میں بندے کی مجبوری اور معذوری کا ذکر تھا ۔ ہم بوجھ بس اتنا ہی اٹھا سکتے ہیں ۔ ہم سے خطائیں بھی ہوتی ہیں ، اور ہم سے بھول چُوک بھی ہوتی ہے ۔ ہم میں طاقت بھی نہیں ہے کہ ہم وہ بوجھ اٹھا سکیں ۔

اللہ لا الہ الا اللہ الحی القیوم : یہ آیت اللہ کی عظمت اور شان سے شروع ہوتی ہے ۔ اور ختم ہوتی ہے سُورہ ، انسان کی مجبوری ، لاچاری ، کمزوری سے جو ایک عاجزی کا اظہار ہے ۔ اور یہاں اللہ کی عظمت اور رفعت ہے ۔ اللہ لا الہ ..... القیوم : اور اپنی دونوں چیزوں پر اللہ کی عظمت کا عِرفان اور اپنی عاجزی

Marfat.com

کا اعلان اور اقرار۔ اِنہی دو چیزوں پر ایمان کا دار و مدار بھی ہے۔ اگر آپ میں عاجزی ہے تو آپ اللہ کی عظمت پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ میں ابھی بتاؤں گا اس کی شانِ نزول کیا ہے؟ اس میں اللہ تعالیٰ نے کہا تھا۔ : انت مولٰنا فانصرنا.... کافرینؕ: کہ آپ ہی ہمارے والی وارث ہیں، آپ ہمیں کافروں پہ فتح عطا فرمائیں۔ اور شیطان کے شر سے اور یہاں مشرکین عیسائیوں پر فتح۔ ایمان کے دلائل کی فتح۔ اس کا سب ذکر ہے۔ اور ساری سورۂ بقرہ کا تعلق اس کے آخری جملے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس سے مدد مانگنا۔ اس کے احکام پہ عمل کرنا۔ اور اس سُورت میں مناظرے اور جہاد کا ذکر ہے۔

سُورۃ آل عمران میں، نجران ایک علاقہ ہے عرب کا۔ وہاں پر مشرکین اور یہود بہت رہتے تھے۔ خاص طور سے عیسائی۔ تو ایک دفعہ ایک بہت بڑا گروہ، نجران کے عیسائیوں کی جماعت کی صُورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ اس میں ۶۰ سوار تھے، ۱۴ سردار تھے اور تین بڑے پیشوا تھے۔ ایک تو عبدالمسیح، عاقب تھا۔ نام ہی سے شرک ہوتا ہے، عبد تو اللہ کا ہوتا ہے، مسیح کا کیسے ہو سکتا ہے؟ اور وہ قوم کا سردار تھا تمام عیسائی قوم کا حاکم تھا اور کوئی عیسائی اس کی رائے کے

Marfat.com

خلاف عمل نہیں کرتا تھا۔ اور ایک دوسرا سردار ایھن تھا یہ پوری قوم کا سردار تھا، اس کے ذمّے سپلائی اور رَسَد کا کام تھا، مال کا کام تھا، اس کا ناظم تھا، بہت اہم انتظام تھا۔ تیسرا ابو حارثہ تھا، یہ سارے پادریوں کا پیشوا تھا، اور شاہِ روم جو تھا وہ انتہائی ادب واحترام کے ساتھ اس کے ساتھ پیش آتا۔ اور اس کی تعظیم کرتا اور اس کے مشورے پر عمل کرتا، اور اُس کی عظمتِ دینی کو تسلیم کرتا۔ اور کچھ جائیدادیں بھی دے رکھی تھیں۔

ابو حارثہ کے ساتھ اس کا بھائی بھی تھا۔ اس کا نام تھا قیس۔

جب وہ نجران سے چلا تو خچر پر سوار ہونے لگا تو اس کا پیر پھسل گیا۔ اور عربوں میں، جاہلوں میں یہ طریقہ تھا کہ جب سواری سے پیر پھسلتا تھا تو اپنے دشمنوں کو بددُعائیں دیتے تھے۔ تو ابُوحارثہ کا بھائی جو ہے قیس، اس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہلاک ہونے کی بَددُعا دی۔ جیسا کہ اس زمانے میں اُن کا رواج تھا۔

تو ابو حارثہ جو پیشوا تھا تمام عیسائیوں کا، دینی سربراہ تھا، تو اس نے کہا کہ: خبردار! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ہلاک ہوں، وہ تو سچّے نبی ہیں، نبی آخر الزّماں ہیں۔ اور یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم سب کو ابھی تک انتظار تھا۔ تو قیس نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو تم ایمان کیوں نہیں لاتے تم مجھ سے بحث کیوں کئے جا رہے ہو، مناظرہ

Marfat.com

کے لئے کیوں جا رہے ہو۔ تو ابو حارثہ نے سچی بات کہہ دی ۔ اس نے کہاکہ: ہمارے بادشاہ نے ہمیں بہت ساری جائیدادیں دی ہوئی ہیں اگر ہم حضرت محمد ﷺ پہ ایمان لائے تو ساری جائیدادیں ہماری چھن جائیں گی ۔ اس نے تو یہ کہہ کے بات ختم کر دی، لیکن قیس نے جو حضور ﷺ کے لئے بُددعا کی تھی ، وہ ابُو حارثہ کے دل میں بیٹھ گئی ۔ جب وہ دوسری بار محفل میں آیا، سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں اپنے ۲۵ ساتھیوں کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہُوا ۔

بہر حال جب یہ قافلہ مدینہ منورہ میں پہنچا تو بڑی شان وشوکت کے ساتھ آیا، بڑی قیمتی پوشاکیں پہنی تھیں ، اور ان کو بڑی شان وشوکت سے مسجدِ نبوی میں اتارا گیا ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض مصلحتوں کے پیشِ نظر مسجد میں کفّار آسکتے ہیں ۔ یہ مصلحتیں بعد میں پتہ لگیں گی ۔ جب نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے الگ نماز مشرق کی طرف ، مسجدِ اقصیٰ کی طرف منہ کرکے ، قبلہ اوّل کی طرف نماز پڑھی ۔ ظاہر ہے کچھ صحابہ کرام نے اُسے دیکھ کر ناپسند کیا تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ : '' نہیں ان کو اپنے طریقے سے الگ نماز پڑھنے دو ۔'' جب یہ نماز سے فارغ ہوئے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے پاس مناظرے کے لئے

آئے تو آپ نے فرمایا کہ: "تم ایمان لاؤ، تو وہ بولے ہم تو آپ سے پہلے ایمان لاچکے ہیں۔" سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "تم جھوٹے ہو۔ تمہیں تو اسلام لانے سے چند چیزیں روکتی ہیں۔ تم صاحبانِ ایمان نہیں ہو۔ پہلی بات کیا ہے کہ تم عیسٰی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہو، یہ توحید کے خلاف ہے۔ خنزیر کھاتے ہو یہ اللہ کے حکم کے خلاف ہے۔" وہ بولے: "نہیں وہ تو واقعی خدا کے بیٹے تھے۔ ان کا تو باپ نہیں تھا۔ ان کا باپ کون تھا؟ وہ تیسرے خدا تھے۔" اور خدائی ایسی سرایت کی ہوئی ہے جیسے کہ پھول میں رنگ و بُو ہے۔ ان سے خدائی کام ظاہر ہوئے ہیں۔ مٹی کے پرندے بنا کر اس میں رُوح پھونک دی۔ مردے کو زندہ کر دیا۔ کوڑھ اور مرض کا علاج کیا۔" تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "بیٹا تو باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ ہمارا رب تو حَیٌّ لَا یَمُوْت ہے اور قَیُّوْم ہے۔ پھر عیسٰی علیہ السلام کو موت کیوں کر ہوئی اگر وہ ربّ ہوتے، اللہ کے بیٹے ہوتے، اور اللہ ہوتے، اس کے شریک ہوتے، تو ان کو موت کیسے آتی۔ اس لئے اَللّٰہ حَیٌّ لَا یُمِیْت ہے۔"

حیّ وہ ہے جسے کبھی موت نہ آئے۔ اور حیّ کامل جو ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ بلقیہ ہم سب کی ذات کو

موت کبھی نہ کبھی آنی ہے۔ اور قیوّم وہ ہے جو خود بالذّات ہے۔ اپنی ذات پہ قائم ہے۔ اللہ کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ دوسرے اس سے قائم ہوتے ہیں۔ اور کچھ خلق اور دنیا دونوں ہیں حاجت مند ہوتے ہیں۔ یعنی دُنیاوی حاجتیں بھی پوری فرمائے اور اُخروی حاجات بھی پوری فرمائے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: چاند، سُورج، ستارے، آسمان کی بقا کا ذریعہ ہیں۔ اور میرے صحابہ کرام قیامِ زمین کا وسیلہ ہیں۔ یہ دنیا ان سے قائم ہے، اسی لئے صوفیاء کی اصطلاح میں اُنہیں قیوّمِ اوّل اور قیوّمِ دوم کہا جاتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ: ابدال جو ہے وہ بھی قیوّم ہے کہ ان کی برکت سے لوگوں پر بارشیں ہونگی، جنگوں میں فتح و نصرت ہوگی، لہٰذا وہ قیوّم مجازی ہیں۔ اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، اور سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ قیوّمیت کا مظہر جو ہے، وہ روزہ ہے، قیامِ جسم کے لئے۔ انبیاء اور اولیاء اللہ ہیں، قیامِ رُوح کے لئے۔ رُوح قائم رہتی ہے، تندرست رہتی ہے ان کی وجہ سے۔

الکتاب، سے مطلب ہے کہ قرآنِ مجید: پہلے لوحِ محفوظ پر تمام کتابیں تھی۔ پھر وقتاً فوقتاً نازل کی گئیں۔ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کرکر ہمارے پیارے نبی ﷺ پہ نازل کیا گیا۔

دنیا میں اس کی کتابت ہوئی اور آئندہ بھی ہوتی رہے گی۔ اس لئے اِسے کتاب کا نام دیا ہے : ذالك الكتاب لاريب فيه : توریت اور انجیل جو ہے وہ اپنے نام سے ہیں۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ نے : مصدقالما : کہا ہے۔ قرآن وہ ہے جس میں باطل داخل ہی نہیں ہوسکا۔ بلکہ یہ حق کتاب ہے۔ اس میں کسی صورت سے باطل داخل نہیں ہوسکتا : مثل الكتاب باالحق : ہر کتاب میں تحریف کی گئی، لیکن قرآنِ مجید کی تحریف نہیں ہوسکی۔ اس لئے کہ اس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہی اِس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور یہ سچی خبروں والی کتاب ہے۔ اور یہ دوسری کتابوں کی اور دوسرے انبیاء کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے۔ تصدیق میں نبوت : مصدقالما جو ہے، کتاب بھی ہے، انبیاء بھی ہیں، اور ان کے معجزات بھی ہیں۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہے، جو حق سے وابستہ ہے۔ آپ کی ہر اُدا حق ہے، آپ سراپا حق ہیں۔ عام انسانوں کے، مومنین کے، اعمال جو ہیں وہ رحمانی بھی ہوسکتے ہیں، نفسانی بھی ہوسکتے ہیں، شیطانی بھی ہوسکتے ہیں۔ لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اعمال جو ہیں وہ عین حق ہیں، بے عیب ہیں۔ قرآن بھی عین حق ہے، جس پر اُترا یہ بھی عین حق ہے۔ اور جو آپ سے وابستہ ہیں وہ

Marfat.com

بھی حق ہیں۔ جیسے کہ صحابہ کرام اور اَولیآء اللہ۔ اور جو اِن سے وابستہ نہیں ہیں وہ باطل ہیں۔

وہ لوگ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی نہیں رکھتے ان کے متعلق کیا آپ لوگ اندازہ کر سکتے ہیں، انزل التوراۃ و الانجیل: کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیوں کیا تھا؟ کہ عرب میں انکے ماننے والے تھے۔ اس کی خلاصہ تفسیر یہ ہوئی، کہ اللہ تعالیٰ، وہ ذات ہے جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور عالم کو قائم رکھنے والا ہے، وہ اولاد سے پاک ہے۔ جو حیّ و قیوّم ہے، لایموت ہے، قدوس ہے۔ وہ کسی چیز کا حاجت مند نہیں ہو سکتا۔ اس کی شان ہے کہ، اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی ایک شاندار کتاب نازل کی۔ جو سچی ہے، حق ہے، اور جو حق و باطل میں تمیز کرتی ہے۔ فرقان ہے اور مصدقاً لما ہے۔ اور جس نے پچھلی تمام کتابوں کی تصدیق کی۔ اس سے پہلے رب نے توریت اور انجیل نازل فرمائی۔ جس میں آپ کا حُلیہ شریف بیان کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ جمیلہ بیان کئے گئے۔ اور آپ کے صحابہ کرام کی بھی صفات بیان کی گئیں۔

اللہ تعالےٰ ہمارے دِلوں میں اَولیآء اللہ کا احترام

Marfat.com

عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۝

پارۃ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرَانْ

اٰیات نمبر: ۴ - تا - ۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ
الْفُرْقَانَ ۬ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ
اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ
ذُو انْتِقَامٍ ۴ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ
شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۵ هُوَ
الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ
یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۶

لوگوں کو راہ دکھاتی اور فیصلہ اتارا ، بے شک
وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے ، ان کے

Marfat.com

لئے سخت عذاب ہے ، اور اللہ غالب بدلہ
لینے والا ہے۔ ④ اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین
میں نہ آسمان میں ⑤ وہی ہے کہ تمہاری تصویر
بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے ، اس
کے سوا کسی کی عبادت نہیں ، عزّت والا ،
حکمت والا۔ ⑥

میں نے سورۃ آلِ عمران کی چوتھی ، پانچویں اور چھٹی آیات کی تلاوت کی ہے ۔اِس میں سے ایک سے تین کی تفسیر میں پچھلی محفل میں بیان کر چکا ہوں ۔ آج اِنشاءَ اللہ چوتھی ، پانچویں اور چھٹی آیات کی تفسیر پیش کروں گا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ آلِ عمران جو نازل ہوئی تھی ، اُس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصرانیوں کے ایک وفد کے ساتھ مناظرہ فرمایا تھا ، اور اپنی دلیلوں سے ثابت کیا کہ وہ غلط ہیں اِس کے باوجود وہ اُس وقت ایمان نہ لائے۔ تو اِس صُورت میں آلِ عمران کی سُورتِ مبارکہ نازل ہوئی ۔اِسکا نام ہی جو ہے وہ ردِّ کفر ، ردِّ شرک ہے ۔ اس لئے کہ نصرانیوں نے ، جنہوں نے اللہ کا شریک بنایا ، حضرت مریم علیہا السلام کو ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنایا ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آلِ عمران

کہا۔ وہ اللہ کے شریک نہیں ہیں، وہ انسان ہیں، اور وہ عمران کی بیوی اور بچے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے میرے پیارے نبی! (صلی اللہ علیک) میں نے آپ پر جو کتاب نازل کی ہے وہ حق کتاب ہے۔ اور وہ تصدیق کرتی ہے پچھلے تمام انبیاء کی۔ جو پہلے سے کتابیں آپ کے پاس موجود ہیں، ان کی تصدیق کرتی ہے۔ اَب اللہ تعالیٰ نے جس طرح سے قرآن نازل فرمایا اس طرح سے پہلے توریت اور انجیل نازل فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے قبل بھی لوگوں کو ہدایت عطا فرمائی، اور وہ کتاب' وہ حق نازل فرمایا جو فرقان تھا، جو کافر اور مومن میں فرق کرتا تھا۔ جو حق اور باطل میں فرق کرتا تھا۔

چوتھی آیت کے اگلے دو جُملوں میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لئے سزا کا اعلان کرتا ہے، جنہوں نے اِس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی شان بیان فرمائی، کہ: اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیّوم ؕ : کہ وہ تو عرش و فرش کو قائم رکھنے والا ہے۔ وہ بذاتِ خود قائم ہے اور دوسروں کو قائم کرنے والا ہے۔ اور وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور جن کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو، نہ وہ حَیّ ہیں نہ وہ قیّوم ہیں' اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مَوت آئی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ : وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ : وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی نشانیوں کو اللہ کی آیتوں کو جُھٹلایا۔ ان کے لئے شدید عذاب ہے۔ ایک تو جو آیات سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں (نعت) نازل ہوئیں، اور توریت میں، انجیل میں، نازل ہوئیں اسی کو حذف کر دیا یا اس کو چُھپا دیا، دوسرا یہ کہ جو آیات ہیں ان کے متعلق اس کا مطلب کچھ اور بنا دیا۔ بدقسمتی سے آج کل کے مسلمانوں میں یہ کچھ طبقے ایسے پیدا ہوگئے ہیں، جو پہلے کی طرح تو نہیں کرتے، لیکن اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اُتری آیات حذف کر دیں۔ اور ایک اور دوسرے قسم کا جرم جو یہود و نصاریٰ نے کیا کہ : جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور ان کے اوصافِ حمیدہ کی تعریف میں، ان کے فضائل اور درجات کی تعریف میں، اللہ نے آیات نازل فرمائیں، اس کا کچھ اور مطلب نکال کر پیش کیا اور آج تک کر رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کے لئے شدید عذاب ہے۔ اور (لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ) سے عذاب کی سختی کا اظہار ہے کہ، اللہ تعالیٰ ان کو انتہائی سخت قسم کا عذاب نازل کرے گا۔ اِس لئے کہ حق کے آجانے کے بعد، دلائل سامنے آجانے کے بعد، ثبوت سامنے آجانے کے بعد،

Marfat.com

بھی وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ اور ایمان نہیں لائے۔

اِس آیت کے اگلے جُملے میں آیت نمبر۴ کے ۳ جُملوں میں
ان : من قبل ھدی للناس وانزل الفرقان : دوسرا ہے
الذین کفروا بایٰت اللہ لھم عذاب شدید ط : اور تیسرا جُملہ
ہے : واللہ عزیز ذوانتقام ہ : تو اللہ تعالیٰ عزیز ہے یعنی
طاقت والا ہے، غلبہ رکھنے والا ہے، اور قدرت رکھنے والا
ہے۔ اور ذوانتقام، اور اِنتقام والا ہے۔ اِنتقام کیا ہے؟
کہ کسی نے کوئی جرم کرلیا اور اس کی سزا ملی۔ وہ بے قصور لوگوں
کو سزا نہیں دیتا۔ نیکی کرنے والوں کو وہ انعام عطا فرماتا ہے۔
لیکن برائی، کفر، اور بغاوت کرنے والوں کو وہ شدید عذاب دیتا
ہے۔ وہ تمام تر قُدرت رکھتا ہے، وہ غلبہ رکھتا ہے، جو
چاہے وہ کر ڈالتا ہے اور کرسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اِس
میں یہ طاقت ہے کہ وہ بُرائی کا اِنتقام لے سکے اور انصاف کا
بول بالا ہو۔ انتقام اُن کے لئے ہے، جنہوں نے بغاوت کی۔
جنہوں نے کفر کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ آیت نمبر۵ میں اپنی شان بیان کرتا ہے
کہ : ان اللہ لا یخفی علیہ شیء فی الارض ولا فی السماء ہ :
بے شک اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس سے کوئی چیز چھپی ہے نہ

Marfat.com

زمین میں نہ آسمان میں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین کا ذکر فرمایا ہے کیوں؟ اس لئے کہ انسانوں کو علم ہوتا ہے زمین کی چیزوں کا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: جہاں اِس زمین پر تم رہتے ہو، اسی کا بہت تھوڑا تمہیں علم ہے۔ مجھے تو سارا علم ہے جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ آسمان میں ہے۔ تو اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ تم جس کو میرا بیٹا بناتے ہو، مانا کہ اِسے علمِ غیب ہے، وہ میرا دیا ہوا ہے، لیکن میرے علم کی وُسعت جو ہے وہ لا محدود ہے، انہیں تھوڑا علم ہے۔ اس تھوڑے علم سے تم نے ان کو میرے ساتھ ملا دیا۔ پہلے میرا بیٹا بنا دیا حالانکہ میں نے کہا کہ: قل ھواللہ احد ٥ اللہ الصمد ٥ لم یلد ولم یولد : یہ میری شان ہے۔ کوئی مخلوق میری برابری نہیں کر سکتی۔ ان کا علمِ غیب محدود ہے۔ لیکن میرا علم لامحدود ہے۔ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب میرے علم میں ہے۔ تو اِس سے ایک بات پتہ لگی کہ کسی نبی کو کسی ولی کو یہ کہنا کہ اُن کو علمِ غیب ہے۔ یہ شرک نہیں ہے، شرک یہ ہے کہ اس علمِ غیب کی وجہ سے اُن کو، عَبد کو، اور معبُود کو ایک ساتھ ملا دیا۔ یہی سب سے بڑا شرک ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ: عیسیٰ علیہ السلام کو علمِ غیب نہیں تھا، یا معجزے نہیں آتے تھے۔ بلکہ یہ کہا کہ: میں نے انہیں کچھ

Marfat.com

صلاحیتیں دے دی تھیں، میں نے کچھ علم دے دیا، اس وجہ سے تم اِن کو میرے ساتھ نہیں ملا سکتے۔ میری قدرت تو لامحدود ہے اور میرا علم بھی لامحدود ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک مثال دیتا ہے کہ میری قُدرت کو اور میرے علم کو صرف تم اس سے اندازہ کر لو کہ سب سے بڑا علیم غیب تو میں خود ہوں۔ میری شخصیت ہے، میری ذات ہے۔ اس لئے کہ مجھے کسی نے دیکھا نہیں، مجھے تم اپنی ذات میں تلاش کرو۔ تمہاری ذات کے اندر میری کیا قوّت ہے۔ اِس سے تم، اندازہ لگاؤ کہ کس نے یہ بنائے ہیں؟ کس کی یہ قدرت ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء ط: یہ وہی ذات ہے، اللہ تعالیٰ کی جو کہ ارحام میں وہ شکلیں بنا دیتا ہے؛ نطفے کی، جس طرح کی چاہتا ہے۔ کسی کو خوبصُورت کر دیتا ہے، کسی کو بدصورت کر دیتا ہے۔ کسی کو گوار کر دیتا ہے، کسی کو کالا کر دیتا ہے۔ کسی کو لڑکا بنا دیتا ہے، کسی کو لڑکی بنا دیتا ہے۔ کسی کو عقلمند بنا دیتا ہے، کسی کو کم عقل بنا دیتا ہے۔ ایک نطفے سے لاکھوں کروڑوں شکلیں بناتا ہے۔ اور مختلف اوصاف عطا فرما دیتا ہے۔ یہ اس کی شان ہے اور ابھی مَیں ایک حدیث بیان کروں گا کہ: کس طرح وہ ایک نطفے کو خُون

Marfat.com

کے قطرے میں تبدیل کرتا ہے؟ پہلے خون کا قطرہ کچھ دنوں تک جمع ہو کر خُون بنتا ہے، پھر اس کے بعد گوشت کا ٹکڑا بنتا ہے۔ اور پھر جب گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے، تو فرشتے آتے ہیں، اس کی شکل، اِس کی قسمت اس کا کھانا پینا رزق لکھ کر کے کاتبِ تقدیر اس کے گلے میں ڈال دیتا ہے۔ پھر وہ بچہ اسی طریقے سے بڑھتا ہے اس طرح سے ماں کے بطن سے پیدا ہوتا ہے اور پھر زندگی میں رہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ماں کے بطن کو رحم کیوں کہا ہے؟ اس لئے کہ وہ رحمت کی جگہ ہے۔ اِس جگہ سے تمام محبتیں اور تمام رشتے استوار ہوتے ہیں۔ اِس وجہ سے اسے رحم کہا ہے۔ رحمت سے رحم ہے۔ تو یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد پر اپنی ماں کی عزت و احترام جو ہے لازمی فرمائی ہے۔ اس کی تاکید فرمائی ہے کہ: یہ وہ جگہ ہے، جہاں اللہ کی قُدرت کی بہترین مثال ہے'یہ وہ جگہ ہے جہاں ساری محبتوں، اور ساری رحمتوں کا مرکز ہے، جہاں سے سارے رشتے بنتے ہیں، اور جہاں سے ساری رحمتیں آتی ہیں۔ تو: ھوالذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء : یہ وہی ذات ہے کیوں مقابلہ کرتے ہو کہ انہوں نے چڑیا میں رُوح پھونک دی تو اُڑ گئی تو یہ اللہ کے بیٹے ہو گئے۔ کیا ان میں یہ طاقت ہے کہ ایک نطفے کے قطرے کو

Marfat.com

اس طرح تبدیلیاں دے کر کے اشرف المخلوقات بنا دے۔ اس کو ذہن دے دے، دماغ دے دے، اِس کو دِل دے دے، اور رنگ وصُورت دے دے۔ ہے طاقت ان میں: لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم ٥: پھر اللہ تعالیٰ اپنا قطعی آخری حکم نازل فرماتا ہے۔ اُس رَبّ کے علاوہ رَبّ نہیں ہے۔ وہ واحد ہے، وہ اَحد ہے، وہ صَمد ہے، وہ لم یلد ولم یولد ہے۔ اور منجملہ اوصاف کے وصف کے عزیز بھی ہے۔ طاقت والا بھی ہے، غلبے اور حکمت والا بھی ہے، وہ جانتا ہے کہ کِس کے ساتھ کیا کرنا ہے، کس کو کیا تقدیر دینی ہے کیا شکل دینی ہے۔ کس کو کیا رزق دینا ہے۔

یہ جو میں نے آخر کی آیت چار، پانچ اور چھ (۴، ۵، ۶) پڑھی ہیں اس کا پچھلی، ایک، دو، تین (۱، ۲، ۳) آیات سے کیا تعلق ہے؟ اس کا ایک تو تعلق ہے کہ پچھلی آیت میں توحیدِ الٰہی پر زور ہے: اللہ لا الہ...... القیوم: اب اس کے نہ ماننے والوں پر عذاب کا ذکر ہے: ان اللہ کفر..... الیم: مزید یہ کہ الوہیت کے لئے صرف علمِ غیب کافی نہیں ہے۔ علمِ غیب تو اللہ انبیاء اور اولیاء کو عطا فرماتا رہتا ہے۔ اور ہر شخص کی تقدیر اس کے گلے میں رکھ دی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے آنکھ دی

Marfat.com

ہے وہ پڑھ لیتا ہے۔ اور اسی لئے جو صاحبِ کرامت اولیاء اللہ ہیں۔ وہ لوگوں کو دیکھ کر کے پہچان جاتے ہیں کہ: کس طرح کا ہوگا کیا اس کے دل میں اللہ کی محبّت ہوگی، کیا یہ اللہ تعالیٰ کا عاشق ہوگا؛ تو پھر وہ اُن پر اپنا وقت صرف کرتے ہیں۔ پھر ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ تو صرف علمِ غیب کافی نہیں ہے بلکہ الوُہیت کے لئے کچھ اور بھی لوازمات ہیں جس کو اللہ تعالےٰ نے بیان کیا ہے: جیسے یہ مثال دی کہ کس طرح رحم میں شکلیں بدل بدل کے وہ انسانی شکل عطا فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بڑا رحیم وکریم ہے، جو کوئی جتنی خطا کرتا ہے، وہ اُسے اُتنی ہی سزا دیتا ہے۔ جو بے خبر کافر ہیں، جن تک خبر نہیں پہنچی، ان پر ہلکا عذاب ہے۔ جن کو خبر پہنچ چکی، جن کو دلیل پہنچ چکی، اس دلیل کے باوجود باغی ہیں، ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ اور پھر جو اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کا نام لیتے ہیں، انہی کو عافیت ہے۔ یاد رکھیں کہ اللہ و رسُول کا نام لینا اور ان پر ایمان لانا: اشھد ان لا الٰہ..... رسولُ اللہ ﷺ: کا پڑھنا اور ماننا اتنا بلند عمل ہے، اللہ تعالیٰ کو اتنا محبُوب ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے منہ کو پاک رکھا ہے۔ جب بچہ ماں کے رحم میں ہوتا ہے، تو اس کی پرورش اس

Marfat.com

کے ناپاک خون سے ہوتی ہے۔ اللہ کو یہ منظور نہ تھا کہ ناپاک منہ اس منہ میں جائے، جس سے وہ اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کا نام لے رہا ہے۔ اِس وجہ سے اللہ نے کیا کیا؟ اُسکی غذا اُسکی ناف سے پہنچائی اس کے منہ سے نہیں پہنچائی۔ اس لئے کہ وہ منہ کو پاک وصاف رکھنا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ ہمیشہ اُس مُنہ سے پاک ہستیوں کا نام لے سکے۔ اگر وہ چاہتا تو مُنہ سے بھی بچّے کو غذا دے سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا ہے۔ تو اللہ اور اس کے حبیب ﷺ پر ایمان اور ان کا نام لینا ان کو یاد کرنا اس کی یہ عظمت ہے۔ اس عظمت کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے شروع سے انسان کے مُنہ کو پاک رکھا ہے۔

اِنتقام جو ہے وہ نقمہ سے ہے: واللہ عزیز ذو انتقام: ذُوانتقام، کا مطلب ہے، انتقام والا۔ اس کا مطلب ہے غلبہ، قبضہ، سزا اور تکلیف۔ اور عزیز جو ہے عَزٌ سے ہے، عز، کا مطلب بھی ہے، غلبہ رکھنا، عزیز وہ ہے جو کسی سے مغلوب نہ ہوتا ہو، اور دوسروں کو مغلوب کرتا ہو۔ اور وہ عزیز ہے لہٰذا وہ سزا کی طاقت بھی رکھتا ہے: ان اللہ لا یخفی..... فی السماء: وہ وجود کا محتاج نہیں ہے۔ عاشق صاحب میرے سامنے آئیں تب میں پہچانوں یہ عاشق صاحب ہیں۔

عاشق صاحب کو اُن کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور وجود ختم ہونے کے بعد بھی ان کو جانتا ہے۔ تو نہ وہ اس کی قدرتِ غیب سے مغلوب ہوتی ہے کہ جو سامنے نہیں ہو یا وجود اور غیر وجود کا مسئلہ اس کے ساتھ ہے۔ نہ حاضر کا، نہ غائب کا۔ اس کا علم وسیع ہے۔ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے اور جو کچھ ہونا ہے اور جو کچھ ہو گا اسے سب کچھ پتہ ہے۔

مَیں نے کہا تھا کہ مَیں حدیث آپ کو بتاؤں گا۔ انسانی نطفے کے متعلق۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: "انسان کا نطفہ چالیس (۴۰) روز تک رحم میں اِسی رنگ پر رہتا ہے، پھر چالیس (۴۰) دن جمے ہُوئے خون کی شکل میں ہوتا ہے، پھر اگلے چالیس (۴۰) دن میں پارۂ گوشت کی شکل میں ہوتا ہے، لوتھڑا بن جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے۔ جو اس کی تمام کیفیت کو لکھ جاتا ہے کہ، یہ لڑکا ہے، یا لڑکی ہے، بدبخت ہے، یا نیک بخت ہے، اس کو کیسا رزق ملے گا، کیا کھائے گا کیا پیئے گا۔ کب مرے گا، کیسے کام کرے گا۔ یہ تمام ایک صحیفہ میں لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیتا ہے۔ اور وہ پھر انسان اِسی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔ اور تقدیر کا عمل دخل اِتنا ہے ہماری زندگی میں کہ بعض انسان جنت کے کام کرتے

Marfat.com

رہتے ہیں، ساری زندگی، یہاں تک کہ جنّت صرف ایک بالشت دُور ہوتی ہے۔ اچانک وہ شیطان اور نفس کے چکّر میں آکر کے تقدیر کی وجہ سے پلٹا کھا کر کے وہ دوزخیوں کے عمل کرنا شروع کر دیتا ہے، یہاں تک کہ دوزخ ایک بالشت دور رہ جاتی ہے۔ اور اگر اس دوران میں، اُسکا انتقال ہوگیا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور پھر اس نے پلٹا کھا لیا، یا اس کی قسمت نے پلٹا کھایا تو پھر وہ جنتیوں کے عمل کرنا شروع کر دیتا ہے، اور اِسی پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔

اِس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ اپنی نیکیوں پر غرور نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ نیکیاں ہم سے چِھن سکتی ہیں۔ جتنی اللہ کی اطاعت کرو اتنی اپنے اندر عاجزی پیدا کرو۔ اور اپنے ظاہری اعمال پر تکبّر نہ کرو۔

یہ جو مَیں نے آیات تلاوت کی ہیں، ان سے کچھ اُصول مرتّب ہوتے ہیں، اس لئے پچھلی محفل میں مَیں اُصول نہیں بیان کرسکا تھا، اَب مَیں اکٹھا بتاتا ہوں:

• پہلا اُصول یہ ہے کہ آلِ عمران کے نام میں ہی عیسائیوں کی تردید ہے۔ حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آلِ عمران کہا ہے۔ اس میں شیعوں اور خارجیوں کی تردید ہے۔

Marfat.com

• دوسری بات یہ کہ وہ کہتے ہیں: اللھم صل علی محمد وآلِ محمد: تو اُن کے نواسے اور بیٹیاں شامل ہیں، بیویاں شامل نہیں ہیں۔ یہ کہ ان کی تردید ہے کہ آل میں تو بیوی، بیٹی اور نواسے سب شامل ہیں۔

• تیسرا اُصول یہ ہے کہ بے دینوں کے ساتھ مناظرہ سُنّتِ نبوی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرے انبیاء نے ان کے ساتھ مناظرہ کیا۔

• اوراس میں چوتھا اُصول یہ ہے کہ جب کسی سے مناظرہ ہو دینی معاملے میں، تو آپ نرمی سے بات کریں، پیار و محبّت سے بات کریں۔ اور مضبوط دلائل دیں۔ گالی گلوچ اور طعنے تشنے نہ ہوں، اس لئے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جانتے ہوئے کہ نصرانی مشرک ہیں، اُن کو مسجدِ نبوی میں اُتارا، عزّت سے ان کو بٹھایا اور ان کو اپنے طریقے سے نماز پڑھنے دی۔ صحابہ کرام سے فرمایا کہ ان کو نماز پڑھنے دو اپنے طریقے سے، تو چوتھا اصول یہ ہوا کہ مناظرہ میں قوی دلائل دینے چاہئیں، نہ کہ گالیاں۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ اگر کفار سے ایمان کی اُمید ہو تو اُن سے اخلاق برتنا چاہیئے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اُس گروہ سے انتہائی اخلاق سے پیش آئے۔ نتیجہ کیا ہوا کہ ان کے ایک ساتھی تھوڑے

دنوں کے بعد واپس آئے اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مشرف به اسلام ہوئے۔

• چھٹی بات یہ ہے کہ ضرورتاً کفار کا مسجد میں آنا جائز ہے۔

• ساتویں بات یہ ہے کہ توحید بغیر ایمان، رسالت معتبر نہیں۔ جب تک یہودی جو ہیں وہ توحید پرست ہیں، لیکن حضور ﷺ پر ایمان شامل نہ ہو وہ توحید معتبر نہیں ہوتی۔

• آٹھواں اُصول یہ ہے کہ، قرآن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انجیل اور توریت کا ذِکر بھی کیا۔ اس لئے کہ اس میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی بشارت تھی۔ اور نشانیاں تھیں۔ کبھی کبھی نام سے کام کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے مُصَوِّر۔ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وہ اسماء بیان کئے ہیں: لا الہ الا ھو الحی القیوم: جس سے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بندگی ثابت ہو جائے۔ تو وہ، تو نہ حیّ ہیں، نہ قیّوم ہیں۔

• نویں بات یہ کہ مناظرے کے قوانین جو ہیں، وہ قرآنِ مجید سے ماخذ ہیں۔ اگر قرآن ایک بڑی کتاب ہے، اور وہ دوسروں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ تو صاحبِ قرآن بھی ایک بزرگ تر ہستی ہیں۔

• دسویں بات یہ ہے کہ اگر کوئی کسی بزرگ کے بارے میں کوئی

Marfat.com

غلو کرے، تو بزرگ کو بُرا بھلا نہ کہو۔ بلکہ حد سے بڑھنے والوں کو سمجھاؤ۔ جو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ آپ نے حضرت عیسیٰؑ کو بُرا بھلا نہیں کہا کہ یہ کیسے نبی تھے، اپنے کو خدا کا بیٹا کہلوایا نہیں۔ اس ذات کے متعلق، اس شخصیت کے متعلق بُرا بھلا نہیں کہا۔ جیسے کہ ہم میں سے کچھ لوگ ہیں جو کہ اولیاء اللہ کو بُرا بھلا کہتے ہیں، اوّل اگر اُنکے ماننے والے غلطی کرتے ہیں تو ماننے والوں کو سمجھائیں۔ اولیاً اللہ کو تو بُرا بھلا نہ کہیں۔ تو اگر کسی بزرگ کے بارے میں کوئی بھی غُلو کرے تو آپ اس بزرگ کو برا بھلا نہ کہیں بلکہ حد سے تجاوز کرنے والے کو سمجھائیں۔

گیارہواں اُصول یہ ہُوا کہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن کے لئے نَزَّلَ اور توریت کے لئے اَنْزَلَ کا استعمال کیا کیوں؟ قرآن کو قرآن کیوں کہا؟۔ کہ وہ پڑھ کر نازل ہوا۔ اور جبرائیل علیہ السلام آتے تھے۔ اور پڑھ کر قرآن سناتے تھے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اور آہستہ آہستہ ہوا۔ اس کی کوئی جگہ مقرر نہیں تھی، کوئی وقت مقرر نہیں تھا، ایک دفعہ نہیں ہوا۔

ایک وقت میں، ۴۰ (چالیس) دن کا چلّہ کھینچا انہوں نے، اور اس کے بعد بیک وقت توریت نازل ہوگئی۔ توریت پڑھ کر نہیں بلکہ ایک مقررہ جگہ پر اور وقت پر اُتری۔ قرآن کے لئے

جیسے میں نے کہا تھا نَزَّلَ اور توریت کے لئے اَنْزَلَ : اس کی تفسیر صوفیانہ یہ ہے کہ : رشتے اور تعلقات دو قسم کے ہیں، ایک وہ رشتے ہیں جو ہم جنس کے ساتھ ہیں جیسے باپ، بیٹے، بھائی بہن ۔ یہ رشتے دو جنسوں میں ناممکن ہیں ۔ اور اسی وجہ سے یہ صریحاً کفر ہے ۔ عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنالیا ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ معبود ہے ، اور حضرت عیسٰی علیہ السلام عَبد ہیں، یہ دو مختلف باتیں ہیں ۔ وہ نُورٌ عَلٰی نور ہے اور یہ گوشت پوست سے بنے ہوئے ہیں ۔ انسان کا بھائی بندر نہیں ہوسکتا ۔ یا بندر کا باپ انسان نہیں ہوسکتا ۔ دوسرا وہ ہے رشتہ جس میں کہ جنس کی شرط نہیں ہے ۔ جیسے غلام اور مالک ۔ تو یہ معبُود اور عَبد میں دوسری طرح کا رشتہ ہے ۔ کہ وہ آقا ہے اور ہم اس کے غلام ہیں ۔ تو مالک اور آقا غلام اور مملوک ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخلوق کا ظاہری رشتہ تو لباسِ بشیریت سے تھا ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

ما كان محمد ابا احد من رجالكم : (سورۃ الاحزاب، ۴۰)

" محمدؐ تم مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں " انسان کا نفس جو ہے، وہ زمینی ہے اور رُوح آسمانی ہے ۔ اور انبیائے کرام رحمت کا بادل ہیں ۔ اور آسمانی کتابیں گویا بارش ہیں ۔ جیسے زمین پر آسمان کی بارش کی مدد سے پھل پھول،

ایسے ہی رُوح اور نفس کے ذریعے سے انبیائے کرام کی برکت سے تقویٰ اور پرہیزگاری کے پُھول کھلتے ہیں، اور فرشتے صرف رُوح ہیں، لہٰذا اعمال کی کھیتی نہیں ہو سکتے وہ۔ نفس کی زمین پر جب روح کی آبیاری ہوتی ہے، تو پھر پُھول کھلتے ہیں، تقویٰ اور پرہیزگاری کے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات خالق ہے، عزیز ہے، وہ ذوانتقام ہے۔ کوئی اس پر غلبہ حاصل نہیں کرسکتا۔ اور وہ سخت عذاب دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس کے علم کی وسعت لامحدود ہے: ان اللہ لایخفی شیء فی الارض ولا فی السماء: اور اگر اس میں سے کچھ کسی کو عطا ہوگیا تو وہ خزانہ بنا اس کی قدرت تو ایسی ہے کہ ماں کے پیٹ میں جیسی چاہے شکل بنائے۔ انسان خواہ باپ کے نطفے سے پیدا ہو یا آدم علیہ السلام کی طرح بغیر ماں، باپ کے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی کا مظہر ہے۔ بے شک خُدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ غالب بھی ہے اور حکمت والا بھی ہے جو چاہے ویسا کرے۔ اس کے کچھ اُصول اِن دو آیات کے بھی بنے: ① پہلی بات تو یہ کہ عطائی عِلم جو ہے، علمِ غیب جو ہے، وہ دلیل الُوہیت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو عِلمِ غیب دے دیا، تو اس عِلمِ غیب سے وہ خدا نہیں بن جاتا۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جو خُدا ہے، اِلٰہ ہے، اس کے علم اور وسعتیں لامحدود ہیں، وہ ارض وسماء پر محیط ہیں۔ ② دوسرا اصول یہ ہے کہ کاتبِ تقدیر فرشتہ جو ہے، وہ علومِ خمسہ جانتا ہے۔ علومِ خمسہ کیا ہیں۔ پانچ چیزیں ہیں۔ ، کہ کون نیک ہوگا، کون بدبخت ہوگا؟، کہاں مَرے گا، اور کب مَرے گا۔، کیا کھائے گا، اور کیا پئے گا؟۔ اور جب فرشتوں کو یہ علم غیب ہے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علمِ غیب ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ فرشتوں سے بھی زیادہ ہے۔

اور تیسری بات یہ کہ: ہر شخص کی اگلی سوانح عمری اس کے گلے میں ہے۔ لہٰذا وہ اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ نے نگاہ بینی عطا فرمائی ہے۔ تو اُن کی نگاہوں سے اُن کی آئندہ زندگی پوشیدہ نہیں ہے۔ چوتھی بات یہ کہ عطائی قدرت جو ہے دلیلِ خدائی نہیں ہے کہ عیسٰی علیہ السلام قُم باذن اللہ کہہ کر زندہ کر دیتے تھے۔ چڑیا کا پتلا بنا کر کے اِس میں رُوح پھونک دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطائی قدرت تھی۔ لیکن اس کی وجہ سے کوئی اِلٰہ نہیں بنتا۔ اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت کا اور ہر چیز کا علم ہوتا ہے وہ چیز موجود ہو یا نہ ہو۔ وجود میں ہو یا نہ ہو۔ ایک بات یہ اور پتہ لگی کہ "چالیس (۴۰) کا دن" جو ہے

Marfat.com

وہ بہت ہی مبارک ہے اس لئے کہ انسان کی ابتداء میں یہ عدد بہت بار استعمال ہوا ہے۔ اور انسان کی تخلیق میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اور انسان کی ہدایت میں بھی استعمال ہُوا ہے۔ ایک تو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق نطفے کی پہلے سے بہتر حالت میں تبدیلی جو ہے ہر ۴۰ دن کے بعد آتی ہے اور ہر ۴۰ دن کے بعد اُس میں مزید بہتری آتی رہتی ہے۔ ایک اور بات یہ کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا پُتلا تیار کرنا مقصود ہوا تو پہلے خانۂ کعبہ کی جگہ کی مٹی لی گئی اور اُن کا خمیر بنایا گیا، تو ۴۰ دن تک اِس خمیر کو خشک کیا گیا۔ پھر حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کو جب توریت عطا ہوئی تو اس سے پہلے ان کو ۴۰ دن کے لئے اعتکاف کرنے کا حکم ہُوا۔ اسی طرح سے اکثر انبیاء کے ساتھ ہوا۔ اور سرکارِ دو عالم ﷺ کو ۴۰ سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی، اور اللہ کی قدرت تو ایسی ہے کہ بعضوں کو پہلے بعضوں کو بعد میں۔ لیکن ایک عام اِنسان کی ۴۰ سال میں عقل کامل ہو جاتی ہے، علم کے تجربے سے بعض ایسے ہوتے ہیں جن کی پہلے ہو سکتی ہے یا بعد میں۔ یہ اللہ کی قدرت ہے۔ پس زندگی میں "۴۰ کا ہندسہ" بہت اہمیت رکھتا ہے۔

Marfat.com

اے عزیزانِ محترم ۔ اِس طریقے سے ہمارے جسمانی وجود کو پروان چڑھنے کے لئے رحمِ مادر کی ضرورت پڑتی ہے، اور مٹی کی ضرورت پڑتی ہے ۔ اسی طرح سے ہماری روحانی ارتقاً کے لئے بھی اِس کی ضرورت ہوتی ہے ۔ نِگاہِ شوق جیسے ایک نُطفہ ہے اور ہمارا قلب رحمِ مادر ہے ۔ شوق کا کام یہ ہے کہ اُس کو مُرید کر کے اِس کو اِس چِلّے سے گزارے ۔ اور پھر اس کو وہ راستہ دکھائے جس سے وہ اپنی ابتداء سے چل کر انتہاء تک پہنچے ۔ اور انتہاء اس کی کہاں ہے ؛ جہاں سے ابتداء ہوئی تھی ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہے ۔ وہ اللہ تعالیٰ سے فنا فی اللہ ہو جائے ۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے، جہاں سے وہ چلا تھا ۔ عبد جو ہے وہ معبود کا محتاج ہے ۔ لیکن انسانی نفس کا ایسا غلام ہوتا ہے کہ جہاں اس کو ظاہری خود مختاری ہوئی، وہ خدائی کا دعویٰ کر دیتا ہے جیسے نمرود و شدّاد ۔ اور اپنی ناکامی اور مجبوری دیکھ کر وہ صرف بندہ بن جاتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب میں عاجزی کو قائم رکھے ۔ اللہ تعالیٰ نفس اور شیطان کے شر سے محفوظ رکھے ۔ اللہ تعالیٰ توحید کو ہمارا اوڑھنا اور بچھونا بنائے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شرک سے بچائے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں رکھے ۔ ہمارے

Marfat.com

دلوں میں اُن صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ادب عطا فرمائے، آمین۔
اور اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنے ولیوں کا احترام عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۵

Marfat.com

پارہ تِلْكَ الرُّسُلُ سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرَانَ

اٰیات نمبر : ۶ - تا - ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ
كَيْفَ يَشَآءُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ﴿۶﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ
الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ
الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ط فَاَمَّا الَّذِيْنَ
فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ
مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ج
وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ م وَالرّٰسِخُوْنَ
فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ لا كُلٌّ مِّنْ
عِنْدِ رَبِّنَا ج وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا
الْاَلْبَابِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ

Marfat.com

اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ
رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾

وہی ہے کہ تمہاری تصویر بناتا ہے ماؤں کے
پیٹ میں جیسی چاہے ، اِس کے سوا کسی کی
عبادت نہیں ، عزّت والا ، حکمت والا ﴿۶﴾
وہی ہے جس نے تم پر کتاب اتاری ، اس
کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں ، وہ کتاب
کی اصل ہیں ، اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی
میں اشتباہ ہے ۔ وہ جن کے دِلوں میں کجی
ہے ، وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں ،
گمراہی چاہنے ، اور اس کا پہلو ڈھونڈھنے کو ،
اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے ۔
اور پختہ علم والے ، کہتے ہیں ہم اس پر ایمان
لائے ، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے ،
اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے ﴿۷﴾
اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اِسکے
کہ تو نے ہمیں ہدایت دی ، اور ہمیں اپنے پاس سے
رحمت عطا کر ، بے شک تو ہے بڑا دینے والا ۔ ﴿۸﴾

Marfat.com

میں نے اِس وقت آپ کے سامنے سُورۂ آلِ عمران کی چھٹی، ساتویں، اور آٹھویں آیات کی تلاوت کی ہے۔ چھٹی اور ساتویں آیت میں، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اعلان ہے، کہ یہ قدرت کسی اور میں نہیں ہے۔ اس میں سے جتنا چاہا اُس نے اپنے انبیاء اور مقرّبین کو عطا فرما دیا۔ لیکن قدرتِ کاملہ جو ہے وہ صفت ہے اللہ تعالیٰ کی۔ اور اس کی مثال اللہ نے فرمائی کہ : ان اللہ لا یخفیٰ..... فی السماء۔

مشرکین نے، یہود و نصاریٰ نے تو کہا کہ حضرت عیسیٰؑ کو بھی علم غیب تھا، وہ بھی مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے، وہ بھی چڑیوں کا مجسمہ بنا کر اس میں رُوح پھونک دیتے تھے، تو بس وہ خدا کے بیٹے ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: "میری جیسی قُدرت اور میرے جیسا علم تو کسی کے پاس نہیں ہے، تو کوئی اور کیسے میرا شریک ہوسکتا ہے : ان اللہ لا یخفیٰ..... فی السماء : زمین میں اور آسمان میں جو کچھ بھی ہے اِس میں سے کچھ بھی اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہ علیم اور بصیر ہے۔

ھوالذی یصورکم..... حکیم o : اور اُسی کی وہ ذات ہے کہ ماؤں کے اَرحام میں وہ جیسے چاہتا ہے شکلیں بنا

دیتا ہے ۔طبعی نوعیت سے تو انسان کے نطفے میں یکسانیت ہے، لیکن اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ اِسی نطفے سے کالا گورا، عقلمند اور کم عقل، خوبصورت اور بدصورت، دِین دار اور بے دِین، عاقل اور جاہل، خوش قسمت اور بدقسمت، سبھی طرح کے کروڑوں، اربوں، انسان بناتا ہے ۔ اور ہر ایک کی شکل ایک دوسرے سے مختلف ہے ۔ ایک کو دوسرے سے امتیاز آپ کر سکتے ہیں ۔

ایک دفعہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے کہا کہ: جس نے شطرنج بنایا ہے، اِس نے کیا کمال کیا کہ چھوٹے سے چند خانوں میں، چند مُہروں میں، اپنی صلاحیت بخش دی ہے ۔ اس میں کتنی مختلف قسم کی چالیں ہو سکتی ہیں ۔ تو آپ کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ: "اللہ کی قدرت بالاتر ہے ۔اُس کے مقابلے میں تو کوئی کچھ بھی نہیں ہے ۔ اُس نے تو ایک خون کے لوتھڑے سے کروڑوں شکلیں بنا دی ہیں ۔ کروڑوں طبیعتیں اور مزاج، الگ الگ بنا دیئے ہیں۔ کروڑوں صاحبانِ علم بنا دیئے ہیں ۔ اس کی قُدرت کا کون مقابلہ کر سکتا ہے ۔" تو یہ اس کی قدرت ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے، ایک ایسی جگہ جسے عام انسان دیکھ نہیں سکتے، وہاں جس طرح جی چاہے وہ شکلیں بنا دیتا ہے ۔ اور بے شک: لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم o اس کے علاوہ کوئی اور رب نہیں ہے۔

کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اور وہ عزیز بھی، حکیم بھی ہے، وہ حکمت والا ہے، اور وہ طاقتور ہے کہ اپنی حکمت کا نفاذ کرسکتا ہے۔

اَب مومنین اور صادقین، اور مشرکین، اور گمراہ لوگوں کی تمیز اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے۔ ایک بہت اہم مسئلہ بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے کلام پاک کی اس آیتِ مبارکہ میں: هوالذی انزل علیك الكتاب: وہی وہ ذات ہے جو تمام قدرت رکھتی ہے۔ عربی میں جب مخاطب کا صیغہ ہوتا ہے تو "علیک" کہتے ہیں۔ اسلامُ علیکم ہم کہتے ہیں، اور سلام میں صلوٰۃ اللہ علیک کہتے ہیں، اور جو غائب کا صیغہ ہے تھرڈ پرسن کے لئے علیہ کا ہوتا ہے۔ عورت کے لئے "علیہا" ہوتا ہے۔ تو جب کہیں "یا رسول اللہ"، تو کہیں "صلی اللہ علیک"۔ ہمارا مولوی، جو عالم ہے ہماری مسجد کا، وہ ہمیشہ یہی کہتا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ تو بالکل ختم ہے، کم اُز کم حضورِ اکرمؐ کے متعلق اتنی عربی تو آنا چاہیئے۔ ان کو سلام جو بھیجتے ہیں، جب آپ کہتے ہیں: یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ لُغوی اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود نہیں بھیج رہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں یارسول اللہ، اس کے اوپر ہو سلام۔ کس کے اُوپر؟ تو ہم شکل وصورت بنائیں عالموں جیسی اور باتیں ایسی کریں۔ آپ کا دُرود بجائے ان

کے پہنچنے کے کسی اور کی طرف پہنچ رہا ہے۔ یہ یاد رکھیں! جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ کہہ کے مخاطب کریں، تو ہمیشہ کہیں "صَلَّ اللّٰہُ عَلَیکَ"۔ کسی خاتون کو مخاطب کریں جیسے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو، امہات المومنین کو تو کہیں، "صَلَّ اللّٰہُ عَلَیکِ"۔ زبر ہوتا ہے تو مذکر ہوتا ہے، اور زیر ہوتا ہے تو مؤنث ہوتا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ نے فرمایا: ھو الذی انزل علیک الکتاب: اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وہی وہ ذات ہے کہ جو اَرحام میں شکلیں بنا دیتی ہے۔ جو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اس کا علم رکھتی ہے۔ وہی وہ ذات ہے۔ وہ علیم و بصیر ہے، عزیز و حکیم ذات ہے، اُسی نے آپ پر یہ کتاب' یہ کلامِ پاک نازل فرمایا۔ اور اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں، محکمات اور متشابہات۔ محکم کہتے ہیں مضبوط۔ یعنی جس کے ظاہری اور باطنی معنی ایک ہوں۔ اور کوئی اور معنیٰ نہ نکل سکے جیسے: لا الٰہ الا اللّٰہ: اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں یہ محکم ہے: اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ: یہ محکم ہے۔ اس کے اور معنی نہیں نکل سکتے، لیکن جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ید اللّٰہ فوق ایدیھم: اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ یہ متشابہات

Marfat.com

ہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو سراپا نور ہے، وہ انسان
تو ہے نہیں کہ اس کا سر ہو، پیر ہوں، ہاتھ ہوں، ناک ہو۔ تو:
يد الله فوق ايديهم : اس کا کیا مطلب ہے؟ اللہ کا ہاتھ ان
کے ہاتھ پہ۔ اللہ کا ہاتھ تو ہونا ہی نہیں۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ
نے علم دیا ہے۔ کشف فرمایا ہے، الہام فرمایا ہے، اور سرکارِ
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو محکمات کا بھی مطلب پتہ ہیں، جو ظاہر ہیں اور
جو غیر ظاہر ہیں ان کا بھی مطلب معلوم ہے۔ اس لئے کہ انہیں
کتاب کا پورا مکمل مطلب پتہ ہے۔ تو متشابہات وہ ہے جن
کے ظاہری معنی اور باطنی معنی میں فرق ہو۔ جس کا معنی ظاہر
نہ ہوں جس کے کئی مطلب نکل سکتے ہوں۔ ہم پہ شرعی لحاظ
سے محکمات کی اطاعت فرض ہے۔ اس کی تاویل محکمات
کے حساب سے ہے۔ جو چیزیں واضح ہیں اِن کے مطابق۔
تو جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يد الله فوق ايديهم : تو وہ اللہ
کے بندے جن کو اللہ نے باطنی بصیرت دی ہے، وہ یہ نہیں
کہیں گے کہ: اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہے۔ بلکہ اللہ کی
ذات جو عزیز و حکیم ہے۔ اس کی حمایت ان کو حاصل ہے۔
اُس کی نسبت اِن کو حاصل ہے۔

اَب میں متشابہات اور محکمات مسائل آپ کی خدمت

میں پیش کروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : منه ایت محکمات :
اس کتاب میں، جو اللہ کی طرف سے، اے میرے حبیب! ﷺ
آپ پر نازل ہوئی ہے اِس میں محکمات ہیں۔ خاص وہ
آیات ہیں جن کے معنی اور مطلب واضح ہیں، جو محکم ہیں،
مضبوط ہیں، اور جن پر عمل کرنا آپ کا فرض ہے۔ جن پر ایمان
فرض ہے۔ وہی محکم آیات جو ہیں ساری شریعت کے احکام ہیں'
جیسے حلال و حرام، عبادات، ایمانیات اور امر و نہی' وہ سب
محکمات کی بنیاد پر ہیں۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا : هن ام
الکتاب : یہ محکمات جو ہے وہ وہی کتاب کی جان ہے، رُوح
ہے، وہ قرآن کا سرمایہ ہے، اس کی بُنیاد ہیں، اُساس ہیں،
جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رُوح اللہ کا خطاب
دیا۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ تو اللہ کی رُوح ہے۔ اس کا مطلب
ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہو گئے؛ اللہ کی رُوح کا کچھ اور
مطلب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ : محکمات' وہ آیات ہیں
جن کے واضح معنی ہیں، ظاہری اور باطنی دونوں۔ الفاظ اور
معنی دونوں یکساں ہیں، وہی کتاب کی رُوح ہیں : واخر
متشبهت : اس کے علاوہ کئی متشابہات ہیں۔ متشابہات
شبہ سے ہے یا مثل سے ہے، اور کئی دوسری آیات ہیں جن

Marfat.com

کے معنی میں شبہات ہیں۔ اور حضرت امام ابُو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا کہنا یہ ہے کہ: ان کی تاویلات کا مطلب نکالنے کا عام مسلمانوں کو حکم نہیں ہے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ اس میں محکمات ہیں، جیسے: لا الٰہ الا اللہ - لم یلد ولم یولد: یہ کیا ہیں۔ یہ محکمات ہیں۔ اللہ کے علاوہ کوئی معبُود نہیں ہے۔ اسکا کوئی بیٹا بھی نہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنا نہ کسی نے اس کو جنا یہ محکمات میں ہو گیا۔ رُوح اللہ کہہ دیا، تو یہ متشابہات ہے۔ اِس کے کہنے سے اِس کا مطلب یہ نہیں ہے، اس کی اصلی رُوح منتقل ہو گئی۔ اللہ کی رُوح میں منتقل ہو گئی۔ تو وہ بھی اللہ کے برابر ہو گئے: نعوذ باللہ من ذالک: پھر اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔ اس کتاب میں محکمات ہیں، کیونکہ اصل کتاب وہی ہے۔ اور اس میں کچھ دوسری بھی آیات ہیں جو متشابہات ہیں۔ جن کے معنی واضح نہیں ہیں، جن کے ظاہری اور معنوی الفاظ جو ہیں اُن کا مقصد کچھ اور ہے، اَب بتایا گیا کہ کون لوگ محکمات کی بات مانتے ہیں، اور کون لوگ متشابہات کی بات مانتے ہیں۔

فاما الذین فی قلوبھم زیغ: زیغ کہتے ہیں ٹیڑھا پن کو، کمزوری کو۔ پس وہ لوگ جن کے دل میں کجی ہے، جن کے دلوں میں کھوٹ ہے، جن کے دلوں میں گمراہی ہے وہ کیا کرتے

Marfat.com

ہیں، شبہات کا سہارا لیتے ہیں : فیتبعون ما تشابه منه :
یعنی، اُن میں سے جو شُبے والی آیات ہیں، اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ یعنی اُن آیات سے جن سے وہ گمراہ ہو جائیں، جن کے مطالب بھی پتہ نہ ہوں۔ جن آیات میں شبہات ہیں، متشابہات ہیں، ان متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اور اس نے وہ علم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا۔ ہمارا اہلِ سُنّت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متشابہات کے بارے میں علم بھی نبیءِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیئے تھے۔ متشابہات میں مقطعات بھی ہیں، جیسے : الٓمٓ : پہلے کے مفسرین اسکا کوئی مطلب نہیں بتاتے تھے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے۔ بعد میں کچھ لوگ جو حسابی کتابی علماء بن گئے، اُنہوں نے متشابہات کا سہارا لیکر، نبیوں کی شان میں، ولیوں کی شان میں الٹی سیدھی باتیں کرنی شروع کیں۔ پھر اُن لوگوں نے جو صاحبانِ کشف تھے، صاحبانِ علم تھے، انہوں نے اس کی تفسیر کرنا شروع کی کہ یہ اِسکا مطلب ہے؛ جیسے : الٓمٓ : الف، سے اللہ۔ ل، سے حضرت جبرئیلؑ اور م، سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو اللہ نے یہ کلام بھیجا، اور جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔

کچھ متشابہات میں حکمت ظاہر نہیں ہے، جیسے کہ اللہ

Marfat.com

نے کسی جگہ پر اپنے کو واحد کہا ہے کس جگہ پر جمع کے صیغے میں بات کی ہے، یہ کیوں کی ہے؟ یہ مطلب واضح نہیں ہے، لیکن وہ لوگ جن کو الہام اور کشف ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے وہ اپنے جاہ و جلال کا اظہار کیا ہے، جیسے دنیا میں بھی لوگ کرتے ہیں۔ جیسے کہ بادشاہ کہتے ہیں۔: In our Megisty ۔ یہ نہیں کہتے کہ: In my Megisty تو اپنے لئے بادشاہ یا بدولت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ جو ہیں اُن کے دل میں کجی ہے، ٹیڑھا پَن ہے، اور یہ شبہات والی آیات کی اتباع کرتے ہیں اور اِس میں فتنہ ڈھونڈتے ہیں۔ اور اس کے نئے نئے معنی بتاتے ہیں۔ اس کی تاویل کو نئے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اور کسی عام انسان کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ متشابہات کی تاویل کرے۔ حضرت امام ابُوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے مذہب میں اس کی اجازت نہیں ہے، یہ جو اگلی آیت ہے: وما یعلم تاویله الا الله م: تو یہاں پر حضرت امامِ اعظم وقف کرتے ہیں: وما یعلم تاویله الا الله: ان تمام متشابہات کی تاویل کا مطلب جو ہے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

ایک عام اصول یہ بھی ہے کہ وہ آیات جو ناسخ ہیں، جن کو کسی دوسری آیات نے نسخ کر دیا، وہ تو محکمات میں سے

Marfat.com

ہیں ۔ اور جن کا نسخ ہوگیا، وہ متشابہات میں سے۔ جیسے اللہ نے فرمایا کہ: جو نجس چیز ہے شراب، اس کو مت چھوڑو ۔ یہ محکمات میں سے ہے ۔ اور ایک جگہ اللہ نے یہ فرمایا کہ: شراب پی کر کے مسجد میں نہ جاؤ، وہ متشابہات میں سے ہوگیا ۔ اس کا نسخ ہوگیا اس کا مطلب ہے کہ شراب پینے کی اجازت ہے، لیکن مسجد میں نماز کی حالت میں نہیں ۔ کیونکہ جب تک تم نشے کی حالت میں ہو مسجد میں نہ جاؤ ۔ تو وہ متشابہات بن گئے۔ تو وہ لوگ جن کے دِلوں میں کجی ہے، یا ٹیڑھا پن ہے، جو فتنے کی تلاش میں رہتے ہیں، وہ متشابہات کی اِتباع کرتے ہیں، اور اس کی تاویل ڈھونڈتے رہتے ہیں ۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میری ذات کے علاوہ اور کسی کو اس کی تاویل کا پتہ نہیں ہے: وما یعلم تاویلہ الا اللہ ۔

اُوپر تو اہلِ فتنہ کے متعلق اللہ نے بیان فرمایا، اور اَب اہلِ ایمان کے لئے فرمایا، کیا فرمایا کہ: والراسخون فی العلم: جو علم والے راسخ ہیں، جن کا ایمان مستحکم ہے، جو باطنی عِلم رکھتے ہیں، باطنی بصیرت رکھتے ہیں، وہ کیا کرتے ہیں؟ یقولون اٰمنا بہٖ: وہ کہتے ہیں ہم اِس پر ایمان لائے ۔ متشابہات پر بھی ایمان لائے ۔ کیوں؟: کل من عند ربنا:

Marfat.com

وہ سب کچھ ہمارے اللہ کی طرف سے ہے ، محکمات بھی اللہ کی طرف سے ہے ، اور متشابہات بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ لیکن اس کی تاویل متشابہات سے نہیں کرتے : وما یذکر الا اولوالالباب ○ : اور نصیحت اسی کو پہنچتی ہے ، سمجھ اُس کی اُسی کو پہنچتی ہے ، قرآن فہمی اُسی کو آتی ہے جو : اولوا الباب : ہیں ۔ لُب ، کہتے ہیں دماغ کو ۔ مغز کو ۔ جو صاحبانِ دماغ ہیں ، صاحبانِ فراست ہیں ، صاحبانِ عقل ہیں ، تو اللہ فرماتا ہے کہ : والراسخون فی العلم...... من عند ربنا : وہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ ہم سب پر ایمان لائے محکمات پر بھی متشابہات پر بھی اس لئے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فیصلہ عطا فرماتا ہے : وما یذکر : وہی نصیحت پہ چلتے ہیں ، وہی سمجھتے بُوجھتے ہیں ، اُن کے علاوہ کوئی نہیں سمجھتا سوائے کن کے : اولوا الباب : جو صاحبان فہم و فراست ہیں ، جن کو باطنی بصیرت ملی ہوئی ہے ۔ دینی فراست اور عقل ملی ہوئی ہے وہی سمجھتے ہیں ۔

اس کے بعد بڑی اچھی دُعا ہے ، جو آج ہی میں نے مانگی تھی ۔ ربنا لا تزغ قلوبنا...... انت الوھاب ○ : اَب آپ اس آیتِ مبارکہ کے بارے میں جانیں کہ : پہلے اِن آیات کا

Marfat.com

تعلق بیان کرتے ہیں، پھر شانِ نزول بیان کرتے ہیں، پھر اسکے الفاظ کے معنی بیان کرتے ہیں، پھر خلاصہ بیان کرتے ہیں، تاکہ مطلب واضح ہو جائے تو پھر پچھلی آیت کے تعلق کو آپ خود اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ تو اس کا پچھلی آیات سے تعلق یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عبد ہونے کے دلائل پیش کئے تھے۔ اب کُفّار کے جوابات اور الزام کا دفاع کر رہا ہے۔ قرآن سے تم کوڈ کرتے ہو، جبکہ قرآن میں تو محکمات بھی ہیں، متشابہات بھی ہیں۔ وہ الزام کیا تھا؟ الزام یہ تھا کہ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رُوح اللہ اور کلمۃُ اللہ کہا گیا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا، وہ اللہ کے بیٹے ہو گئے! بیٹے میں ہی تو اپنی رُوح جاتی ہے اور کلمہ جاتا ہے، باپ کی زبان بیٹا بولتا ہے۔ اور باپ کی جان بیٹا ہوتا ہے۔ تو رُوح اللہ، اللہ تعالیٰ نے فرما دیا، تو ان کا بیٹا ہو گیا۔ تو کفّار سے یہ کہا جا رہا ہے کہ تم متشابہات سے رُوح اللہ اور کلمۃُ اللہ کے الفاظ سے یہ الزام و تہمت لگا رہے ہو، اللہ تعالیٰ پر شرکت کا، کہ اس کا کوئی شریک بھی ہے۔ تو یہ جان لو کہ الفاظ کے حقیقی معنی کچھ اور ہوتے ہیں اور مجازی معنی کچھ اور ہوتے ہیں۔ اور جہاں ظاہری معنی عقل و دلیل کے خلاف ہوں، وہ متشابہ ہوتے

ہیں، عقل اور علم کے خلاف ہوتے ہیں کہ اللہ کے انسانوں کی طرح سے اعضاء ہوں، اس کا ہاتھ ہو (نعوذ باللہ)۔

دوسرا یہ ہے کہ جس طرح سے دنیاوی معاملات ہیں کہیں عقل پہنچتی ہے کہیں نہیں۔ جیسے ایک ہی ماں باپ کے مختلف رنگ ممکن ہے۔ مختلف رنگ کے بچّے ہوتے ہیں، کوئی کالا ہوتا ہے، کوئی گورا ہوتا ہے، کوئی سانولا ہوتا ہے۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ، ایک بہن تو بہت ہی گوری اور ایک سانولی ہے۔ ایک بچہ بہت ذہین ایک نہیں۔ تو جس طرح دنیاوی معاملے میں کہیں عقل پہنچتی ہے، کہیں نہیں، جیسے ایک ماں باپ کی مختلف شکل اور مختلف رنگ کے بچّے۔ اسی طرح اپنے معاملات میں کبھی کوئی ایک آیت سمجھ میں آتی ہے، اور کوئی نہیں آئی۔ اس میں بھی الگ الگ نوعیت کی آیات ہوتی ہیں۔ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی قیوّمیت کا ذکر تھا، وہ جو خود قائم ہو اور دوسروں کو قائم رکھے۔ تو اللہ کی ربوبیت کا ذکر تھا کہ وہ ہمارے جسم کو کس طرح قائم رکھتا ہے۔ اَب ہماری رُوح کی قیوّمیت کا ذکر ہے۔ اِس کی شانِ نزول کے بارے میں دو تین روایات ہیں۔ پچھلی آیت میں جو آپ کو بیان کیا تھا، نوجوان عیسائیوں کا کہ جو آئے اور انہوں نے مسجد میں نماز پڑھنا شروع کیا۔ تو جب کچھ انہوں

Marfat.com

نے سُن لیا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ قرآن میں بھی تو عیسٰی علیہ السلام کو آپ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے نہیں ہیں۔ تو قرآن میں تو عیسٰی علیہ السلام کو رُوح منہ کہا ہے، اور کلمۃ اللہ کہا ہے۔ فرمایا: "ہاں!" تو وہ بولے کہ: پھر تو ہمارا دعویٰ درست ہوگیا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ تو پھر اُس وقت یہ آیتِ کریمہ اُتری کہ: متشابہات کی غلط تاویل کون کرتے ہیں؟ جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے۔

یہ دُرِّ منثور میں بھی لکھا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ: ایک دفعہ یہود کے سردار ابُو یاسر ابنِ حطب اپنے یہودی ساتھیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے گزرے، اُسی وقت آپ سورۂ بقرہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ الم۔ ذالك الكتاب: ابو یاسر اپنے بھائی حی ابنِ حطب کے پاس پہنچا۔ اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی: الم۔ ذالك الكتاب: تو ابُو یاسر کا بھائی اپنی ایک جماعت ابنِ اشرف اُس میں شامل تھا، اور جماعت کے ساتھ حاضر ہُوا، اور کہا کہ آپ کے دین کی عمر ہے کل ۷۱ سال۔ الف کا مطلب ہے ایک، "ل" لام کا مطلب ہے ۳۰، اور "م" کا مطلب ہے ۴۰۔ تو سارے ملا کر ۷۱ سال ہُوئے۔ تو میں آپ کے دین کو کیسے مانوں جس کی عمر ہی کتاب کے شروع میں ۷۱ سال بتائی گئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا یہ بھی تو کلام پاک کی آیت ہے:

Marfat.com

المرٰ : تو انہوں نے کہا ہاں اَب تو ترقی ہوگئی ۔اَب تو ۷۱
سال سے ۱۶۱، ہوگئے ۔ تو آپ نے فرمایا یہ بھی کلام پاک میں
ہے : المٓصٓ : تو انہوں نے کہا یہ تو اور ترقی ہوگئی ۔ یہ تو ۲۷۱
بن گئے ۔ لیکن ہم تو نہیں جانتے کہ ہم ۷۱ مانیں ، ۱۶۱، مانیں ،
یا، ۲۷۱، مانیں ۔ تو انہوں نے کیا کہا کہ جو متشابہات تھے ،
مقطعات تھے ، اس کا مطلب اللہ کو معلوم ہے وہ اِس کو
تاویل کرنے کی کوشش میں تھے ۔ اِس کے نمبر نکالے ، اور کہا
بس آپ کے دین کی یہ عمر ہے اس لئے کہ ان کے دلوں میں کجی
تھی ۔ وہ ایمان نہیں لانا چاہتے تھے ۔ تو اُس وقت یہ آیتِ کریمہ
نازل ہوئی ۔ جس میں محکمات اور متشابہات کا فرق واضح کیا گیا ۔

تیسری بات یہ ہے کہ جیسا میں نے عرض کیا تھا کہ عیسائیوں
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو کئی جگہ پہ جمع کے صیغے استعمال کئے ہیں ،
جو کم اَز کم تین کے لئے ہوتے ہیں ، جیسے اللہ تعالیٰ نے کہا :
نحن خلقنٰا ۔ نحن قدرنا : اور جمع کم سے کم تین کے لئے
ہوتی ہے ۔ تو بس ثابت ہوا کہ تین خدا ہیں : نعوذ باللہ من
ذالک : اس وقت یہ آیت کریمہ اُتری ۔ کچھ مُشبہات کا مطلب
تو بالکل بدل دیا ہے ، مثلاً جس آیت میں اللہ نے فرمایا کہ "کہہ
دیجئے ، میں تمہارے جیسا بشر ہوں" تو اسکا مطلب ایسا نکالتے

Marfat.com

ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں کی طرح ہیں اور اُنکا انتقال ہوگیا ہے۔ سب کچھ ختم ہوگیا۔ تو فانی ہوگئے۔ تو : زیغ : کا مطلب ہے جن کے دلوں میں کجی ہے، جو اللہ سے دُور ہوں گمراہ ہوجائیں۔ یا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے گریزاں ہوگئے ہوں۔

ابنِ تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب کے پیروکار کہتے ہیں کہ اُن کی اِتباع کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی، لیکن ان کی تعظیم ضروری نہیں ہے۔ یہ ان کا کہنا ہے : نعوذ باللّٰہ من ذالك : تو جو علماء حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر جو ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں وہ سارے لوگ شامل ہیں جو قرآن کا غلط مطلب نکال بیٹھے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور متشابہات کی غلط تاویلیں کرتے ہیں۔ اس کی خلاصہ تفسیر جو ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی قدرت والا ہے کہ اپنے محبوب پر یہ قرآن اتارا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ھو الذی انزل علیك الکتاب : اللہ تعالیٰ ایسی قدرت والا ہے کہ اس نے اپنے محبُوب پر قرآن اتارا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں سب آیات یکساں نہیں۔ بعض محکم ہیں یعنی ان کے معنی صاف اور واضح ہیں، اور یہی اصل آیات ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : منہ اٰیات محکمات ھن ام الکتاب : یہی اصل کتاب ہے، اصل

Marfat.com

آیات ہیں اور شریعت کی اساس ہے۔ اور حلال و حرام کی بھی

اور اوامر و نواہی کے بیان کرنے والی۔ اور کچھ اِس میں

متشابہات ہیں۔ متشابہات وہ ہیں جن کے معنی واضح نہیں

ہیں۔ اِن کے مقصود بھی ظاہر نہیں ہیں۔ لیکن بعض کج کل،

کج فہم اور گمراہ اور فتنہ پرداز لوگ جو ہیں وہ قرآن کو جھٹلانے

کے لئے قرآنی آیات سے تعارض کے لئے متشابہات کے پیچھے

پڑے رہتے ہیں۔ اور اس کو استعمال کرتے ہیں اپنے نفس کی

پرورش کے لئے۔ اپنے غلط عقیدوں کی تبلیغ کے لئے۔ جیسے

نجران کے عیسائی اور دوسرے لوگ، دوسرے فرقے۔ حالانکہ

ان متشابہات کے حقیقی معنی صرف اللہ تعالیٰ کو پتہ ہیں، اس

کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اس کے مطلب صرف وہی جانیں

جن پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم کیا ہے، جیسے سرکارِ دوعالم ﷺ

اور بعض وہ اولیاء اللہ مقربین، جن کو اللہ نے الہام سے

نوازا۔ لیکن وہ سارے لوگ جو راسخ العقیدہ ہیں، پختہ عقیدہ

والے لوگ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم سب پر ایمان لاتے ہیں۔

لیکن ان متشابہات سے جو ہے، صرف نصیب والے ہدایت

لیتے ہیں۔ اور بدنصیب ان سے گمراہی لیتے ہیں۔ جو صرف ترجمہ

پڑھ کر عالم بن جاتے ہیں وہ بافیض عالم نہیں ہو سکتے۔ لیکن

Marfat.com

وہ عالم جس پر کسی کامل فقیر کی نگاہ پڑ چکی ہو۔ اور وہ اِن کی نگاہِ کرم کے ساتھ علم کی جستجو کرتے ہیں۔

اَب میں آپ کو محکمات اور متشابہات کے متعلق تفصیل بتاؤں گا۔ محکم وہ عبارت ہے جو محکم، حکم سے ہے۔ اور جو بھی حکومت کے قوانین اور راز ہوتے ہیں، کچھ وہ ہوتے ہیں جو عوام پہ ظاہر ہوں۔ اور کچھ قوانین و رموز ایسے ہوتے ہیں جو صرف بادشاہ سلامت کو پتہ ہوتے ہیں، اور اُن کے حُکّام کو پتہ ہوتے ہیں۔ اِسی طرح سے کائنات کا نظام چلانے کے لئے کچھ چیزیں ہیں جو اللہ نے سب کے علم کے لئے ظاہر کر دی ہیں وہ محکمات ہیں۔ اور کچھ راز ہیں جو صرف ان کے مقربین کو پتہ ہیں۔ حُکّام کو پتہ ہیں جو اُس کے نظام کو چلانے والے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام میں سَب سے بلند پایۂ مفسّر کون تھے؟ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔ اِس لئے کہ سرکارِ دو عالمؐ نے ان کے لئے دُعا فرمائی تھی، قرآن فہمی کی۔ انہوں نے فرمایا کہ جو احکام شریعتوں کے احکام سے نہ بدلیں۔ وہ محکم ہیں جو اَصل اُصول ہیں۔ اُصولوں کی بنیاد پر قرآن کی تفسیر کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں جس کے معنی بالکل ظاہر ہوں اور جو ظاہر معنی ہیں، وہی کلام کا مقصود بھی ہیں۔ وہی محکمات ہیں۔ اِن میں نسخ اور

Marfat.com

تبدیلی کا کوئی دخل نہیں ۔ متشابہات وہ آیات ہیں جو کسی طرح سمجھ میں نہ آئیں، جیسے کہ، بعض چیزیں ایسی ہیں مثلاً: قیامت کا آنا ۔ دجّال کا پیدا ہونا، اور دابۃ الارض کے آنے کا وقت جو ذی روح ہیں، دُنیا میں کب آئیں گے، کب جائیں گے اِس کا ہمیں کچھ نہیں پتہ ۔ تو وہ متشابہات ہیں ۔ اور جو منسوخ ہیں ۔ وہ بھی متشابہات ہیں ۔ اور جن کے الفاظ مقرر ہوں وہ بھی متشابہات ہیں ۔ اور وہ جو جس کی وجہ عقل سے باہر ہو ۔ مثلاً: مثال دیتا ہے، روزہ اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے ۔ لیکن رمضان میں کیوں فرض کیا اور شعبان میں کیوں نہیں ۔ شعبان بھی مبارک مہینہ ہے ۔ ربیع الاوّل بھی بہت مبارک مہینہ ہے ۔ ذوالحجہ بھی مبارک مہینہ ہے تو ان مبارک مہینوں میں جن کی بہت فضیلت ہے، اس میں کیوں نہیں اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کیا، یہ متشابہات ہو گیا ۔ اس کی مثال ہے، نماز کے اوقات کلامِ پاک میں ایک تو Indications ہے کہ قبل طلوعِ آفتاب بعد غروبِ آفتاب تو صلوٰۃ العشاء ہے، صلوٰۃ الوسطیٰ ہے، لیکن اسکے اوقات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کئے ہیں اور کسی نے نہیں مقرر کیا یہ متشابہات میں سے ہیں ۔ رکعت کی تعداد جو ہے ۔ وہ بھی متشابہات میں سے ہیں ۔ جیسے ۲ دو ہی رکعت نماز پڑھی، دن

Marfat.com

شروع ہوتے ہوئے صرف دُو رکعت نماز پڑھ کے چلے جائیں،
اور ظہر کا وقت جو کاروبار کا وقت ہوتا ہے چار رکعت پڑھیں۔
یہ سب چیزیں متشابہات ہیں ان کی وجہ نہیں ہمیں پتہ۔ اس
کی حکمت صرف رب کو معلوم ہے۔

حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "وہ
احکام جو شریعتوں کے اختلاف سے بدل جائیں، وہ متشابہات
ہیں۔ اور مزید یہ کہ وہ احکام جن کی مُراد عقل میں نہ آسکے، اور
رب سے وضاحت کی اُمید بھی نہ ہو تو وہ بھی متشابہات ہیں۔
تو متشابہات کی بہت ساری قسمیں ہیں۔ آپ کلام پاک پڑھیں
تو پہچان جائیں گے۔ ایک تو وہ جو لفظاً متشابہ ہوں، دوسرے
وہ جو صرف معناً متشابہ ہوں، تیسرے وہ جو لفظاً بھی ہوں،
اور معناً دونوں میں شبہ ہو، پھر لفظاً متشابہ کی قسمیں ہیں، وہ
جو صرف معنی کے لحاظ سے متشابہ ہیں، وہ جس کے معنی خصوصی
کے لحاظ سے ہوں، تیسرے وہ جو کیفیت کے لحاظ سے متشابہ
ہوں۔ چوتھے وہ جو شرائط کے لحاظ سے متشابہ ہوں۔ ایک دو
اور قسمیں ہیں۔ مقطعات جیسے: الٓمٓ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ حٰمٓ:
یہ مقطعات ہیں۔ جن کے معنی سمجھ میں نہ آئیں۔ دوسرے وہ
مقطعات ہیں، جن کے معنی تو سمجھ میں آجائیں، لغوی معنی تو سمجھ

میں آجائیں، لیکن حقیقی معنی کی خبر نہ ہو۔ جیسے میں نے مثال دی تھی کہ : یدُ اللہ ۔ وجھہُ اللہ : کہ اللہ کا چہرہ ، اللہ کا ہاتھ، اس کے معنی تو پتہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا نہ تو چہرہ ہوتا ہے ، نہ ہاتھ ہوتا ہے وہ تو سراپا نور ہے۔ اس کی تو شکل کوئی متعین نہیں ہے ۔ وہ شکل کی قیود سے آزاد ہے۔ شکل میں تو آدمی قید ہوجاتا ہے۔ ندیم صاحب جیسے ہیں بچپن سے اب تک ویسے ہی لگیں گے۔ بدل نہیں سکتے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ہونٹ ان کے لال ہوجائیں، اور آنکھیں چھوٹی ہوجائیں یہ نہیں ہوسکتا۔ تو جو جیسی شکل ہے ویسی ہی رہے گی۔ اور اس میں بہت ساری آیات وصفات ہیں : الرحمٰن علی العرش الاستویٰ : اور اللہ نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ وضع کیا۔ یہ سب باتیں جو ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا سمیع وبصیر ہونا تو سمجھ میں آتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی آنکھوں کا ہونا، اپنے ہاتھ سے بنانا ، یہ سب چیزیں سمجھ میں نہیں آتا اس لئے کہ وہ تو ہاتھ پیر کا محتاج ہی نہیں ہے۔ وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، خواہش کرتا ہے ، ہو جا ! وہ ہو جاتی ہے۔

متشابہات کی اور بھی قسمیں ہیں۔ جیسے کہ ایک مثال ہے کہ : ھوالقاھر فوق عبادی : اپنے بندوں کے سامنے وہ قاہر ہے ، اپنے امر کو وہ جیسا چاہے کرسکتا ہے : نحن اقرب الیہ

Marfat.com

من حبل الورید ؓ : اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ ہے تو یہ کہنے کا کیا مطلب ہے کہ میں تو اس کے شہ رگ سے قریب ہوں ۔ جو صاحبانِ اولوا الالباب ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ قربت کی ایک نشانی ہے ۔ یا : وَاللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیط : اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مُحیط ہے ۔ تفسیرِ کبیر جو ہے اس میں یہ کہا ہے کہ ساری نفسانی خصوصیات جو ربّ کی طرف سے ہیں ۔ وہ متشابہات ہیں ۔ جیسے اللہ کا قاھر ہونا ، یا اللہ کا شہ رگ کے قریب ہونا ۔ اس لئے کہ اللہ کی ذات تو جذبات سے عاری ہے ۔ اور جذبات جو ہیں وہ نفس کی خصوصیات ہیں ۔ جیسے اللہ نے فرمایا یہ لوگ مکر کرتے ہیں : واللہ خیر الماکرین : یہ لوگ ہمارا ٹھٹھا اتارتے ہیں ، اللہ ان کا ٹھٹھا کرتا ہے ' یہ کیا ہے ؟ یہ سب نفسانی فطرت ہے ۔ استہزاء جو ہے ، مکر جو ہے ، یہ مثال کے طور پہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے ، اس کو اگر ہم اس کے ظاہری متشابہات کے معنی میں لیں گے اگر وہ مکر ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی نعوذ باللہ ! مکر ہے ۔ تو وہ جو جن کے ظاہری اور حقیقی معنی میں فرق ہے وہ متشابہات ہے ۔ مثلاً رحمت ، غضب ، حیا ، مکر ، استہزاء یہ سب متشابہات ہیں ۔ جہاں اس طرح کے الفاظ ہوں ، وہ محکمات کی طرف لوٹا دو ۔ یہ جب الفاظ آئیں تو نُورٌ علیٰ نُور ۔ اور طیّب اور طاہر اور

Marfat.com

قدوس کی طرف لوٹا دو ۔ تو جو صاحبِ ایمان ہیں ، الولوا الالباب ہیں ، وہ کیا کرتے ہیں جب متشابہات آتے ہیں تو اس کی خود تاویل نہیں کرتے ، بلکہ اس کا متشابہات کی طرف رُخ کر دیتے ہیں ۔ اسی طریقے سے وہ بھی آیاتِ متشابہات ہیں جن کے ظاہری معنی کی وجہ سے لوگ انبیاء کی صفات کو عمومی صِفات (جو ہے عام انسانوں کی صفات) کے برابر کرتے ہیں ۔ وہ بھی متشابہات میں ہیں ۔ اور وہ ساری آیات جو ہیں ، جن سے انبیائے کرام کی معصیت ثابت ہو ان کا گناہ ثابت ہو وہ بھی متشابہات میں ہیں ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو انبیاء کو تو معصوم کہا ہے ان سے گناہ سَرزد نہیں ہو سکتا۔ ان سے خطا ہو سکتی ہے ، بھُول چُوک ہو سکتی ہے ، لیکن معصیت نہیں ہو سکتی ۔ تو ایسی آیات جن میں ان کی معصیت کا ذکر ہو وہ متشابہات ہیں ۔

تو فیصلہ یہ جو ہے علماء کا یہ ہوا کہ احناف یہ کہتے ہیں حضرت امامِ اعظم ابُو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماننے والے کہ : متشابہات کا قطعی علم جو ہے ، صرف خدا کو ہے اور کسی کو نہیں ہے ۔" شافعی کا کہنا یہ ہے کہ : "ضمنی علم علماء کو بھی ہے ۔" یہ لوگ جو ہیں وہ اپنے کو شافعی کہتے ہیں ۔ وہابی' ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب جیسے لوگ وہ متشابہات کے معنی خود نکالنا شروع کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

اور حضرت ابُو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اسی لئے کہ لوگ گمراہ نہ ہوں، جب یہ آیت آئی: وما یعلم تاویلہ الا اللہ راسخون ؁ : اپنی تلاوت میں تو انہوں نے اس آیت کو وقف کر دیا۔ یہ جملہ مکمل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تاویل کوئی نہیں جانتا۔ تو امام ابُو حنیفہؒ اسی آیت میں اِلاَّ پر وقف کرتے ہیں اور شافعی وقف نہیں کرتے۔ وہ ملا کر پڑھتے ہیں۔ حضرت ابُو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا کہنا ہے کہ متشابہات کا علم اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا علم کاملین کو ہے۔ لیکن ہمارا مسلک یہ ہے کہ متشابہات کا علم ہے یا نہیں ہے، یہ بحث صرف علماء کے لئے ہے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہیں ہے۔ اِس لئے کہ اُن کو اللہ نے سارے متشابہات کا علم عطا فرمایا۔ مُلّا احمد جیون کی کتاب ہے "نور الانوار"۔ انہوں نے یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ اختلاف اُمّت کے متعلق ہے اِس لئے کہ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین اسرار ہیں۔ وہ اسرار اللہ جانتا ہے اور اس کا حبیب[۴]۔ جس کو اُس نے بتایا ہے۔ اغیار جو ہیں جو کبھی علم والے ہیں وہ ان کو نہیں جانتے۔ اور یہ اختلاف جو ہے دلائلِ عقلی اور نقلی کے متعلق ہے۔ ورنہ صاحبانِ کشف کو الہام کے ذریعے متشابہات کا علم معلوم ہو جاتا ہے۔ ان کو کیسے علم ہو جاتا ہے؟ اس کا ثبوت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا

Marfat.com

ہے۔ جو انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فرمائی:

اللھم فقھہ فی الدین : اے اللہ ان کو دین کا فقیہہ بنا دے۔

اس دعا سے ظاہر ہوتا ہے کہ، متشابہات کا علم صرف اللہ تعالےٰ کی ذات تک محدود رہتا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ جاننے کے بعد یہ دُعا ہی نہیں کرتے جو انہوں نے اپنے ایک امتی کے لئے، اپنے مقرب صحابی کے لئے، جو کہ مفسرین کے امام ہیں ان کیلئے دُعا فرمائی۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اِس کا اشارہ دیا : وَمَا یذکرا الا اولوا الباب ۵ : جن کو ہم نے باطنی بصیرت عطا فرمائی ہے، ان کے علاوہ کوئی اس کا مطلب نہیں جانتا۔

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ : قرآن کی تفسیر کے چار درجے ہیں۔ ایک وہ جو سب کے علم میں ہونا چاہیئے۔ وہ محکمات ہیں۔ جیسے کہ حلال و حرام کے احکامات ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو عربی زبان کے رموز ہیں۔ وہ صرف عرب جان سکتے ہیں اُن کے نام۔ تیسرے جو ہیں وہ صرف علماء جانتے ہیں۔ چوتھا یہ کہ خدا کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : ''میں اپنی اُمت پر تین (۳) چیزوں کا خوف کرتا ہوں'' یہ حدیث ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ

Marfat.com

مروی ہے کہ: پہلی (۱) زیادتیِ مال جو باعثِ حسد ہو کہ میری اُمت کو مال کی زیادتی کے بعد لوگوں کے حسد سے نقصان نہ پہنچ جائے۔ اس لئے کہ حسد وہ آگ ہے جو سب کچھ جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ دوسرا (۲) جو ہے جنگ وجدال۔ اُن میں آپس میں جنگ وجدال نہ ہو۔ اور تیسرا (۳) متشابہات کی تاویل کہ یہ یہود ونصاریٰ کی طرح سے بغیر علم کے متشابہات کی تاویلیں کرنا نہ شروع کر دیں، جیسے ہمارے ہاں وہابی حضرات کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کی تاویل اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "قرآن پاک سات چیزوں کو لے کر اُترا ہے۔ ① ممانعت ② حکم ③ حلال ④ حرام ⑤ محکم ⑥ متشابہات، اور ⑦ مصالح۔ لہٰذا! حلال کو حلال جانو، اور حرام کو حرام جانو، جو قرآن نے کہا ہے۔ احکام پر عمل کرو۔ اور جو ممانعت ہیں، نواہی ہیں، ان سے بچو۔ اور مثالوں سے عبرت پکڑو۔ اور محکم پر عمل کرو۔ اور متشابہات پہ ایمان لاؤ کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کا مطلب ڈھونڈنے کی کوشش نہ کرو۔ محکم کی طرف رجوع کرو۔ اور کہہ دو کہ: امنا بہ کل من عند ربنا: یہاں پہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: جو،

راسخون ہیں وہ کیا کہتے ہیں ؟ : امنا : ہم ان پر ایمان لاتے ہیں متشابہات پہ کیوں ؟ : کل من عند ربنا : کہ یہ سب کے سب چاہے محکمات ہیں ، سب اللہ کی طرف سے ہیں ۔ حکمت اس کی یہ ہے جیسے میں نے ابھی آپ کو بتایا تھا کہ ربّ کی طرف سے' حکام کی طرف کچھ احکام اور رمُوز آئے ۔ جو عام جانکاری کے لئے (پبلک نالج) کے لئے نہیں ہیں ۔ بلکہ راز حکومت جو ہے احکم الحاکمین اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز ہے ۔ اس آیت مبارکہ پر طویل آیت ہے ۔ اس میں بڑے مسائل کا حل ہے ۔

اس کی ایک صوفیانہ تفسیر ہے ۔ قدرتی چیز کا نہ مقابلہ ہو سکتا ہے اور نہ اُس کی طاقت کسی انسانی چیز سے مقابلہ کر سکتی ہے ۔ اس کی تہہ تک پہنچا جا سکتا ہے ۔ مثلاً : ہمارے قلب ہیں ، دل ہیں ، جس طرح سے مُسلز ہیں ، کس طرح کے خانے ہیں ؟ کیا کیا وہ فنکشن کرتے ہیں ؟ کیا اُن کی ہئیت ہے کیا اُن کی صفت ہے ۔ کیا اُن کے ٹکڑے ہو سکتے ہیں ۔ یہ تو انسان کو پتہ لگ سکتا ہے ۔ ٹانگوں' ہاتھوں کا کیا فنکشن ہے ، دماغ کا کیا فنکشن ہے ، جو اندر نظر نہیں آرہے ہیں اِن کا کیا فنکشن ہے ۔ تو اس طرح انسانی جسم کے متعلق تو علم حاصل

Marfat.com

ہوسکتا ہے، لیکن جو رُوح ہے، اس کے متعلق کچھ نہیں پتہ چلتا۔ اس لئے کہ اللہ نے فرمایا : قل الروح من امر ربّی : یہ امرِ ربّی ہے، اَب امر کا مطلب کیا ہے؟ امر کا مطلب ہے "لاثانی" کبھی نہ مرنے والا۔ ہمیشگی۔

انسان کی ذات کی بھی دو شکلیں ہیں۔ ایک انسان کا جو دنیاوی رشتہ ہے، بندوں سے رشتہ ہے، ماں سے، باپ سے، بیٹے سے، بھائی سے، بہن سے، بیوی سے، وہ اِسی دُنیا میں ختم ہوجاتا ہے۔ انتقال ہوا، اور بیوی نامحرم ہوگئی۔ وہ آپ کی اپنی نہیں رہی۔ آپ اُس کے انتقال کے بعد اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتے۔ اور ایک اللہ سے رشتہ ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے ہے، اِس دنیا کے بعد بھی ہوتا ہے۔ تو وہ جو وجہہِ مطلق ہے، اس کو اللہ کا رشتہ جو ہے، اللہ کا عرفان جو ہے، وہ سوائے عارفین اور کاملین کے کسی کو نہیں پتہ۔ عام عالم کو اللہ کی ذات کا عرفان نہیں ہے۔ لیکن وجہہِ مطلق کا علم جو ہے وہ سوائے کاملین کے اور کسی کو نہیں ہے۔

چھوٹا بچہ جب پیدا ہوتا ہے اس کو نہیں پتہ ہوتا باپ کِسے کہتے ہیں، ماں کِسے کہتے ہیں۔ چچا کِسے کہتے ہیں، خالہ کِسے کہتے ہیں۔ جب اس کو بتایا جاتا ہے تو وہ رشتوں کو پہچاننا

Marfat.com

شروع کر دیتا ہے۔ اور فرض یہ کیا کہ: یہ ایک کمرہ ہے۔ اس میں چاروں طرف آئینے کے، شیشے کے ٹکڑے لگے ہوئے ہیں۔ مختلف رنگ کے ہیں، مختلف زاویوں کے ہیں۔ میں اکیلے یہاں بیٹھا ہوا ہوں، میری ذات تو ایک ہی ہے۔ لیکن شیشوں کے مختلف رنگ ہیں، مختلف شکلیں نظر آئیں گی، جتنے ٹکڑے ہیں، اتنی ہی شکلیں ہوں گی تو جو میری ذات ہے، وہ ہوگی، وجہِ مُطلق۔ اور جو شیشوں کے اندر ہیں وہ ہیں، وجہِ اضافی۔ میں چلا جاؤں گا، تو اُن میں سے ایک بھی نہیں ہوگی۔ تو وجہِ مطلق کو سوائے عارفین کے اور کوئی دیکھ نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو انشراحِ صدر عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو تقویت عطا فرمائے۔ اور اپنی احکامات' اوامر و نواہی، کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ان چیزوں کا جنہیں ہمیں علم نہیں ہے، اُن کی تاویلات کرنے سے ہمیں محفوظ رکھے۔

آمین

واخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین ٥

Marfat.com

پارۂ تِلْكَ الرُّسُلُ سُورَۃُ اٰلِ عِمْرَانَ

اٰیات نمبر : ۸ - تا - ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا
وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ
اَنْتَ الْوَهَّابُ ۞ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ
النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۞

اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس
کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی ، اور ہمیں
اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو
ہے بڑا دینے والا ۸ اے رب ہمارے
بے شک تُو سب لوگوں کو جمع کرنے والا

ہے ، اس دن کے لئے جس میں کوئی شبہہ
نہیں ، بے شک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا ۹ ع

آج کی مجلس میں ، مَیں سُورہ آلِ عمران کی آٹھویں ، اور نویں آیات کی تفسیر پیش کروں گا ۔ اے عزیزانِ محترم! پچھلی آیت میں اللہ نے مومنین کا ، صراطِ مستقیم پہ چلنے والوں کا اور بہکنے والوں کا تقابل فرمایا ہے ۔ اِس کلامِ پاک میں کچھ آیات ایسی ہیں جن کے الفاظ میں اور معنی میں مطابقت ہے جس میں واضح احکامات ہیں ، جو شریعت کے اساس ہیں ، جو دراصل اُمُّ القرآن ہیں ۔ ساری شریعت اوامر و نواہی عبادات ، معاملات ، معمولات کے متعلق احکام اِس کے اندر ہیں ۔ اور کچھ متشابہات ہیں ، جن کا مطلب اللہ ہی جانتا ہے جن کو اللہ نے باطنی بصیرت عطا فرمائی ہے ۔ جنہیں دینی فراست عطا فرمائی ہے ۔ ایمان عطا فرمایا ہے ۔ وہ محکمات کا عمل کرتے ہیں ، متشابہات کی طرف نہیں بھاگتے ۔ وہ متشابہات پر ایمان لاتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ، اس کا صحیح مفہوم اللہ ہی کو پتہ ہے ۔ اور اس نے ہمارے لئے ضروری نہیں سمجھا ، ہمارے دُنیادی ، کاروباری معاملات

کے لئے، شریعت کی پابندی کے لئے اِن کا جاننا ضروری نہیں ہے۔ اور وہ اس کی تائید بھی نہیں کرتے، وہ خود اس کا مطلب نکالنے کی کوشش نہیں کرتے۔

کچھ ایسی آیات ہیں جن کا مطلب بہکے ہوئے لوگ خود ہی نکال لیتے ہیں، ان کے دلوں میں کجی ہے، وہ غلط مطلب نکالتے ہیں۔ مثلاً جب اللہ فرماتا ہے: ید اللہ فوق ایدیھم: تو وہ کہتے ہیں اس کا کیا مطلب ہوا؟ ظاہر ہے اللہ کے نہ ہاتھ ہیں نہ پیر ہیں، وہ تو نورِ علیٰ نور ہے، تو جو ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا جو ان بزرگانِ دین نے بتایا جن پر اللہ تعالیٰ الہام کے ذریعے کرم فرماتا ہے۔ ان کو علم عطا فرماتا ہے۔ ان کو اس کا مطلب پتہ ہے، اور کسی کو اس کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ متشابہات کے متعلق اس کی تاویلات کرے۔ اور جن لوگوں کے ایمان پکے ہیں، وہ راسخون ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے جو اللہ کی طرف سے ہے، یہ سارا کچھ جو ہے جتنی آیات ہیں چاہے محکمات ہوں چاہے متشابہات ہوں سب اللہ کی طرف سے ہیں اور بے شک قرآنِ پاک میں وہ نصیحت ہے۔ وہ علم ہے جو صرف صاحبانِ بصیرت، صاحبانِ عقل ہی اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور

Marfat.com

صاحبانِ عقل کا مطلب ہے ایمان والے لوگ ۔ اس میں اللہ کی قدرت کا ذکر ہے ۔ مومنین کے ایمان کا ذکر ہے ۔ اَب اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ سے ایمان کی سلامتی کی دُعا کا ذکر ہے : ربنا لا تزغ قلوبنا : جب کوئی دُعا رَبّ سے شروع ہوتی ہے تو دراصل اس کا مطلب ہوتا ہے ، ربّ تعالیٰ سے کرم اور رحمت کی درخواست کرنا ۔ ربّ ساری مخلوق کو پالتا ہے ۔ اور قائم رکھتا ہے یہ ربّ کی قیّومیت کا اظہار ہے ۔ ربّ کے کرم کا اظہار ہے ، اور اس کی رحمانی اور رحیمی کا اظہار ہے ۔ تو جب بھی دُعا مانگی جاتی ہے ،رَبّنا کہہ کر یا رَبّی کہہ کر کے ، یا رَبّ کہہ کر کے ۔ تو دراصل اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اعتراف کرنا ، اُس عظمت والے نام کے ساتھ ربّ کو یاد کرنا اور اس سے کرم کی بھیک مانگنا : ربنا لا تزغ قلوبنا : پہلے بھی یہ لفظ آ چکا ہے ۔ اللہ نے فرمایا ہے : فاما الذین فی قلوبھم زیغٌ : اِن کے دِلوں میں کجی ہے ،ٹیڑھا پن ہے ، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان سے دُور ہیں ۔ تو زیغٌ کا مطلب ہے کجی ۔ ٹیڑھا ہونا ۔ وہاں ذکر کیا اللہ نے اس آیت میں کہ ایمان والے جو ہیں وہ سب پر ایمان رکھتے ہیں ۔ اور جن کے دلوں میں کجی ہے ۔ جو ہدایت سے محروم ہیں ، وہ لوگ متشابہات کی تاویل ڈھونڈتے ہیں ۔

Marfat.com

اَب اللہ تعالیٰ نے ہمیں دُعا سکھائی ہے : ربنا لا تزغ قلوبنا اے میرے رب! ہمارے دِلوں کو کجی سے محفوظ رکھ، ان کو ٹیڑھا نہ ہونے دینا۔ ان کو اپنی ہدایت پر قائم رکھنا ان کو ہدایت سے نوازنا۔ اس کو ایمان سے پُرنور رکھنا۔ کفر و شرک کے ظلمات سے محفوظ رکھنا۔ ایمان سے ما مور رکھنا، منوّر کرنا : بعد اذھدیتنا : ہدایت دینے کے بعد۔ ہدایت وہ روشنی ہے جو راستہ دکھاتی ہے، اس لئے کہ منزل پر پہنچنے کے بعد بھٹکنے کی بات ہی نہیں ہے۔ جب آپ اللہ کے پاس جنت میں پہنچ گئے۔ تو پھر وہاں سے دوزخ میں جانے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہدایت وہ بصیرت ہے، روشنی ہے، جو آپ کو راستہ دکھاتی ہے۔ کون سا راستہ؟ صِراطِ مستقیم کا راستہ، لِقائے الٰہی کا راستہ، مغفرت اور انعام کا راستہ، ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا :۔

آپ میرے رب ہیں آپ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْن ہیں۔ آپ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ہیں، آپ سخی ہیں۔ کرم کرنے والے ہیں۔ کرم کرنے والے جب کسی کو کوئی نعمت دیتے ہیں تو اِسے واپس نہیں لیتے۔ اے میرے رب آپ نے ہمیں ایمان اور ہدایت کی نعمت عطا فرمادی ہے، آپ کرم کرنے والے ہیں۔ آپ تو اَرحم الراحمین ہیں۔ اس وجہ سے آپ کی اِس صفت میں ایمان لاتے

Marfat.com

ہوئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ نے جو ہم پر کرم کیا ہے جو نعمت عطا کی ہے، اس کو ہم سے واپس نہ لے یہ ہدایت یہ باطنی بصیرت یہ ایمان کا نور جو ہے وہ ساری زندگی ہمارے ساتھ رہے۔ تو : ربنا لا تزغ قلوبنا..... لدنك رحمة : اپنی رحمت، مہربانی اور کرم میں سے ہمیں بھی عطا فرما۔

① قرض کیا چیز ہوتی ہے ؟ جو کچھ آپ کو دیا جائے ایک مدت کے بعد واپس لے لیا جائے وہ قرض ہے۔ اور ② بیع کیا ہے ؟ کہ کوئی چیز آپ کو دے دے اور اس کی قیمت لے لے۔ اور ③ ھبۃ کیا ہے ؟ کہ آپ کو ایک عطیے کے طور پہ دے دیا اور اِس کا کوئی معاوضہ آپ سے وصول نہیں کیا نہ اس کو واپس مانگنا ہے نہ آپ نے اس کا کوئی معاوضہ لینا ہے۔ بندہ ربّ کو قرضہ دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم جو نیکیاں کرتے ہو، اللہ اس کا قرض ادا کر دے گا، نیکیوں کا اجر دے گا۔ لیکن اللہ کی شان نہیں ہے۔ وہ بلا معاوضہ اپنی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ چاہے وہ رزق ظاہری ہو یا باطنی ہو۔ چاہے ایمان ہو چاہے ہدایت ہو۔ اور چاہے جزا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کتنی اچھی دُعا سکھائی ہے، اپنے مومنین کو۔

وھب لنا من لدنك رحمة انك انت الوھاب : ہمیں

Marfat.com

وہ انعام وہ عطیہ عطا فرما اپنی رحمت میں سے۔ اور رحمت کے بہت سارے پہلو ہیں، دنیا میں ایمان اور نیک اعمال رحمت ہیں۔ جب دنیا سے جانے لگیں تو نزع کی آسانی میں رحمت ہے۔ جب قبر میں جائیں اور منکر نکیر آئیں، تو سوال و جواب میں آسانی رحمت ہے۔ قبر کو روشن اور کشادہ کر دینا، یہ رحمت ہے۔ قیامت کے دن حساب کتاب کو آسان کر دینا وہ رحمت ہے۔ گناہوں کو معاف کر دینا جیسے وہ کبھی تھے ہی نہیں، یہ رحمت ہے۔ عفو جو ہے وہ رحمت ہے۔ مغفرت وہ رحمت ہے کہ اس کو ڈھانپ دیا اللہ کی دوسری مخلوق سے، پوشیدہ کر دیا وہ بھی رحمت ہے۔ اپنا قرب عطا فرمانا اور جنّت میں داخل کر لینا، وہ بھی رحمت ہے۔ تو پیدا ہونے کے ساتھ انسان کے خلق سے لے کر ابتداء سے انتہا تک، اپنی ابتداء تک واپس پہنچنے تک۔ اُس تک پہنچنے تک رحمت ہی رحمت ہے۔

لہٰذا یہاں ہم اللہ سے کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بے شک تو بڑا دینے والا ہے۔ تو کسی بھی معاملے میں کسی تنگ حوالے سے نہیں مانگتے، اُس سے وسیع حوالے سے مانگتے ہیں جو اللہ کی وسیع رحمتیں ہیں۔ وہ مانگتے

Marfat.com

ہیں۔ پیدائش سے لیکر کے آخرت تک کے حوالے سے مانگتے ہیں۔ اے میرے رب آپ تو ہیں وہاب۔ آپ تو ایسے سخی ہیں جو بلا معاوضہ نعمتیں عطا فرماتے رہتے ہیں، تو اپنی وسعت و رحمت میں ہمیں ڈھانپ لیجئے۔ ہماری پیدائش سے ہماری آخرت تک ہر لمحے آپ ہمیں رحمت کے سائے میں رکھیں کیوں ؟ :

انك انت الوھاب : اس لئے کہ آپ تو وہاب ہیں، آپ تو سخی داتا ہیں۔ آپ تو بلا معاوضہ عطیہ عطا فرماتے ہیں۔ رب سے قیامت کے دن عفو، مغفرت اور رحمت مانگتے ہیں۔ تو اس کی حاکمیت کا یوم محشر کا بھی اعتراف کرو۔ یوم حساب کا، اس کے مالکِ یوم الدّین کا، اپنے ایمان کا اظہار کرو۔ تو اللہ نے دوسری دفعہ کیا فرمایا ہے : ربنا : اے ہمارے ربّ! اے ہمارے کرم فرمانے والے ربّ ! اے مالک ! اپنی رحمتوں کے ساتھ ہمیں زندہ رکھنے والے! ہماری پرورش کرنے والے ربّ! بے شک آپ جامع الناس ہیں، سب کو اکٹھا کرنے والے ہیں، قیامت کے دن یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے منادی کردی کہ آجاؤ، تو سب کے سب لوگ چلے آرہے ہیں۔ اس کی شان یہ ہوگی کہ یک وقت صُور پھُونکا جائے گا اور سارے ایک جگہ جمع ہوجائیں گے۔ جتنے لوگ حضرت آدم علیہ السّلام سے

لے کر روزِ قیامت تک ہوں گے وہ سارے کے سارے تمام جن و انس جمع ہوں گے۔ تو آپ کہتے ہیں کہ اے میرے رب! بے شک آپ لوگوں کو اکٹھا کرنے والے ہیں قیامت کے دن سب کو جمع کرنے والے ہیں۔ ہم ایمان لاتے ہیں آپ کے مالکِ یوم الدین ہونے پر۔ اور کس دن آپ جمع کریں گے۔ لیوم لا ریب فیہ : اِس دن جس کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہے۔ اے ہمارے رب! ہمارا ایمان ہے کہ روزِ قیامت جس کا آپ نے وعدہ فرمایا ہے۔ وہ دن آئے گا اس دن ہم سب جمع ہوں گے۔ اس دن ہم سب آپ کے عفو کے، مغفرت اور رحمت کے طلب گار ہوں گے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے: ان اللہ لا یخلف المیعاد : اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔ اُس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ سب کو جمع کرے گا اُس نے وعدہ کیا ہے: ان تبدون یحاسبکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ...... من یشاء۔

دیکھیں دونوں میں فرق ہے۔ وعدہ میں اور وعید میں۔ میعاد جو ہے، وعدہ جو ہے، وہ انعام کا ہوتا ہے، اچھی چیزوں کا ہوتا ہے۔ اور وعید جو ہے وہ ڈر، خوف اور سزا کا ہوتا ہے۔ وعدہ جو ہے جزا کا اور وعید جو ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے

کلامِ پاک میں کئی جگہ فرمایا ہے۔ وہ وعید کو پورا کرے گا، تم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ کافروں میں مشرکین کو باغیوں کو جب اللہ تعالیٰ مخاطب کرتا ہے تو کہتا ہے کہ اس کو وعید دے چکے ہیں اور تم سب کی پکڑ ہوگی۔ کوئی بھی اللہ کی پہنچ سے دور نہیں ہوگا کوئی بھی اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہوگا۔ اُس دن کسی شخص میں یہ سکت نہیں ہوگی کہ وہ انسان کی صفائی دے سکے۔ اس لئے کہ اس کے ہاتھ، اِس کے پیر، اس کے روئیں، سب گواہی دیں گے یہ مجبور ہوگا، اِس کے سارے اعمال کی گواہی اس کے اعضاء دیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت جو ہے وہ مطلق ہوگی۔ اس کی جلالت سب پر ظاہر ہوگی۔ ابھی تو اس کی رحمت ہم سب پہ ظاہر ہے۔ جلالت کا تو اندازہ ہی نہیں۔ جن پہ جلالی توجہ ہوتی ہے۔ ان کے سینے پُھکتے ہیں۔ جیسے حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: ("دل جل جاتا ہے ایسا لگتا ہے جیسے کباب جل رہا ہو")۔

اے عزیزانِ محترم! اُس دن ربِّ کریم تمام جاہ وجلال کے ساتھ ہوگا، کسی میں سکت نہ ہوگی کہ اپنے کئے کی کوئی تاویل پیش کر سکے۔ ہر شخص اس کے حکم کا پابند ہوگا۔ اس کی رضا اور اس کے امر کا پابند ہوگا۔ کسی شخص میں سکت نہ ہوگی کہ وہ اپنے

Marfat.com

گناہوں کو چھپا سکے، یا جھوٹ کا سہارا لے سکے۔ وہ سب جھوٹے سہارے اس دنیا ہی تک ہیں، اس لئے کہ اس دن شیطان اور نفس کی عملداری ختم ہو چکی ہو گی۔

جس طرح سے ربّ کے پکارنے سے اُس کے دریائے رحمت جوش میں آجاتے ہیں۔ اگر دل کی کھیتی کی آبیاری آپ کرنا چاہتے ہیں تو جب ہم کھیت کی کاشتکاری کرتے ہیں تو کیا کرتے ہیں پہلے اس میں ہل چلاتے ہیں، مٹی کو نرم کرتے ہیں پھر بیج ڈالتے ہیں، پھر پانی ڈالتے ہیں۔ تو دل کی کھیتی کو اگر ہری کرنا ہے تو آہ وزاری سے، گریہ سے بیقراری سے، خشیت کے ساتھ آبیاری کریں، تو پھر آبِ رحمت جو ہے، اس دل کی کھیتی کو ہرا بھرا کر دے گا۔ دل یادِ الٰہی کا گہوارہ ہے۔ اللہ کا کرم ہو جائے تو دل میں ہدایت آجاتی ہے۔ اور اگر اللہ کا کرم نہ ہو تو دل میں کجی آجاتی ہے زہر آجاتا ہے۔

ہدایت کی تین (۳) قسمیں ہیں۔ ایمان کی ہدایت: کہ اللہ ایمان پہ قائم رکھے۔ عبادت کی ہدایت: کہ ایمان ہے تو اللہ تعالیٰ کی ساتھ ساتھ عبادت بھی کرتا رہے۔ اور معاملات کی ہدایت: کہ اس کے معمولات اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہوں جیسے میں نے سُورۂ بقرہ میں بتایا: نکاح اور طلاق

Marfat.com

کے متعلق، خلع اور وراثت کے متعلق، بیع کے متعلق، قرض کے متعلق، صدقات کے متعلق، سُود کے متعلق آیات ہیں۔ معاملات کے متعلق احکامات ہیں۔تو ہدایت کی تین قسمیں ہیں ہدایت کی، ایمان کی، اور معاملات کی۔

اسی طرح ذوق، کی بھی تین (۳) قسمیں ہیں۔ ایمان میں ذوق، عبادت میں ذوق اور معاملات میں ذوق۔ تو ہر قِسم کی گمراہی اور کجی جو ہے اور ہدایت صرف کرم سے ملتی ہے، اس میں اپنا کمال نہیں ہے: قل ان ھدی اللہ ھوالھدیٰ: اے میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیک آپ فرما دیں کہ ہدایت وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ہے۔ تو جو چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس پر کسی کا استحقاق نہیں ہے۔ اِس لئے کہ اِس حاکم پر کسی کا احسان نہیں چڑھ سکتا، اس پر کسی کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ وہ جو کچھ دیتا ہے اپنے کرم سے اور رحمت سے دیتا ہے۔ ہدایت کا مطلب ہے راستہ دکھانا، منزل پر پہنچنا نہیں۔ اس لئے کہ منزل پر پہنچ کر تو گمراہی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

دُعا یہ ہے کہ اے مولا! ہمیں ہدایت دے نہ کہ گمراہی۔ ہر عبادت سے پہلے طہارت کی ضرورت ہوتی ہے جب اللہ کی

Marfat.com

بارگاہ میں آپ جاتے ہیں، معراج المؤمنین ہیں ، تو اس سے پہلے آپ کو وضو کرنا پڑتا ہے۔ تو ہر عبارت سے پہلے طہارت ضروری ہے۔ تو پہلے دل کی طہارت کی ایمان کے ساتھ۔ اور اس کے بعد دُعا کی۔ ہدایت جو ہے وہ نُور ہے۔ اللہ کی صفت میں سے ہے، وہ عطیہ عطا فرماتا ہے، بلا معاوضہ۔ یعنی اے ہمارے رب! آپ کے پاس جو رحمت ہے اس میں سے عطا کر۔ اور : وھب لنامن لدنك رحمةً : اِس میں تنوین ہے، دو زبر ہیں۔ یہ جب اللہ تعالیٰ کی کسی صفت پر کسی تعظیم کا اظہار ہوتا ہے تو پھر اس پر تنوین ہو جاتا ہے، زور دینے کے لئے۔ تو اے میرے رب! آپ کے پاس جو رحمت ہے اِس سے ہمیں عطا کر دے اور رحمت کا مطلب ہے احسان اور انعام۔ اس سے مُراد توفیق ہے دین پر قائم رکھتا ہے، ہدایت پر قائم رکھنا ہے۔ متشابہات پر ایمان لانا ہے۔ اور ساری رحمتیں ہیں اور رحمت کی مثالیں کیا ہیں؟ قلب میں نُورِ ایمانی کا آنا۔ اعضاء میں اطاعت کا نُور چمکنا۔ نماز پڑھتے ہیں تو پیشانی روشن ہے۔ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو سینہ روشن ہے۔ دل روشن ہے تو اپنے اعضاء میں اللہ کا نور آنا اطاعت کی وجہ سے۔ تو یہ بھی ایک اللہ کی رحمت ہے۔ قلب میں نُورِ ایمانی کا آنا۔

Marfat.com

اعضاء میں اطاعت کا نور چمکنا ، رزق میں وسعت ، امن ، تندرستی ،
نزع کی آسانی ، قلب کی روشنی ، قیامت کے عفو ، مغفرت اور
رحمت ، نیکی کا پلہ بھاری کر دینا ، عذابِ الٰہی سے بچنا یہ سب
رحمت ہے ۔ اور ھبہ جو ہے وہ مزدور کی مزدوری نہیں ہے ۔
وہ مالک کا انعام ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ میرا عمل اور میرا حساب
نہ دیکھ اپنا کرم دیکھ ۔ تو ہمیں بے حساب عطا فرما دے ۔ اور
وہ عطا فرما جو تیرے علم میں میرے لئے بہتر ہو ، اس لئے کہ
انسان اپنی کم علمی کی وجہ سے وہ کچھ مانگ لیتا ہے جو اس کے
لئے بہتر نہیں ہے ۔ تو اللہ سے ہم وہ رحمت مانگ رہے ہیں ،
وہ چیزیں مانگ رہے ہیں جو اس کے علم میں وہ چیزیں
ہمارے لئے بہتر ہوں ۔ تاکہ ہم اپنی نادانی سے غلط چیزیں نہ
مانگیں ۔ جو اللہ کے علم میں ہمارے لئے غلط ہے ۔

پہلی دُعا میں تو ہم نے دینی اور دُنیاوی دونوں چیزیں
مانگیں ۔ زندگی کے لئے بھی اور آخرت کے لئے بھی ۔ اور اگلی
دُعا جو ہے وہ خالصتاً دینی دعا ہے ۔ : ربنا جامع الناس لیوم
لاریب فیہ : یہ آخرت کے لئے ہے : ان اللہ لا تخلف المیعاد
تو اَب اِس میں اس دعا کا ، دوسری دعا جو ہے ۔ نویں آیتِ
مبارکہ سورۂ آلِ عمران کی ، اس کا مدعا کیا ہے ؟ دینی حاجات

کی مغفرت اور رحمت ہے، اور جامع کا مطلب ہے جمع کرنے والا۔ یوم قیامت: لیوم لاریب فیہ: اُس دن میں جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ قیامت کا دن اس دن غیر مثالی مجمع ہوگا۔ اور یہ دُعا اظہارِ بندگی کے لئے ہے، اس دن کے لئے رحمت کی بھیک رب سے مانگ رہے ہیں۔ جس دن ہم سب حساب وکتاب کیلئے جمع ہوں گے۔ اور رب سے دُعاگو ہیں کہ: اے میرے ربّ! تونے اپنے فضل وکرم سے ہدایت تو دے دی ہے۔ اَب تو ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر، نہ ہونے دے۔ اس میں کجی نہ آنے دے اور تو ہمیں ہدایت کے بعد گمراہی سے سے بچالے۔ اس لئے کہ آپ کریم ہیں اور ہم آپ کو آپ کی کریمی کا واسطہ دے رہے ہیں۔ کریم اپنے عطیے دے کر اپنی نعمتیں عطا کرنے کے بعد واپس نہیں لیا کرتے۔ اور ہمیں تو اپنی خاص نعمتوں سے نواز۔ ہمیں اپنی معرفت کا نُور عطا فرما۔

ہمارے اعضاء کی اطاعت عطا فرما۔ رزق عطا فرما، امن عطا فرما، تندرستی عطا فرما، آسانیٔ نزع عطا فرما۔ قلب میں سُرور عطا فرما، قبر میں سوال و جواب میں آسانی فرما، اس میں روشنی عطا فرما۔ اور قیامت کے دن ہماری ستاری فرما۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ ہمارے گناہوں کو اپنی رحمت

سے ڈھانپ لے۔ مغفرت فرما دے، پردہ ڈال دے، اس پہ، ہماری نیکیوں کا پلہ اپنی رحمت سے بھاری فرما دے۔ اللہ کے کرم کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ: برائیوں کو معاف کردیا، بالکل صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ان کو یا مغفرت فرمادی، اس کو ڈھانپ دیا۔ اور نیکیوں کا پلہ اپنے امر سے بھاری کر دیا، پل صراط پہ چلنا ہمارے لئے آسان کر دے۔ یہ سب تیرے لئے آسان ہے۔ ہمارے لئے منزلیں مشکل ہیں سوائے اس کے کہ تیری رحمت ہو جائے۔ بیشک قیامت کے دن تُو سب کو جمع کرے گا۔

اے میرے رب! ہم تجھ پہ ایمان رکھتے ہیں۔ تجھ ہی سے ہدایت اور رحمت کے طلب گار ہیں۔ اس دن تو ہمیں رسوا نہ کرنا۔ اس کے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں، ان دو آیات سے، جو ہم اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں کہ ہمیں ایمان عطا فرما۔ کجی نہ فرمانا' یہ کس چیز کا اقرار ہے؟ یہ کہ ہدایت اور گمراہی دونوں رب کی طرف سے ہے۔ اور انسان کے دل میں کفر اور ایمان دونوں کا میلان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کے دل میں کس چیز کا میلان ہے۔ اور یہ کیا کرے گا؟ اگر کفر میں رہے گا، تو اس کو پتہ ہے کہ کفر میں رہے گا بغاوت میں رہے گا۔ تو اُس کو اُس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

Marfat.com

کہ اچھا تم ایسا ہی کرو، قیامت کے دن تو آؤ گے میرے سامنے۔
تو انسان کے دلوں میں ہدایت اور گمراہی رب کی طرف سے ہے اور اس کے دل میں دونوں کا میلان ہے۔

ایک اصول یہ ہے کہ جو معصومین ہیں، ان کا گمراہ ہونا محال ہے۔ انبیاء ہیں معصوم۔ وہ گمراہ نہیں ہو سکتے۔ اور خطا ہو سکتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ربنا ظلمنا انفسنا..... من الخاسرین ہ : اس خطا کی وجہ سے وہ گمراہ نہیں ہوئے، بلکہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ان کو ہدایت تھی۔ عفو و درگزر کی بھیک مانگی۔ تو نہ یہ کہ صرف ان کی خطا معاف ہوئی بلکہ ان تمام آل اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک نسخۂ کیمیا عطا فرما دیا کہ، اس طریقے سے تم مجھ سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگو گے تو ہم تمہیں معاف کر دیا کریں گے۔ تو معصومین کا گمراہ ہونا محال ہے۔اسی طرح سے جن کے دلوں میں مہر لگ چکی ہے : ختم الله علی قلوبھم اور صم بکم عمی فھم لا یرجعون ہ : تو جن کے دلوں پر اللہ کی مہر لگ چکی ہے ان کا ہدایت پانا جو ہے وہ ان کے لئے مشکل ہے، محال ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ انسان

Marfat.com

کے قلب کی حالت بدلتی رہتی ہے ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ سے بار بار مانگتے رہنا چاہیئے : ربنا لا تزغ قلوبنا...... انت الوھاب : پھر ایک منزل ایسی آتی ہے کہ اس کے دل میں رائی برابر بھی کفر نہیں ہوتا ۔ اور کبھی شیطان اور نفس کے بہکاوے میں ایسا بھی عالم آتا ہے کہ اس کے دل میں رائی کے برابر گمان نہیں ہوتا اس لئے کہ ایمان کی کیا خاصیت ہے کہ خشیتِ الٰہی اس پر طاری رہتی ہے ۔ جب انسان خشیتِ الٰہی سے عاری ہو جائے تو سمجھ لیں کہ اس کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے ۔ اگر اللہ کی ہدایت ہو گی تو دوبارہ آجائے گا ۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے یہ جامع دعا ہے ۔ الفاظ کم ہیں ، لیکن اس کے مطالب بے شمار ہیں ۔ جیسے اس میں ہے : وھب لنا من لدنک رحمة : اس میں تو امن ، تندرستی ، صحت نزع ، سوال و جواب ، حساب وکتاب ، مغفرت سب کچھ اس میں اقرار ہو گیا ۔ یہ اتنی جامع دعا ہے ۔ اسی طرح سے ہم دُعا مانگتے ہیں : ربنا اتنا فی الدنیا... وقنا عذاب النار : یہ انتہائی جامع دُعا ہے ۔ اس میں دنیا اور آخرت کی ساری حسنات آجاتی ہیں ۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو تعلیم دی ہے ، دعا کی ، اس میں ایک اُصول کارفرما ہے ۔ اور وہ یہ کہ ربّ سے مانگو اور

Marfat.com

جامع دُعا مانگو۔ الفاظ تھوڑے ہوں معنی وسیع ہوں۔ ایک اور اُصول یہ ہوا کہ، وعدہ خلافی کرنا جو ہے وہ عبودیت کے خلاف ہے، اسی لئے کلام پاک میں اس بات کو بار بار دہرایا گیا ہے: انك لا تخلف الميعاد ہ : آپ رب ہیں اس لئے آپ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے تو یہ اُلوہیت کی نشانی ہے کہ رب کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اگر آپ اللہ کے متعلق: نعوذ باللہ من ذالك: یہ کہہ دیں یا سوچیں کہ اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا، تو یہ کفر ہوگیا۔ اس لئے کہ یہ اللہ پر ایک الزام ہوگیا۔ اُلوہیت کی نشانی یہ ہے کہ: انك لا تخلف الميعاد ہ :

دوسری بات یہ ہے کہ دُعا اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے بھی مانگنا چاہیئے۔ اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے کرنا بہتر ہے۔ نیک اعمال بھی ایمان میں سے ہیں کہ جب اللہ سے دعا مانگی تو اپنے نیک اعمال کا واسطہ دیا۔ اور روزِ قیامت پر اپنے اُس ایمان کا بھی ذکر کیا کہ اے اللہ! یومِ قیامت کے دن پر کوئی شبہ نہیں ہے۔ یقیناً یوم الدین آئے گا آپ کرم فرمائیے گا۔ تو اپنے نیک اعمال کے وسیلے اور ان کے ذکر سے بھی دعا کرنا چاہیئے۔

اس دعا میں ہم نے اپنے اعمال کو بھی وسیلہ بنایا کہ ہم

Marfat.com

نے سُنا اور اطاعت کی۔ یعنی تیرے فرمان پر ایمان لائے ، اور تیرے فرمان کی اطاعت کی اور اَب اللہ تعالیٰ کی غفاری کی بھی حمد کردی۔ اور اپنے پھر ایمان کا بھی ذکر کیا کہ : الیک المصیر : ہم نے آپ کے پاس ہی لوٹنا ہے۔ تو اپنے اعمال کو وسیلہ بنانا چاہیئے ، نیک اعمال کو وسیلے کے طور پر دعا کرنا چاہیئے ۔ اور اپنی دُعا میں وہ الفاظ استعمال کرنے چاہئیں کہ اِس سے دَریائے رحمت جوش میں آئے ۔ اور وہ کیا ہے ؟ اللہ کے کرم کا اعتراف۔ اپنی دُعا میں اللہ کے کرم کا اعتراف کرے ، اس سے اس کا دریائے رحمت جوش میں آتا ہے کہ میرا بندہ اس کا شکر گزار ہے۔ اور جب ہم نے اس دُعا میں کہا : ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا تو اس کے کرم کا اظہار کیا۔ اعتراف کیا کہ آپ نے ہمیں ہدایت دے دی ہے۔ اَب ہمیں کج روی سے بچا لیجئے گا۔ تو اس میں اللہ کے کرم کا اعتراف ہے۔ تو اس کا حوالہ دیں ۔ وہ الفاظ استعمال کرے ، اللہ تعالیٰ کے اس کرم کا اعادہ کرے جس سے کہ اس کا دریائے رحمت جوش میں آئے ۔ ایک اُصول اور ہے کہ مسلمان اپنے گناہوں اور خطاؤں کا اظہار تو کرے رب سے ، اور معافی مانگے ، لیکن کبھی اپنے آپ کو کافر اور گمراہ نہ کہے ۔ اور یہ جو مسلمان ایک دوسرے کو کافر اور مشرک کہہ

Marfat.com

دیتے ہیں وہ خود خاطی ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ کہ اپنا کسب نہیں ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے کرم اور رحم ہی سے ملتا ہے۔

اَب اِن آیات کی ایک تفسیر صُوفیانہ ہے۔ اہلِ طریقت والوں کے لئے۔ دیکھیں! ہدایت اور طریقت کے لئے کیا ہے؟ ہدایت جو ہے اپنی نگاہ، اپنا تصوّر، اپنا تخیّل، اپنی مُرادیں سب اللہ کی ذات سے وابستہ کر دینا ہے۔ تو اپنے خالق پر نظر رکھنا نظر کو قائم رکھنا وہ ہدایت ہے۔ اور ماسوا اللہ کی طرف نظر جانا، اس پر نگاہ کرنا، اس کے پیچھے پڑ جانا، وہ ہے کجی۔ وہ گمراہی ہے۔ اور ربّ کی بارگاہ میں جانا، اُس راستے پر قائم رہنا، وہ کیا ہے؟ وہ صراطِ مستقیم ہے۔ اور اس کی رُاہ دکھانا وہ ہدایت ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہادیء برحق ہیں کہ انہوں نے جس صراطِ مستقیم کی راہ دِکھا دی۔ میری اتّباع کرو تم انشاءَ اللہ صراطِ مستقیم پر قائم رہو گے۔ نہ صرف قائم رہو گے بلکہ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ انعام دے گا کہ تم اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے۔ تو خالق پر نظر رکھنا ہدایت ہے اور مخلوق پر توجہ مرکوز رکھنا وہ زہر ہے، اور ربّ کی بارگاہ میں جانا صراطِ مستقیم ہے۔ اور اس کی راہ دِکھانا ہدایت ہے۔ اور ربّ کی طرف

Marfat.com

سے ہٹنا، صراطِ مستقیم سے بھٹک جانا، اور دُنیا طلبی میں پھنس جانا جو ہے وہ زہر ہے۔

ابھی ایک ساتھی نے ہمیں کل ٹیلیفون کیا کہ ہمارا کسی چیز میں جی نہیں لگتا، نہ وظائف و اوراد میں لگتا ہے نہ ہی بیوی سے بات کرنے کو جی چاہتا ہے، کاروبار میں جی نہیں لگتا، میں بہت پریشان ہوں۔ میں نے کہا کہ: "آپ محفل میں شرکت کیا کریں، آپ کے قلب کو سکون بھی ہوگا، اور دُنیاوی کاروبار میں بھی دِل لگے گا۔" اس لئے کہ ان کو کوئی حرص وطمع نہیں ہوگی۔ آپ کا رویّہ یہ ہے کہ جب آپ پر دُنیاوی مشکلات پڑتی ہیں تو آپ بھاگے ہوئے یہاں آتے ہیں، جب مشکلات حل ہو جاتی ہیں تو، پھر غافل ہو جاتے ہیں۔ تو وہ سودا جو ہے وہ استقامت کا ہے۔ یہ اللہ سے وفاداری کا ہے۔ اے ربّ! ہر حال میں مَیں تمہارا ہوں۔ عافیت کی حالت میں، عُسرت کی حالت میں، آسانی کی حالت میں، مشکل کی حالت میں، فراخی کی حالت میں، تنگی کی حالت میں، جب مَیں تیرے ساتھ معاملات کروں گا تو بقیہ میرے سب معاملات دُرست ہو جائیں گے۔ میں نے کہا کہ: "طریقت کو اگر آپ نے دُنیا کے لئے اختیار کیا تو یہ صریحاً گناہ ہے، گمراہی ہے، یہ

حلقے جو ہوتے ہیں یہ پولی کلینک نہیں ہیں کہ پیٹ خراب ہوا وہاں بھاگ گئے، سر میں درد ہُوا تو بھاگ گئے، پھر بد پرہیزی کر رہے ہیں۔ تو یہ برسبیلِ تذکرہ کہہ دیا میں نے "اِس لئے حضرت ابُو ایوّب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ: "کبھی تو رجوع الی اللہ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ جی نہیں چاہتا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی بات کو سوچیں۔ جی نہیں چاہتا کہ آنکھ کھولیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس طرف دل مائل نہیں ہوتا۔" اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہنا چاہیئے۔

تو دُنیا طلبی میں پھنسنا جو ہے وہی زیغ ہے، اس سے پناہ مانگیں ہم۔ جب ہم عالمِ ارواح میں تھے تو، اے ربّ! بس تجھ ہی کو جانتے تھے۔ تُو ہی ہمارا خالق، تو ہی ہمارا ربّ، ہم تو کسی اور کو جانتے ہی نہیں تھے۔ یہ آنکھیں، یہ دِل، کچھ نہیں۔ ہم ماسوا سے بے خبر تھے۔ اور جب تو نے ہمیں اِس جسم کی قید میں ڈال دیا تو قید میں ڈالتے کے ساتھ ہی، سَب سے پہلا کام تُو نے یہ کیا کہ ہمارے کانوں میں اذان پہنچائی۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

Marfat.com

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ ط

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ ط

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰـہِ ط

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰـہِ ط

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ط

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ط

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ط

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ط

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط　　اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ ط

جب ہمیں ہوش آیا توُ نے ہمیں دنیا میں سیدھا راستہ دکھا دیا، ہمیں ایمان عطا فرما دیا۔ اے ربِ کریم! جب تو نے اتنا کرم کیا ہے کہ تو نے اپنے پاس رکھا، اس جسم کی قید ہونے کے باوجود تو نے ہمیں یہ آسانی دی کہ ہماری غذا نورِ ہُدیٰ ہمیں عطا فرماتا رہا۔ اپنا ذکر عطا فرماتا رہا تو اس دنیا میں ہمیں تو شیطان اور نفس کا مغلوب نہ ہونے دینا۔ : ربنا لا تزغ قلوبنا : کیا ہے؟ کہ اے میرے رب! ایسا نہ ہو کہ ہمیں کمزور سمجھ کر کے، کہ ہم تو قیدی ہیں، نفس اور شیطان ہم پر کوئی ظلم کر دے۔ اے

Marfat.com

ربِ کریم ! اس کائنات کو ہمارے لئے تو دار العمل بنادے۔
حسنات کا وسیلہ بنادے۔ یہاں ہم وہ کام کریں، جس سے تو
راضی ہو جائے۔ اور تو ہمیشہ ہماری نگاہوں میں رہے۔ ہم تیرے
وجود سے، تیرے کرم سے، تیری ذات سے، اور تیری صفات
سے، ہم غافل نہ رہیں نہ غافل ہونے پائیں۔ اے رب! اِس
کائنات کو تو میرے لئے حجاب نہ بنانا۔ اے میرے رب!
میری نگاہ میں تیزی اور تُندی عطا فرمانا کہ کائنات کا سینہ چیر
کر تجھ تک ہمیشہ پہنچتی رہے۔ اے ربِ کریم! تو ہمیں اِس
دُنیا کی لذتوں سے بے خبر کر دے۔ ایک ہی لذّت ہو، وہ
تیرے نام کی، تیری یاد کی، تیرے ذکر کی، تجھ سے محبّت کی،
تیری اطاعت کی، تیری حمد و ثنا کی، تیری ثنا کی۔ اے میرے
رب! تو ہمارے دلوں کو اپنا آئینہ بنادے۔ سارے حجابات
دُور فرمادے۔ سارے زنگ دور فرما دے، ہم تو تاریکی ہیں
تو سراپا نُور ہے۔ تیری نگاہِ کرم ہو جائے تو یہ تاریکیاں دُور
ہو جائیں گی۔ یہ سینہ روشن ہو جائے گا۔ یہ قلب بھی ہمارا نُورِ
علیٰ نُور ہو جائے گا۔

اے عزیزانِ محترم! ہمیں تو یہ دُعا مانگنی ہے کہ، اے
رب! ہم تو شبنم ہیں تو آفتاب، کرم ہے، تیرے انعام آبِ

Marfat.com

رحمت ہیں اور ہم ایک مشتِ خاک ہیں۔ اے میرے مولا! ہمیں اپنی رحمتِ خاص سے نواز دے۔ اے میرے ربّ! اپنی صفات کو ہماری صفات پر محیط فرمادے۔کہ ہم فنافی اللہ ہو جائیں۔ فنا بالذّات ہو جائیں۔ اے ربِّ کریم! کرم فرما دے۔ اے ربِّ کریم! بے شک تو ہی دینے والا ہے۔ اور تو سخی ہے۔ اے ربِّ کریم!تو نے اپنی سخاوت سے ہمیں ہدایت عطا فرمادی۔ ہمیں اپنی محبّت و عرفان کا نُور عطا فرمایا۔ اے ربِّ کریم! جب قیامت کے دن پردہ اُٹھ جائے گا۔ سَب حجابات دُور ہو جائیں گے۔ اور تو آفتابِ حقیقت بنکر ساری ظلمات کو کافور کر دے گا۔ ہم ہوں گے اور تیرے نُور کا جلوہ' اور تیرے جلال کا جلوہ ہوگا۔ اُس دن سب کا حساب ہوگا۔ قیامت کا دن تو یقینی ہے اور اپنے بندوں پر تیرا کرم بھی یقینی ہے۔اے ربِّ کریم! تو ہم پر کرم فرمانا اور ہمیں اِن بندوں میں شامل رکھنا جن پر تیرا کرم ہوگا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۵

Marfat.com

پارہ تِلْكَ الرُّسُلُ سورۃ اٰلِ عمران

آیات نمبر: ۱۰ تا ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ
وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ﴿۱۰﴾ كَدَاْبِ اٰلِ
فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ
وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾

بے شک وہ جو کافر ہوئے، اُن کے مال اور ان کی اولاد اللہ سے انہیں کچھ نہ بچا سکیں گے اور وہ ہی دوزخ کے ایندھن ہیں ﴿۱۰﴾ جیسے فرعون والوں، اور اُن سے اگلوں کا طریقہ

Marfat.com

انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں، تو اللہ نے
ان کے گناہوں پر ان کو پکڑا، اور اللہ کا عذاب
سخت ہے ⑪

میں نے اِس وقت آپ کے سامنے سورہ آلِ عمران کی ۱۰، ۱۱ آیات تلاوت کی ہیں۔ آج انشاء اللہ اِن آیات کی تفسیر گوش گزار کروں گا۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ ایمان کی عاجزی گریہ وزاری اور اس کی بارگاہِ عالی میں دستِ سوال کا ذکر تھا، کہ جن لوگوں کو ہم نے ایمان عطا فرما دیا وہ کس طرح ایمان کو بچانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ کِس طرح عاجزی سے میری بارگاہ میں گڑگڑاتے ہیں: ربنا لا تزغ قلوبنا ..... انت الوھاب ○: کہ اے میرے ربّ! آپ نے ہمارے قلوب کو جو نعمت عطا فرمائی ہے۔ جو ایمان کی، اطاعت کی، جو توفیق کی، جو اپنی اور اپنے حبیب ﷺ سے محبّت کی دولت ہمیں عطا فرمائی ہے۔ اے ربِّ کریم! اَب اِس قلب میں کجی نہ آنے دینا۔ اس دولت کو ہم سے نہ چھیننا۔ اس لئے کہ آپ تو ارحم الرّاحمین ہیں۔ آپ کی ذات تو نعمتیں عطا کرنے والی ہے۔ جو منعم ہوتے ہیں وہ نعمتوں کو واپس نہیں لیتے ہیں۔

اور نہ صرف اس نعمت کی آپ حفاظت فرمائیں ، اس ہدایت کو قائم رکھیں تاکہ جو راستہ آپ نے ہمیں دِکھایا ہے ہم اس راستے پر استقامت سے آگے بڑھتے رہیں ، اور ہمیں وہ رحمت عطا فرمایئے ، اس کا عطیہ ہمیں عطا فرمایئے اپنی رحمت کا اِس لئے کہ آپ تو وہاب ہیں ۔ آپ کی توصفت ہی یہی ہے کہ آپ بلا معاوضہ بھی عطا کرتے ہیں ۔ اور پھر اللہ کے سامنے مزید عاجزی بیان کی کہ ، اے میرے ربّ ! بے شک آپ نے سچ فرمایا ہے : یوم الدّین ایک حقیقت ہے ، ایک مقرّرہ دِن ہے ، جو آکر رہے گا ۔ ہر ایک کا حساب کتاب ہوگا ۔ اے میرے ربّ ! ہم آپ کی بارگاہِ عالی میں اقرار کرتے ہیں کہ ، اُس دن جس کے متعلق کوئی شک نہیں ہے ۔ آپ سارے جِنّ و اِنس کو بیک وقت جمع کرلیں گے اپنی شان اور قُدرت سے کہ آپ عزیز اور حکیم ہیں ۔

اور آپ جو وعید کرتے ہیں وہ لوگ جو بھٹک جاتے ہیں ، جو کفر کرتے ہیں ، بغاوت کرتے ہیں ، آپ کا وعدہ سچّا ہوگا اور وہ پورا ہوکر رہے گا ۔ اور قیامت کا دن آئے گا جب آپ ہمیں جمع کریں گے ۔ ہمیں دوبارہ زندہ کریں گے ، ہمارا حساب کتاب کریں گے ۔ اور جو ایمان والے ہیں ۔ان سے آپ کا ،

Marfat.com

مغفرت کا ، اور رحمت کا ، سلوک فرمائیں گے ۔ اور جو کفار ہیں ، ان کو عذاب فرمائیں گے ۔ کلام پاک میں یہی طریقہ رہا ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان کا ذکر کیا ہے تو کفر کا ذکر بھی کیا ہے ، جب بھی مومنین کا ذکر کیا ہے تو ساتھ ساتھ کافروں کا ذکر کیا ہے ۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ان چار آیات کا ذکر کیا ہے ۔ پہلی دو آیات میں مومنین کا ذکر ہے کہ کس طرح وہ اللہ کے سامنے گریہ و زاری اور عاجزی کرتے ہیں ۔ دستِ سوال کرتے ہیں ، ہدایت کی بھیک مانگتے ہیں ، ہدایت اور ایمان کی سلامتی کی بھیک مانگتے ہیں ، اور کفار کا کیا رویہ ہے کہ وہ اپنے کفر پہ غرور کرتے ہیں ۔ مسلمان تو نہ اپنے اعمال پہ بھروسہ کرتا ہے نہ مال اَموال پہ بھروسہ کرتا ہے ، نہ اولاد پہ بھروسہ کرتا ہے حالانکہ ان سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے نافع بنایا ہے انسان کے لئے ۔ وہ اگر بھروسہ کرتا ہے تو صرف اللہ کی رحمت پہ ، اس کے کرم پہ بھروسہ کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جمیلہ ہی اس کا پہلا اور آخری سہارا ہیں ۔ اس کے اعمال اس کے نہیں ہیں اعمال تو وہ اطاعت کے لئے کرتا ہے ۔ رب تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے کرتا ہے ۔

اَب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ : ایک طرف تو مومنین کا یہ

Marfat.com

طریقہ ہے، اور کفّار کا کیا ہے؟: ان الذین کفروا : وہ تمام لوگ جو کفر کرتے ہیں، اور اس میں ہر طرح کا کفر شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیوں سے کفر، اِنکا اِنکار، اللہ کی توحید سے انکار، اللہ تعالیٰ کی کتاب سے انکار، اللہ کے حبیب ﷺ اور انبیاء کی عظمت سے اِنکار۔ اس لئے کہ شیطان جو ہے وہ کب کافر ہوا؟ جب اس نے عظمتِ نبی سے اِنکار کیا۔ اور اہلِ کتاب کب کافر ہوئے؟ جب انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کی رسالت سے انکار کیا۔ تو اس میں کفّار بھی شامل ہیں، مشرکینِ یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں اور مشرکینِ مکّہ بھی۔ مشرکینِ مکّہ اللہ کے منکر نہیں تھے۔ وہ رسالتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر تھے۔ قرآنِ کریم کے منکر تھے۔ ہر طرح سے جو کفار ہیں ان کے لئے کیا پیغام ہے: لن تغنی عنھم : ان کے کوئی کام نہیں آئے گا۔ ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا: اموالھم ولا اولادھم : اموال میں ہر طرح کا مال آگیا۔ چاہے پیسہ ہو، سونا ہو، چاندی ہو، مکان ہو، محل ہو، جانور ہوں، غلام یا کنیز ہوں اور چاہے وہ چھوڑ کر جائیں، چاہے وہ دُنیا میں خرچ کریں، چاہے وہ اَولاد یا نیک کاموں پر خرچ کریں۔ کفر کیا تو انکی نیکیاں بھی برباد۔ تو ان کے اموال اُن کے کسی طریقے سے کام

Marfat.com

نہیں آئیں گے : ولا اولادھم : اور ان کی اولاد بھی ان کیلئے نافع نہ ہوگی۔ روک تھام نہ کر سکے گی : من اللہ شیئاً ط : جو اللہ کی طرف سے عذاب اُن پر آنے والا ہوگا۔

دنیا میں کوئی دشمن حملہ کرتا ہے تو کہہ سکتے ہیں وہ اپنا مال خرچ کرتا ہے، اپنا ساز و سامان اور دولت خرچ کرتا ہے، اور اپنی اولاد ان کے بیٹے، جرنیل بنتے ہیں سپہ سالار بنتے ہیں۔ شہزادے بنتے ہیں، ولی عہد بنتے ہیں، ان کے لئے جنگ لڑتے ہیں۔ یہ کفّار یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح سے ان کے دنیا میں مال و اسباب اور اولاد ان کے معاون و مددگار ہیں، اور قیامت کے دن ان کو اللہ کے عذاب سے بچالیں گے۔ اس پہ ایمان ہی نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہوگا تو ہمارے پاس بہت مال ہے۔ خدائی ہے ہمارے پاس ہم فرعون ہیں، نمرود ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ان الذین کفرو : وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں، ہر طرح کا کفر چاہے وہ میرے حبیب ﷺ کی عظمت سے انکار ہو، چاہے ان کی رسالت سے انکار ہو، چاہے ان کی حدیث سے انکار ہو، چاہے قرآن سے انکار ہو، چاہے میرے احکام سے یا مجھ سے انکار ہو، چاہے میرے بنائے ہوئے اُصولی معاشرے سے، کسی چیز سے بھی انکار کیا تو کفر ہوگیا۔ تو ایسے

Marfat.com

لوگوں کو ان کے مال، ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے نہیں بچاسکیں گے۔

واولئك هم: وہ سارے کے سارے لوگ کیا ہیں؟
وقود النار: وقود، کہتے ہیں ایندھن کو۔ آگ میں ہم روٹی ڈالتے ہیں، تو وہ پک جاتی ہے تو اس کو نکال لیتے ہیں، کارآمد ہو جاتا ہے وہ آٹا۔ لوہا ڈالتے ہیں آگ میں، جب اس کا زنگ دور ہو جاتا ہے اس کو نکال لیتے ہیں پھر اُس کی اپنی مرضی کے مطابق شکلیں بنالیتے ہیں۔ کوئلہ جو آپ ڈالتے ہیں تو وہ جل کر اسی آگ کا ایندھن بن جاتا ہے۔ اور راکھ ہو کر اسی آگ کا حصہ بن جاتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ: "اگر کوئی مومن اپنے اعمال کی وجہ سے جس کی معافی نہ ہو، تو وہ ایندھن نہیں بنے گا، وہ جہنم کا کوئلہ نہیں بنے گا، وہ ڈالا جائے گا پاک ہو کر کے اس کے زنگ چھوٹیں گے اور وہ نکل آئے گا۔ لیکن یہ جو کفار ہیں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کوئلے کی طرح آگ کا حصہ بن جائیں گے۔ آگ ان کی رگ و ریشے تک سما جائے گی، راکھ بن جائیں گے، ایندھن کے جیسا اُن کا حشر ہو گا، جلتے رہیں گے ہمیشہ۔ تو جو لوگ کفر کرتے ہیں انکو دنیاوی مال و اسباب و اولاد جو دنیا میں ان کے مددگار ہیں جن پہ انہوں نے تکیہ کر

Marfat.com

رکھا ہے ۔ اللہ کی طرف سے جو کچھ ہونے والا ہے اس سے وہ بچ نہیں سکیں گے اور وہ جہنم کا ایندھن بنائے جائیں گے ۔

اور اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے: کداب : جیسے کہ دَاب کہتے ہیں دستور کو، تو جیسے کہ دستور تھا، کس کا، آلِ فرعون کا ۔ جب تک فرعون نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے جنگ نہیں کی تھی وہ عافیت میں تھا اس پہ کوئی عذاب نہیں آیا، حالانکہ اِس نے خدائی کا دعویٰ بھی کیا ہوا تھا۔ جب نبی سے بغاوت کی تو عذاب آگیا ۔ اور اُس کو کس چیز کا غرور تھا؟ کہ میرے پاس دولت بہت ہے، اور میرے پاس آل بہت ہے، بہت سے لوگ میرے ہیں، یہاں ایک نکتہ ہے یہ جو فرعون تھا وہ تو لاولد تھا اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہ مومنہ تھیں ۔ تو اس کی تو کوئی اولاد تھی نہیں ۔ لیکن یہاں آلِ فرعون کس کو کہا نہ بیوی ہے نہ اولاد ہے ۔ تو جو متبعین ہیں، جو اس کی اِتّباع کرنے والے ہیں، اس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی آل کہا ہے۔ایک اصول وضع کیا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام امتی جو ان کے نام لیوا ہیں، جو ان پہ فِدا ہیں وہ آلِ رسول ہیں ۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) ۔ وہ لوگ چاہے اپنے کو سید کہلائیں، لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پہ اگر فِدا نہیں ہیں اور جو ان کو پیارے ہیں ان کو بُرا بَھلا کہتے ہیں، وہ

Marfat.com

اس قرآن کے حساب سے آلِ نبی نہیں کہے جا سکتے ۔ تو اگر کوئی اپنے کو سیّد کہتا ہے اور وہ قادیانی یا احمدی ہے یا اہل تشیع ہے تو وہ : کداب آلِ فرعون : ہے ۔ یہی دستور تھا فرعون کا کہ تکبّر کرتے تھے ، اپنے اموال پہ اور اپنی اولاد پہ اپنی آل پہ : والذین من قبلھم : اور فرعون سے پہلے بھی جو لوگ تھے ۔ آلِ ثمود ، نمرود اور اس کی قوم ان سب کا یہی دستور تھا ، کفّار کا طریقہ ہی یہی تھا ۔ کیا کرتے ہیں : کذبوا بآیٰتنا : میری نشانیوں کو ، میری آیات کو ' جھٹلاتے ہیں جن چیزوں سے میری عظمت قدرت اور کبریائی ظاہر ہوتی ہے ، اس سے انکار کرتے ہیں ۔ میرے انبیاء سے انکار کرتے ہیں ، میرے کلام ، میرے احکام ، اور میری عطا کی ہوئی شریعت سے انکار کرتے ہیں ۔ پھر کیا ہوتا ہے : فاخذھم اللہ بذنوبھم : ذنب ، کہتے ہیں ' گناہ ' کو ۔ وہ جو ساتھ ساتھ آپ کے لگا رہے آپ کی جان نہ چھوڑے ۔ اسی لئے عربی میں دُم کو بھی ذنب کہتے ہیں ۔ وہ جس کے ساتھ لگی ہوتی ہے جانور کے ، جہاں جہاں جانور جاتا ہے اُس کی دُم جاتی ہے ۔ اسی طرح سے ذنب جو ہے دُم کی طرح ہے ' ساتھ لگا ہوا ہے ، گناہ کریں گے ، اللہ سے بغاوت کریں گے ، کفر کریں گے ، تو وہ ساتھ ساتھ انکے

Marfat.com

جائے گا قیامت تک ۔ اور وہاں جا کے وہ بولے گا کہ ہاں میں جس کے ساتھ آیا ہوں وہ آپ کا باغی تھا ۔ یہ سزا کا مستحق ہے:

فاخذھم اللہ بذنوبھم : اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے ان کو پکڑ لے گا ۔ اللہ کی پکڑ میں آگئے ! اور جب اس کی پکڑ میں آگئے ، کس کی پکڑ میں آئے ؛ اُس ربّ کی پکڑ میں آئے

واللہ شدید العقاب ٥ : اللہ تعالیٰ بڑی سخت مار کرنے والا ہے ۔ تمہارا زبردست پیچھا کرنے والا ہے ۔ جب تک کہ اسکو جہنم میں دھکیل نہ دے ، اس کی جان نہیں چھوڑتا ۔ یہ میں نے اس کا مطلب بیان کر دیا ہے تاکہ اس کی تفسیر آپ کی سمجھ میں آسانی سے آجائے ۔

اَب آپ نے دیکھا کہ اِن دونوں کا کیا تعلق ہے ۔ پہلی دو آیات کا پچھلی دو آیات سے ۔ ان دو آیات کا کیا تعلق ہے ۔ پہلا تعلق جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ کفر اور مومنین کے ساتھ کافروں کا ذکر فرماتا ہے چنانچہ ان دو آیات میں بھی پہلے مومنین کی عاجزی اور اوصاف کا ذکر کیا ۔ اور اَب کفّار کے عیوب کا ذکر ہے ۔ پہلے مسلمانوں کی دُعا اور عاجزی کا ذکر تھا اور اَب کفار کی شقی القلبی' رب تعالیٰ سے لاپرواہی کا ذکر ہے ۔ وہ مال و اولاد میں مگن ہیں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

سے بے پرواہ ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ نے یہ فرمایا کہ میرے مومنین کتنے مخلص ہیں کہ مسلمان تو اپنا مال، اپنی اولاد حتیٰ کہ اپنی نیکیوں پر بھی بھروسہ نہیں کرتا۔ وہ تو اللہ کی کریمی اور رحیمی سے اس کی غفاری اور عفو و درگزر پر بھروسہ کرتا ہے۔ اسی کے کرم کی بھیک مانگتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے ہدایت اور اُسی سے ایمان مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہی کہتا ہے: اھدنا الصراط المستقیم ط صراط الذین انعمت علیھم..... والضالین ہ اس کے برعکس اللہ کفّار کا رویہ بیان فرماتا ہے۔ جو مال و اولاد پر بھروسہ کرتے ہیں۔ مومنین عجز کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے تو وہ عجز ان کی مقبولیت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

ان اللہ بصیر باالعباد ہ : اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھتا ہے ہمارے حال سے باخبر ہے کہ میں فرعون کے دربار میں ہوں اور اللہ کی اطاعت کے لئے اس کی نافرمانی کر رہا ہوں۔ تو: ان الذین کفروا : کا مطلب ہے سارے لوگ، لیکن وہ نہیں ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں کفر میں گزاری ہیں۔ کفّار کا ہر طرح سے خرچ ہوا تمام اموال جو ہے اس کے لئے بیکار ہیں تمام اعمال اس کے بے کار ہیں اولاد سے مطلب ہے تمام اولاد بیٹے بیٹیاں سب کچھ۔ لیکن یہاں مفہوم میں بیٹے ہیں لڑکے۔ اسلئے کہ دنیاوی معاملات

Marfat.com

ہیں بیٹے جو ہیں وہ ماں باپ کے مددگار ہوتے ہیں ۔ ان کے دشمنوں سے لڑتے ہیں ان کی ضروریات کے لئے مال و اسباب سے ان کی مدد کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے سرکار دوعالم ﷺ کی مال و اسباب کے حرص میں ان کا انکار کیا اور کفر کیا یہ مال واسباب ان کے کسی کام نہیں آئے گا ۔ وقود ، جو ہے اُسے ایندھن کہتے ہیں ۔ اَب اس کی مثال آپ کو دے چکا ہوں ۔ عذاب جو ہے دو طریقے سے ہوتا ہے دو شکلیں ہیں اس کی۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ چیزیں جو نفع بخش ہیں ، وہ بے کار ہو جائیں جیسے کہ مال و اسباب کا بے کار ہو جانا ۔ ایک یہ کہ وہ چیزیں اکٹھا ہو جائیں ، جو آپ کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ جیسے آگ کا اکٹھا ہونا جہنم میں یا پھر زلزلہ آجانا ، سیلاب آجانا ، اور خشک سالی آجانا ، تو وہ چیزیں جو کہ آپ کے لئے مضر اور نقصان دہ ہیں ، یہاں عذاب سے مطلب دونوں ہیں ۔ آپ کی نافع چیزوں کا برباد ہو جانا ، بیکار ہو جانا ، اور آپ کیلئے کفار سے خطاب ہے کہ تمہارے لئے غیر نافع نقصان دہ چیزوں کا اکٹھا ہو جانا ۔ کداب ، کا مطلب ہے کوشش کرنا ۔ زور لگانا ۔ عربی میں مقولہ لوگ کہتے ہیں : ھذا داب فلان : یہ فلاں کی عادت ہے ۔ تو یہاں یہ کداب آلِ فرعون ، یہ فرعون کی آل کی عادت ہے ۔ اور آل کا مطلب

Marfat.com

ہے، بال بچے گھر میں رہنے والے۔

سورۂ احزاب کی جب وہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تھی، کہ اللہ تعالیٰ تم سب کو پاک کرنا چاہتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا اور فرمایا کہ: "یہ میری آل ہیں تو حضرت امِ سلمہ رض نے فرمایا کہ میں بھی اس میں شامل ہوں تو فرمایا؛ ہاں"۔ تو اس طریقے سے آل کا مطلب ہے بال بچے اور گھر میں رہنے والے لوگ۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکینِ عرب جو ہیں: کداب اٰلِ فرعون: کہ یہ آلِ فرعون کی طرح باغی ہیں۔ اور انہی کی طرح سے ان پر اللہ کا عذاب بھی نازل ہو کر رہے گا: کفروا باٰیٰتنا: یہ داب کی تفسیر ہے: کداب اٰلِ فرعون: کہ ان کی عادتیں آلِ فرعون سے ملتی ہیں، اُنہی کی طرح سے یہ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں زبان سے بھی اور عمل سے بھی: فاخذھم اللہ بذنوبھم: ذنوب کہتے ہیں ذنب کی جمع، اور ذنب کہتے ہیں پیچھے لگ جانے والے کو۔ اسی وجہ سے دُم کو بھی ذنب کہتے ہیں۔ ہر وہ عمل جس کا نتیجہ ناخوشگوار ہو وہ کیا ہے وہ ذنب ہے۔ تو اس کا بہترین مطلب اُردو میں ہے، قصور۔

عقاب جو ہے وہ عقب سے ہے مطلب، پیچھے۔

اسی لئے حضرت یعقوب علیہ السلام ۔ ایڑھی کو بھی عقب کہتے ہیں ۔اس کی مختصر خلاصہِ تفسیر یہ ہے کہ : اے میرے حبیبؐ! آپ پر درود و سلام ۔ آپ مشرکین عرب کی نافرمانیوں سے اور کفر سے اپنے دل کو رنجیدہ نہ کریں اس لئے کی یہ نادان ہیں یہ اپنے مال و اسباب کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے ۔ اور یہ سمجھتے ہیں اپنی نادانی ہیں کہ ان کا مال و اسباب اور آل و اولاد جو ہے اس کے ذریعے وہ اپنے اوپر آنے والے عذاب کو ٹال دیں گے وہ غلطی پر ہیں ۔ عذاب ان پر ضرور آئے گا ۔ اور یہ ان کا اموال و اولاد ان کے کچھ کام نہیں آئیں گے ۔ یہ لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے ۔ اور جس طرح سے کوئلے میں آگ اس کے رگ و ریشہ تک سرایت کر جاتی ہے ، اسی طرح اِنکے رگ و ریشہ تک آگ بن جائے گی، یہ خود آگ بن جائیں گے ۔اور جس طرح سے فرعون اور آلِ فرعون غرق ہو گئے ۔ حضرت موسیٰؑ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے ۔ انکے ساتھیوں کا یہ بھی ناکام ہو جائیں گے اور اسلام کے خلاف ان کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں ہوگی، بالکل اسی طرح سے کہ جس طریقے سے حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں فرعونیوں کی تمام کوششیں بے کار ہو گئیں ۔ وہ لوگ تو آلِ فرعون تو مشرکینِ عرب سے زیادہ صاحبانِ اموال و

Marfat.com

اولاد تھے ۔ مگر جب عذاب آگیا تو وہ کچھ بھی نہ کر سکے ۔ انہوں نے آیات سے، معجزات سے، رسالت سے ، سب سے انکار کیا ۔ پھر اچانک پکڑے گئے اور غرق ہوگئے ۔ اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ شدید العقاب ہے ۔ وہ پیچھا کر کے ، پکڑ کر کے سزا دیتا ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ گناہ گاروں کو ؛ کفّار کو عذاب میں ڈالے گا ۔ اللہ کے عذاب سے ان کو کوئی بھی چیز محفوظ نہ کر سکے گی ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مہلت ضرور ملتی ہے ۔ اس لئے کہ جو مرنے سے پہلے ایمان لے آیا ، اس پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ مہلت عطا فرماتا ہے کہ اگر یہ سنبھلنا چاہے تو سنبھل جائے ورنہ وہ مارے جائیں گے ۔

اِن آیات سے کچھ اصول اور فائدے مرتب ہوتے ہیں ۔

پہلی بات یہ ہے کہ کافروں کا مال اور اولاد آخرت میں کام نہیں آئے گا ۔ اس کے برعکس مسلمانوں کے مال کام آئیں گے ۔ وہ مال جو انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے ، جو اپنی آل و اولاد کی پرورش میں خرچ کیا ہے ، جو اپنی ماں باپ کی خدمت میں خرچ کیا ہے ، جو وہ اولاد چھوڑ گئے ہیں ، جو ان کیلئے نیکیاں کریں گی ، دُعائیں مغفرت کریں گے ، نیک کام پر خرچ کیا ہُوا ہی اُن کے کام آئے گا ۔ تو کافروں کے نہ مال کام آتا ہے ، نہ

اَولاد کی پرورش پر خرچ۔

معصُوم بچّے کہیں گے کہ: ہم اس وقت تک جنّت میں نہیں جائیں گے۔ جب تک ہمارے ماں باپ جنّت میں داخل نہ ہوں گے۔ بعض لوگ اس کی تردید میں کہتے ہیں کہ حضورِ اکرمؐ نے تو فرمایا ہے کہ: اے فاطمہ! میں تم سے عذابِ الٰہی دفعہ نہیں کرسکتا۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شفاعت نہیں کرسکتے۔ نعوذ باللہ۔ یہ صریحاً بہتان ہے۔ اور عذاب کن کے لئے مخصوص ہے: ان الذین کفروا: اے فاطمہ! اگر تم ایمان پر ثابت قدم نہ رہو گی۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ کفر میں ملوث ہو جاؤ گی تو پھر تمہارا باپ جو اللہ کا رسول اور اس کا محبوب ہے، وہ بھی تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔ اور ایمان پہ قائم رہو تو سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اس لئے کہ ایمان ہے، تو گناہِ کبیرہ کئے مسلمانوں کی شفاعت بھی، سرکارِ دو عالم ﷺ کی اُن تک پہنچ جائے گی۔ تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: میری شفاعت تو گناہِ کبیرہ کرنے والے تک پہنچ جاتی ہے۔ تو یہ حدیث جو ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کہ: ایمان کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کفر جو ہے اس سے عذاب واجب ہو جاتا ہے۔ اور ایمان ہے تو بڑے بڑے گناہ کی معافی کی اُمید کی جاسکتی ہے۔

Marfat.com

دوسرا اصول یہ ہوا کہ کفّار کی ساری نیکیاں برباد لیکن ان کے گناہ محفوظ ہوئے ہیں۔ اس لئے انہیں سارے گناہوں کا عذاب ملے گا اور کبھی بھی معافی نہیں ملتی۔ اس کے برعکس مسلمانوں پر کیا کرم ہے کہ ان کی ساری نیکیاں محفوظ ہوتی ہیں: کذٰلک نجزِ المحسنین: ہم اسی طرح سے نیکوکاروں کو جزاء دیتے ہیں۔ مومنین کی ساری نیکیاں محفوظ ہوتی ہیں۔ ان کا ثبوت ملتا ہے۔ جہاں تک گناہ کا تعلق ہے ان میں سے کچھ معاف کر دیئے جاتے ہیں کچھ مٹا دیئے جاتے ہیں، کچھ قدرے معاف ہوتے ہیں۔ تھوڑی بہت سزا کے بعد پھر وہ جنّت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

تیسری بات جیسے ابھی عرض کی تھی کہ آلِ فرعون۔ اس سے مطلب فرعون کے سپاہی ہیں۔ اس کے متبعین ہیں، اس کے کفر و الحاد کے لڑنے والے ہیں۔ اس سے مطلب اس کے متبعین اور پیروکار ہیں۔ ان کو بھی آل کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ نے فرمایا کہ ان کے آلِ فرعون کو سزا ملی تو سزا تو اس کے سپاہیوں کو ملی تھی جو غرق ہو گئے۔ اس حوالے سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت بھی آلِ نبی کہلاتی ہے۔ چوتھا اُصول انبیائے کرام کی مخالفت پہ عذاب آتا ہے۔ فرعون پر اِس وقت تک عذاب نہیں آیا جب تک اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت

Marfat.com

نہیں کی ۔ پانچواں اصول یہ ہے کہ کفار کا کفار کے ساتھ نکاح جائز ہے اور ان کی جو اولاد ہے وہ جائز اولاد ہے ۔ اس لئے کہ اللہ نے کفّار کے بچوں کو ان کی اولاد کہا ہے ۔ اولاد کا لفظ ہمیشہ جائز بچّوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ ان کو یہ نہیں کہا کہ وہ ناجائز بچّے ہیں ۔ تو اولاد کے جائز ہونے میں کفر اور ایمان کا کوئی دخل نہیں ہے ۔ آخرت کا معاملہ ہے ۔ چھٹا اصول یہ ہے کہ کفّار سب برابر ہیں ۔ چاہے وہ خدائی کے منکر ہوں یا رسالت کے منکر ہوں ۔ مشرکینِ عرب اللہ کے منکر نہیں تھے وہ رسالت کے منکر تھے ۔ ساتواں اصول یہ ہے کہ کافروں کی بربادی کے اسباب کو جاننا ضروری ہے ۔ کیوں ؟ کہ اس سے عبرت اور نصیحت ہو ۔ اور ان کاموں سے آپ پرہیز کریں ۔

آٹھواں اصول یہ ہے کہ چاہے آپ اللہ سے انکار ہی کیوں نہ کریں ، کفر ہی نہ کریں ، کفار کو بھی اللہ کی شریعت لازم ہے ، جب جنتی پوچھیں گے کفّار سے کہ تم دوزخ میں کیسے گئے ؟ تو وہ کہیں گے میں نے نمازیں نہیں پڑھی تھیں ، میں نے روزہ نہیں رکھا تھا ، میں نے صدقہ و زکواۃ نہیں دیا تھا ، اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی نافرمانی اور اس کی حاکمیت سے انکار کیا تھا ۔ تو جو شرعی عبادت ہیں وہ کفار کے لئے بھی معاف نہیں

Marfat.com

ہیں۔ قیامت کے دن عذاب کفر کا بھی ہوگا اور شریعت کی خلاف ورزی کا بھی۔ کفار پر عذاب ہوگا دوہرا عذاب ہوگا۔ یہ نہیں ہے کہ کفر کر لیا تو بقیہ سب چیز معاف، اَب صرف کفر کی سزا ہوگی۔ تو ان میں سے کچھ کہیں گے کہ مجھے قیامت کو جھٹلانے کی سزا مل رہی ہے۔ اس کی تفسیر صُوفیانہ کیا ہوئی؟ طریقت کے نقطۂ نظر سے اس کی کیا تفسیر ہوئی؟ کیا پیغام ہے اس کے اندر؟ پیغام یہ ہے کہ مسلمانوں کے مال و اولاد جو ہیں سب ہی قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں، اور باعثِ ثواب ہیں۔ مومن جو ہے چاہے بیوی ہو، چاہے بچے ہوں، چاہے مال ہو، چاہے اولاد ہو، چاہے گھر ہو، چاہے باغ ہو، ہر ایک کو وہ عکسِ جمالِ الٰہی سمجھتا ہے۔ وہ ہر چیز میں۔ اللہ کو تلاش کرنے کی اور اس کو پہچاننے کی کوشش کرتا ہے۔ اس وجہ سے یہ ساری چیزیں اس کے لئے باعثِ ثواب ہوتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ: "بیوی بچّوں کا پالنا عبادت ہے۔ حتّٰی کہ بیوی کے منہ میں لقمہ دینا بھی عبادت ہے۔" مومنین کے لئے حقیقی محبوب جو ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور بیوی بچّوں سے، مال و اسباب سے، معاشرے سے، وہ سلوک صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے اس کی رضا کو

Marfat.com

حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے۔ وہ اپنے لئے نہیں کرتا تو یہ ساری چیزیں مومنین کے لئے یہ جمالِ الٰہی کا آئینہ ہے۔ ان چیزوں میں وہ اللہ کی قدرت کو رحمت کو دیکھتا ہے۔ اسکے برعکس جو کفار ہیں۔ان کے حقیقی محبوب کون ہیں ؟ کن سے ان کو پیار ہے ؟ اپنے مال اور حکومت سے۔ اپنی اولاد سے، وہ اللہ کی ذات سے غافل ہیں، کفّار کا حقیقی محبوب یہی مال و اولاد ہے۔ اور مال و اولاد تو حجاب ہیں، انہیں اللہ تو نظر ہی نہیں آتا۔ مومن جو ہے مال و اولاد کو حجاب نہیں بننے دیتا۔ وہ ان میں بھی اللہ تعالیٰ کا عکس دیکھتا ہے۔ اسکی شان دیکھتا ہے اور مومن کے لئے مال و اولاد جو ہے وہ حجاب نہیں ہے۔

ایک ہی چیز کی نوعیت ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر: ایک کاغذ کا ٹکڑا ہے۔ ایک ہی پریس میں کاغذ جا رہے ہیں، جس کاغذ پہ اللہ کی آیات چھپ گئیں، وہ اللہ کی کتاب بن گیا، اس کو ہم چومتے ہیں، آنکھوں سے لگاتے ہیں، سر پہ رکھتے ہیں، اس کی عظمت کرتے ہیں۔ اور اسی پریس سے بغاوت کی چیزیں چھپتی ہیں، فحاشی چھپتی ہے، اس کو آپ گندی نالیوں میں پھینک دیتے ہیں، جلا دیتے ہیں۔ تو چیز تو ایک ہی ہے کاغذ۔اس میں آپ کیا دیکھتے ہیں اس سے کیسا سلوک کرتے

Marfat.com

ہیں ۔ اگر مال اولاد اسباب کو اللہ کی رحمت سمجھیں اور اس سے اللہ کی ذات تک پہنچنے کی کوشش کریں تو وہ قابلِ احترام اور منفعت بخش ہے ۔ اور اگر وہ حجاب بن جائے اللہ سے دوری کا ذریعہ ہو جائے تو وہ ناقابلِ اعتبار ہیں غیر نافع ہیں ۔ اور ایک عذاب ہے ۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ : مال و اولاد تمہارے لئے فتنہ ہے ۔ اگر ان کے ساتھ سلوک تم نے میری اطاعت میں میری رضا کے لئے نہیں کیا اور انہی میں مگن ہو گئے تو وہ حجاب میرے اور تمہارے درمیان میں آگیا پھر یہ فتنہ بن گیا اور جب یہ میرا آئینہ بنتے ہیں تو تمہارے لئے یہ نعمت بنتے ہیں ۔ جو لوگ انبیاء کی صُحبت اور اولیاء کی صُحبت میں رہتے ہیں ، اچھوں کی صُحبت انسان کو جنت میں لے جاتی ہے اور بروں کی صُحبت، کافروں کے ساتھ دینے والے جہنم ہو جاتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب سے ، اور ہماری ظاہری اور باطنی آنکھوں سے ، بینائی سے ، حجابات اُٹھا دے ۔ اس میں ہمارے لئے آسانیاں عطا فرمائیں ، جو مال اولاد اسباب دیئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے لئے اپنے جمال کا آئینہ بنائے ۔ اپنی معرفت کا ذریعہ بنائے ۔ اپنے شکر اور اپنے ذکر کا ذریعہ بنائے ۔ اللہ تعالیٰ ہم پر کرم فرمائے جو نعمتیں ہمیں عطا

Marfat.com

فرمائی ہیں ان نعمتوں میں استقامت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زوالِ ایمان سے اور زوالِ نسبت سے محفوظ رکھے۔ اللہ ہمیں حُسنہ عطا فرمائے، ہمارے اعمال کی اصلاح فرمائے، اور ہمارے وجود سے ہماری برائیوں کو دور فرمائے اور اچھّا انجام فرمائے۔

آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۝

Marfat.com

پارۂ تِلْكَ الرُّسُل سورۂ آلِ عمران

آیات نمبر ۱۲ ۔ تا ۔ ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ
اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ قَدْ كَانَ
لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ
فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ
مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ
بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً
لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

فرما دو کافروں سے کوئی دم جاتا ہے کہ تم
مغلوب ہوگے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ
گے، اور وہ بہت ہی برا بچھونا ہے ﴿۱۲﴾ بیشک

Marfat.com

تمہارے لئے نشانی تھی، دو گروہوں میں جو
آپس میں بھڑ پڑے، ایک جتھا اللہ کی راہ
میں لڑتا، اور دوسرا کافر کہ انہیں آنکھوں دیکھا
اپنے سے دونا سمجھیں، اور اللہ اپنی مدد سے
زور دیتا ہے، جسے چاہتا ہے، بے شک اِس
میں عقلمندوں کیلئے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے ○

آج انشاءَ اللہ ۱۲ ، اور ۱۳ کی تفسیر آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ مختصراً پچھلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ : مشرکینِ عرب اور کفّارانِ عرب اپنے اموال اور اولاد پر تکیہ رکھتے ہیں کہ وہی اُس کی دنیاوی مدد کرتے ہیں، اور ان کی خام خیالی یہ ہے کہ وہی اموال و اسباب قیامت کے دن انہیں اللہ کے عذاب سے بچائیں گے۔ اللہ تعالےٰ یہ تحذیر فرماتا ہے کہ بے شک ان کے اموال اور اولادِ کثیر ہیں، وہ یومِ قیامت کام نہیں آئیں گے۔ اور ان کو ہرگز ہرگز وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچاسکیں گے۔ اور وہ لوگ تو اِسی لئے جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ جلتے رہیں گے، اسی آگ کا حصّہ بن جائیں گے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے مثال

دی کہ اِن کی مثال تو ایسے ہی ہے جیسے آلِ فرعون، ان کے رؤسا، ان کی فوج کے عسکری افسران، اِن لوگوں کو بھی اپنے اموال اور اولاد پر بڑا بھروسہ تھا۔ اور ان سے پہلے بھی۔ اور نمرود کی قوم کو بھی بڑا بھروسہ تھا اپنے اموال پر، اَولاد پر۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو اور اپنے پیغمبروں کو جُھٹلایا۔ اور پھر کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کا پیچھا کیا، اور ان کے گناہوں پر ان کو پکڑ لیا۔ آلِ فرعون دریائے نیل میں غرق ہو گئے۔ اور بے شک اللہ بہت ہی سخت عذاب دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سرکار دو عالم ﷺ کے دشمنوں! اسلام کے خلاف سازش کرنے والوں! اسلام کو ختم کرنے کے دَرپے یہود و نصاریٰ! اور کفارِ مکّہ سے فرماتا ہے، اور یہ اپنے حبیب ﷺ کی زبان سے کہلواتا ہے کہ: وہ گھڑی عنقریب آنے والی ہے کہ جب تم سب مغلوب ہو جاؤ گے۔ اور تم سب ہانکے جاؤ گے جانوروں کی طرح جہنم میں۔ اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ پیش گوئی کرتا ہے۔ سرکار دو عالمؐ سے اللہ فرماتا ہے کہ: آپ کو میں نے علمِ غیب دیا ہوا ہے آپ جانتے ہیں تو آپ یہ بات لوگوں کو خود فرمادیں کہ ایسا ہونے والا ہے۔ اور ایسا ہی ہوا ہے، جنگِ بدر میں۔ ان کے

Marfat.com

کتنے بڑے بڑے سردار ختم ہوئے۔ مسلمان ان سے طاقت میں
ایک تہائی سے بھی کم تھے۔ لیکن اللہ نے انہیں مغلوب کیا۔ تو
اللہ فرماتا ہے کہ: قل للذین کفروا: آپ منکرانِ دین سے،
مشرکین سے، یہود و نصاریٰ سے، کفّارِ مکّہ سے، یہ کہہ دیں کہ:
قل للذین کفروا ستغلبون: تو آپ فرمادیں اے میرے
پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے دشمنوں سے، اپنے خلاف
سازشیں کرنے والوں سے، اپنی طرف جنگی تیاریاں کرنے والوں
سے آپکو مٹا دینے کی کوششیں کرنے والوں سے، کہ یہ تو لاچار اور
بے سرو سامان مدینہ منورّہ میں آئے ہوئے مہاجر مسلمان ہیں۔ ان
کے ساتھ تھوڑے سے انصار ہیں۔ یہ تو ہماری طاقت کے آگے
اور ہماری سازشوں کے آگے مٹ جائیں گے۔ تو ایسا تکبّر اور
دشمنی کرنے والوں کو آپ بتا دیجئے۔ کیا بتادیں؟ : ستغلبون :
آپ عنقریب مغلوب ہوجائیں گے: تحشرون : آپ لوگ ہانکے
جائیں گے۔ جس طرح سے جانور ہانکے جاتے ہیں، اپنے باڑے
کی طرف۔ اِسی طرح سے اُس بُرے ٹھکانے، جس کا نام جہنم
ہے جس کا کافر ایندھن بننے والے ہیں تم سب لوگ اِس
دن ہانکے جاؤ گے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ وہ سر کی
چوٹی اور پیر پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

Marfat.com

وبئس المہاد : مہاد کہتے ہیں ٹھہرنے کی جگہ، جیسے بچوں کا کریڈل ہوتا ہے اس کو بھی مہد کہتے ہیں۔ وہ کیا ہی بُری جگہ ہے ٹھہرنے کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی تو تمہارے سامنے ایک نمونہ ہے : قد کان لکم اٰیۃ فی فئتین التقتا فئتین یعنی دو گروہ، دو لشکر، دو پارٹیاں۔ بس یہ تمہارے لئے ایک نشانی ہے، ایک نمونہ ہے۔ کس میں ؟ : فی فئتین التقتا : ان دو گروہوں میں جو کہ جنگ میں تھے۔ یہاں پر جنگِ بدر کی طرف اشارہ ہے۔ ان میں سے ایک گروہ جو تھا وہ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا تھا۔ وہ مخلص تھے۔ مومن تھے، اور غازی تھے۔ اور اس میں وہ چاروں خلفائے راشدین بھی شامل ہیں۔ لہٰذا جو لوگ ان خلفائے راشدین کو کافر کہتے ہیں۔ اور آپ کو پتہ ہے یہ کون کہتے ہیں، وہ دراصل اللہ کو جھٹلا رہے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو انہیں سرٹیفکیٹ دے دیئے ہیں کہ : فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ : وہ مخلص مومنین تھے۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے تھے۔ کوئی سو سے زیادہ مہاجر تھے، کوئی دو سو کے قریب انصار تھے : واخری کافرۃ : اور دوسرا گروہ کون تھا ؟ وہ کافروں کا تھا۔ اور پھر کیا ان کا حشر ہونا تھا : یرونھم مثلیھم : کفّار، مسلمانوں کو مومنین

Marfat.com

کے گروہ کو دیکھتے تھے تو اُنہی جیسا اور بھی ان کو نظر آتا تھا۔ یعنی مسلمان دُگنے اور تگنے نظر آتے تھے : رای العین : کوئی مغالطہ نہیں تھا، کوئی دھوکہ نہیں تھا، وہ دیکھ رہے تھے آنکھوں سے۔ تو اللہ کی شان یہ ہے کہ جب وہ مومنین کی مدد فرماتا ہے، ان کی نصرت فرماتا ہے، ان کے ہاتھ مضبوط کرتا ہے تو کفّار کو، دشمنوں کو اپنی تعداد قلیل نظر آتی ہے اور مسلمانوں کی کثیر نظر آتی ہے۔ تو وہ دیکھ کر ہی مغلوب ہو جاتے ہیں : واللہ یؤید : ہاتھ پکڑنا مضبوطی کرنا، تائید کرنا۔

اللہ تعالیٰ تائید کرتا ہے۔ زور دیتا ہے۔ طاقت عطا فرماتا ہے : بنصرہٖ : اپنی مدد سے، اپنی نصرت سے : مَن یشاءُ : جس کو چاہتا ہے۔ اور اس نے جنگِ بدر میں کس کو چاہا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ اور ان کے جاں نثاروں کو، خلفائے راشدین کو، اور انصار کو: ان فی ذلك لعبرة لاولی الابصار○ : جنگِ بدر کے واقعہ میں آنکھ والوں کے لئے عبرت ہے کہ وہ دیکھ لیں، نہ سمجھیں بے سہارا مسلمانوں کو، نہ سمجھیں بے سہارا نبی کریم ﷺ کو، ان کے خلفائے راشدین کو، ان کے صحابہ کرام کو۔ اللہ کی نصرت ان کے ساتھ ہے۔ جب تم سازشیں کرو گے، ان پر حملے کرو گے ان کو مٹانے کے لئے جنگ و جدل کرو گے۔ تو تم

Marfat.com

مغلوب ہو جاؤ گے ۔ قتل کئے جاؤ گے ۔ قتل کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف دھکیلے جاؤ گے ۔ یہ اس کا مفہوم ہے مطلب جو میں نے آپ کو بتایا ۔ اَب اس سے اس کا پچھلی آیت سے تعلق واضح ہوگیا کہ وہاں بتادیا کہ تمہارے اموال و اولاد کام نہیں آئیں گے ۔ اور یہاں یہ بتا رہا ہے کہ مسلمانوں کی بے سرو سامانی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کو شکست ہو جائے گی ۔ تو پچھلی دو آیات میں کُلیہ بیان کیا گیا تھا کہ کفّار کے اموال اور اولاد ان کے کام نہ آئیں گے ۔ اور اس کی مثال بھی دی کہ وہ لشکرِ موسیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے اور لشکرِ فرعون جو ہے ،اِس کی مثال دی اللہ تعالیٰ نے کہ وہ کس طرح غرق کئے گئے ۔

اَب ایک حالیہ مثال اللہ تعالیٰ دے رہا ہے ۔ غزوۂ بدر کی ۔ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی ۔ اِس کُل لشکر میں دو (۲) گھوڑے ، ستر (۷۰) اونٹ ، چھ (۶) زِرہ ، آٹھ (۸) تلواریں تھیں ۔ جبکہ کفّار کی تعداد ۹۵۰ تھی ۔ اور بعد میں ایک قبیلہ بھی اُن کافروں سے مل گیا تھا ۔ جس سے اُن کی تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) سے تجاوز کر گئی تھی ۔ اُن کے پاس بکثرت گھوڑے ، اونٹ ، زِرہ اور بے حد جنگی سامان ، تلواریں وغیرہ تھیں ۔ اور مسلمانوں کے پاس گنتی کا ساز و سامان تھا ۔ تو اللہ نے فرمایا کہ : تمہارے

Marfat.com

مال و اولاد تو کبھی کام نہیں آئیں گے۔ لیکن میرے جو فِدائین ہیں جب میری راہ میں لڑیں گے تو میری نصرت ان کے ہاتھ ہوگی ان کے بے سرو سامانی پر نہ جاؤ اس لئے کہ ان کو غیب سے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو گی۔ کہتے ہیں کہ جنگِ بدر میں اللہ نے ۵۰۰۰ (پانچ ہزار) فرشتے اتارے تھے۔ مومنین کے ساتھ لڑنے کے لئے۔ اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ دو روایات ہیں اور دونوں حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہیں وہ سب سے بڑے محدّث و مفسّر تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانے کے۔

جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم، ان پہ ہمارے ماں باپ اور ہم سب فِدا۔ جنگِ بدر سے کفار کو شکستِ فاش دے کر مدینہ منورہ واپس ہوئے، تو یہودیوں نے ایک دوسرے کو جمع کیا۔ دَراصل! اُن کی کتاب میں یہ پیش گوئیاں تھیں کہ ایک گروہ ہوگا جو روٹیاں لے کر جہاد کرنے آرہا ہوگا، ساز و سامان تو ہوگا نہیں۔ حضور اکرمؐ نے حضرت ابُوبکر صِدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تھا کہ جاؤ تھوڑی سی روٹیاں لے آؤ۔ پتہ نہیں کتنے دنوں تک کچھ کھانے کو ملے یا نہ ملے۔ تو وہ تلواروں میں سے، دشمنوں کی فوج میں سے ہوتے ہوئے پہنچ گئے۔ تو اس بات کی اُن کی کتابوں میں تو پیشن گوئی

تھی کہ کس طرح سے وہ کئی گنا طاقتور لوگوں پر نہتے بے سرو سامان لوگ جو ہیں غالب ہوجائیں گے۔ تو جب ان کو شکستِ فاش ہوئی اور بہت سارے مکّہ کے کفّارِ سرداران، اس میں ابو جہل بھی تھا جسے دو نوجوان بچّوں نے مارا، تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ جو پیش گوئی تھی بالکل صحیح ثابت ہوئی، کیوں نہ ہم جاکر ایمان لائیں۔ تو انہوں نے، اُن کے سرداروں نے کہا کہ: نہیں اتنی جلدی نہ کرو۔ اس لئے کہ شکست و فتح تو اتفاقیہ بھی ہوسکتی ہے۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی اتفاق سے وہ جیت گئے ہوں۔ آگے دیکھو تو ہمارے پاس سامان بھی زیادہ ہے۔ دولت بھی زیادہ ہے، جنگی ماہرین بھی زیادہ ہیں یہ تو بے سرو سامان لوگ ہیں۔ تو ابھی اتنی جلدی نہ کرو۔ تو اللہ نے اس وقت یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی۔

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا یہ پھر اور ہوگا۔ اور بے شک یہی ہوا۔ جنگِ خیبر میں ایک دن میں ۶۰۰ (چھ سو) یہودی مارے گئے، اور اس سے زیادہ تعداد گرفتار ہوئی۔ یہودی سرداروں نے خود اپنی دولت اور اپنے گھر برباد کئے، تباہ کئے پسپا ہونے کے بعد۔ تو انہوں نے کہا کہ اللہ سے ڈرو۔ اور ایسی مصیبت آنے سے پہلے اسلام لے آؤ۔ جیسے کہ بدر میں

Marfat.com

قریش پر نازل ہوئی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: تم مجھ پر ایمان لاؤ تم نے اپنی کتابوں میں میرے اوصاف دیکھے ہیں انہوں نے کہا کہ قریش جو تھے وہ تو فنِ حرب میں جنگ کے طور طریقے سے ناواقف تھے اِس لئے شکست ہوگئی، ہم تو بڑے بہادر لوگ ہیں' اور بڑے اچھے سپاہی ہیں' اور بڑے سازوسامان ہیں ہمارے پاس۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ عنقریب مغلوب ہوں گے: قل للذین کفروا ستغلبون و تحشرون الی جھنم: یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی کہ دیکھ لو تمہارے ساتھ جو کچھ جنگِ بدر میں ہُوا وہ دوبارہ بھی ہوگا۔ وعدہ تو سچّا ہُوا۔ آپ نے ایک دن میں چھ سو (۶۰۰) یہودی قتل فرمائے، اور بنی قریظہ اور بہتوں کو گرفتار کیا۔ خیبر والوں پہ جزیہ مقرّر فرمایا۔ دوسری یہ ہے روایت اس کے متعلق کہ جب کفّارِ مکّہ کو بدر میں شکستِ فاش ہوئی تو یہود آپس میں بولے کہ یہی سچے نبی ہیں جن کی خبر توریت میں ہے۔ کچھ نے کہا کہ ابھی جلدی نہ کرو۔ فتح تو اتّفاقیہ بھی ہے۔ دوسری جنگ دیکھ لو اس کے بعد جنگِ اُحد میں جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہوئے تھے وہ بھی کچھ لوگوں نے احکامات کا خیال نہیں کیا تو، بظاہر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں شکست

Marfat.com

ہوئی۔ کفّار اور یہود و نصاریٰ کے اُور زیادہ حوصلے بُلند ہو گئے۔ یہ تو اتفاقیہ فتح تھی۔ انہوں نے قریشِ مکّہ سے کہا کہ تمہارے پاس جوان ہیں۔ بہادر ہیں وہ تمہارے بھی دشمن ہیں۔ اور ہمارے پاس مال و اسباب ہے عزّت و آبرو ہے۔ تم ادھر سے حملہ کرو۔ ہم یہاں اندر سے شب خوں حملہ کریں گے۔ تو یہ دونوں طرف سے پس جائیں گے۔ اور بقول ان کے : نعوذ باللہ من ذالك : ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ اسلام کا فِتنہ ختم ہو جائے گا۔ جنگِ اُحد کے نتائج سے اتنے خوش ہُوئے کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا وہ بھی توڑ ڈالا۔ اس کی خلاف ورزی کی۔ تو جب یہ انہوں نے سازش کی کہ قریشِ مکّہ وہاں سے حملہ آور ہوں اور اِدھر سے یہودی مسلمانوں پر حملہ کر دیں تو اس وقت یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی کہ تم سازشیں تو کر رہے ہو لیکن وہ وقت عنقریب آئے گا کہ جب تم مغلوب ہو گے، اور داخلِ جہنم ہو گے۔

اس میں آپ یہ دیکھیں کہ، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اے کافرو تم جان جاؤ گے، تم مغلوب ہو گے۔ بلکہ یہ پیشن گوئی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرائی جا رہی ہے۔ دنیا کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب کو جانتے ہیں۔

Marfat.com

وہ میرے حکم سے منتظر تھے جب ان کو حکم مل گیا تو اس کو تم
تک پہنچا دیا۔ ایسے وقت جب کہ مسلمان مفلوک الحال تھے،
اور مغلوب الحال تھے، اس وقت اِن کی فتح و نُصرت اور کفّار
کی پسپائی کی بشارت سرکار دو عالم ﷺ نے فرمائی۔ یہاں جو
مخاطب ہیں وہ کفّار ہیں: قل للذین کفروا: اس میں ساری
دنیا کے کفّار شامل ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ صرف
کفّارِ مکّہ اور مشرکینِ مدینۂ منوّرہ کے لئے ہے، لیکن ایسی بات
نہیں ہے: ستغلبون وتحشرون: تو حشر کا مطلب ہے کہ اپنی
جائے قرار سے جائے مصیبت کی طرف ہانکنا، لے جانا۔ تو
حشر میں قبر سے نکال کر کے وہ جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے۔
اور یہ ان کی مغلوبی جو ہے اس سے کیا مطلب ہے، دُنیا میں
شکست ہوگی۔ قتل کئے جائیں گے، اور آخرت میں جہنم ہوگا۔
دونوں کی خبر ہے۔ اور: بئس المھاد: باسا، کا مطلب ہے،
شدید تکلیف اور مہاد، بچّے کے گھوارے کو کہتے ہیں۔ اور بستر کو
بھی کہتے ہیں۔ تو جہنم کی آگ جو ہے بہت ہی بُرا بستر ہے۔ جس
میں یہ لوگ پھینکے جائیں گے۔ فئۃ: کہتے ہیں لشکر کو، گروہ کو
جیسے: فئۃ: کا لفظ سورۃ الانفال میں اللہ تعالٰی نے استعمال
فرمایا ہے کہ جب دشمنوں کا گروہ نظر آئے تو اللہ کا ذکر کرو،

Marfat.com

تاکہ اس سے تمہارا حوصلہ بڑھے۔ تو بدر میں مسلمان تین سو تیرہ (۳۱۳) تھے۔ کفار، نو سو پچاس (۹۵۰) تھے۔ جیسے میں نے عرض کیا کہ کفار کے لشکر میں ایک قبیلے کے اضافے کے بعد اُن کی تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) سے بڑھ گئی تھی۔ اللہ کی مدد جب آئی تو کافروں کو ایک مسلمان کے بجائے دو مسلمان نظر آئے، تین مسلمان نظر آئے۔ تو اس کا خلاصۂ تفسیر کیا ہے؟ ان دو آیات کی خلاصۂ تفسیر یہ ہے کہ اے میرے محبوب ﷺ! جو کفار اور جو آپ کے دشمن، اسلام کی دشمنی، اور اس کی تباہی کے منتظر ہیں ان سے آپ فرما دیں کہ خواہ تم سب اکٹھے ہو جاؤ۔ یہودِ مدینہ، اور کفارِ مکہ سارے کے سارے اکٹھے ہو جاؤ، تمام طاقت جمع کر لو۔ لیکن تمہارا مقدر دونوں جہانوں کی رسوائی ہے۔ اس دنیا میں تمہیں شکستِ فاش اور آخرت میں، قیامت میں تمہیں جہنم ملے گی۔ دنیا میں مغلوب ہو گے اور آخرت میں جانوروں کی طرح دوزخ میں ہانکے جاؤ گے۔ اور آج تمہیں جو کمزور اور بے سر و سامان مسلمان نظر آتے ہیں، وہ ایک دن میری نصرت سے ساری دنیا پر چھا جائیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا، جنگِ بدر کو یاد کرو۔ اور اس سے بُرے حشر کے منتظر رہو۔ جو لوگ، فی سبیل اللہ مجاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت کی وجہ سے وہ ایک

کے بجائے دو دو اور تین تین نظر آتے ہیں۔ وہ ایک دن دنیا پہ چھا جائیں گے۔ اللہ کی نصرت ان کے ساتھ شامل تھی۔ اور ۵۰۰۰ (پانچ ہزار) فرشتے بھی لڑ رہے تھے۔ اِس جنگِ بدر کی پیشن گوئی جو ہے، پچھلی آسمانی کتابوں میں بھی تھی کہ کوئی ردّٰی لے کر چلنے والے یعنی حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور ان کے ساتھی کامیاب و کامران ہوں گے۔ وہ تلواروں میں سے نکل کر آئے تھے، اور یہی تحریر اور تفصیل توریت میں بھی ہے۔ دراصل مسلمان تو جنگ کے ارادہ سے نہیں نکلے تھے۔ ان کا ساز و سامان بھی نہ تھا۔ کفّار کے پاس ساز و سامان تھا وہ جنگ کے ماہر بھی تھے۔ اور اس میں ابُوجہل جیسے فنِ حرب کے ماہر تھے۔ لیکن اللہ کی نصرت سے وہ بھی مارا گیا۔ اور دراصل جنگِ بدر جو ہے وہ نشانِ قدرتِ الٰہی تھا۔ کہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کمزور مضبوط پہ غالب آجاتا ہے۔

جہاد کی دو شرائط ہیں: ایک شرط یہ کہ جہاد فِی سبیلِ اللہ ہو۔ دوسرا یہ کہ اخلاص اور نیک نیتی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مومنین کے اخلاص کی گواہی دی ہے کہ وہ 'فِی سبیلِ اللہ' لڑ رہے ہیں، لہٰذا اس سے یہ بھی پتہ لگا کہ بدر اور حدیبیہ میں کوئی کافر شریک نہیں تھا سب مومن شریک

Marfat.com

تھے۔ فی سبیلِ اللہ لڑنے والے۔ مخلصین لڑ رہے تھے۔ میں تھوڑی سی تفسیر جنگ بدر کے متعلق بھی آپ کو عرض کر دوں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۹ (اُنیس) جہاد کیے۔ ۹ (نو) میں آپ بنفسِ نفیس شامل تھے اور اُن ۱۹ (اُنیس) میں سے ۹ (نو) میں باقاعدہ جنگ ہوئی صف آرائی ہوئی۔ اور بقیہ دس (۱۰) میں جنگی چھیڑ چھاڑ ہوئی۔ بدر جو تھی، وہ پہلی باقاعدہ جنگ تھی۔ رمضان کے مہینے میں جُمعہ کے دن یہ جنگ شروع ہوئی۔ ۱۲ رمضان کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ منورہ سے نکلے۔ اور ۱۷ رمضان کو جنگ واقع ہوئی۔ اور دو دن میں ۱۹ رمضان کو فراغت ہوئی۔ وجہ یہ تھی کہ جس امن سے مومنین مدینہ منورہ میں رہتے تھے، اس کو اہلِ قریش نے، کفارانِ قریش نے پسند نہیں کیا۔ کہ یہاں تو وہ ہم سے بھاگ کے گئے ہیں، ہم نے انہیں اِتنا دبا کے رکھا ہوا تھا، اُن کے مٹانے کے دَر پہ تھے۔ اور وہاں انصار نے ان کی اتنی آؤ بھگت کی ہے۔ اتنے آرام سے اور امن و سکون سے رہ رہے ہیں، اور وہاں کے اہلِ کتاب نے بھی معاہدہ کر لیا تھا امن کا۔ پھر ابو سفیان کو ایک تجارتی قافلے کا سردار بنا کر شام روانہ کیا۔ مکّہ معظمہ اور شام میں

Marfat.com

کافی تجارتی روابط تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ وہاں پر تجارت کا
سامان لے جائیں اور بیچیں، اور جو منافع ہو وہ سارا کا سارا
فنڈ میں دیا جائے گا اور اِس سے سامانِ حرب خریدا جائے
گا، اور مسلمانوں کو نیست و نابود (نعوذ باللہ من ذالک) کر دیا
جائے گا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس امر کی، اس منصوبہ سازی
کی خبر مل گئی۔ آپ نے فرمایا کہ: چلیں اس قافلے کو، جو
ابو سفیان لا رہے تھے اس کو روک لیں تاکہ انکو یہ ساز و
سامان اور پیسے نہ ملیں۔ چنانچہ تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابہِ کرام
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اس میں ستتر (۷۷) مہاجرین
تھے اور دو سو چھتیس (۲۳۶) انصار تھے۔ مہاجرین کے
کمانڈر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے، اور انصار کے حضرت سعد بن
عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ان تین سو تیرہ (۳۱۳) مجاہدین کے پاس
صرف دو گھوڑے اور ستر (۷۰) اونٹ، چھ زرہ اور آٹھ (۸)
تلواریں تھیں۔ زرہ اِس لئے ضروری تھی کہ وہاں وَن ٹو وَن
فائٹ بھی ہوتی تھی جس کو مُبارزہ کہتے ہیں۔ اور اِس میں
سے ۵ انصار شرکت نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ مہاجرین میں
سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرکت نہ کر سکے اس لئے کہ حضرت رقیہ رض

Marfat.com

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی بیمار تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ تم پہلے ان کی دیکھ بھال کرو۔ عیادت کو اہمیّت عطا فرمائی۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پانچوں کو اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مالِ غنیمت میں سے حصّہ دیا۔ کہ وہ صرف اس میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے اس سے محروم نہیں ہوں گے۔ اور سواری کی تو سخت کمی تھی، تین سو تیرہ (۳۱۳) میں دو گھوڑے اور ستّر (۷۰) اُونٹ، تو وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آتی تھی پیدل چلنے کی تو سارے جاں نثارانِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے حضور ہم آپ کو پیدل نہیں چلنے دیں گے آپ سوار رہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہیں نہ میں تم سے کمزور ہوں، نہ معذور ہوں اور نہ میں مُستثنیٰ ہُوں۔

جب یہ تین سو تیرہ (۳۱۳) آدمیوں کا اسلامی قافلہ چل پڑا تو ابُو سفیان کو جو اس وقت کافر تھے۔ ان کو خبر لگ گئی، انہوں نے فوراً اپنے ایک ساتھی سم سم ابنِ عمرو غفاری کو اپنا ایلچی بنا کر ابُو جہل کے پاس بھیجا۔ جیسے کہ اس زمانے میں رواج تھا کہ جب کوئی مصیبت میں ہوتا تھا تو اپنے اُونٹ کی ناک کاٹ دیتے تھے۔ اور الغوث الغوث کا نعرہ

Marfat.com

لگاتے تھے کہ مدد کرو ہم تو پٹ گئے۔ اِس پہ اُبوجہل نے حکم دیا کہ کوئی مکہ میں بھی نہ رہے۔ سب مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے چلیں۔ اور ابو لہب نے اپنی جگہ ابنِ ہشام کو بھیجا اور ایک کافر اُن میں تھا، اُمیّہ ابنِ خلف۔ وہ چھپتا پھرتا تھا اور نہیں جانا چاہتا تھا، کیوں؟ اِس لئے کہ حضورؐ نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ جنگِ بدر کے موقع پر ہم سے لڑتا ہوا مارا جائے گا۔ یہ کافر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر تو ایمان نہیں رکھتے تھے لیکن ان کے علمِ غیب پہ ایمان رکھتے تھے اور ڈر کے مارے وہ نہیں جارہے تھے۔ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ کچھ مسلمان جو ہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر تو ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کے علمِ غیب پر ایمان نہیں رکھتے۔ ان کی حالت ان سے ملتی جلتی ہے۔ تو اُمیّہ بن خلف چھپتا پھرتا تھا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ تم تو بڑے بہادر بنتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ میں مسلمانوں کو مار ڈالوں گا، اَب تم کیوں نہیں ان کے ساتھ جنگ میں جارہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ تمہیں پتہ نہیں کہ مسلمانوں کے نبی نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ اُمیّہ ابن خلف' بدر میں مارا جائے گا۔ اس لئے میں نہیں جارہا۔ لیکن اُبوجہل نے اس کو چھوڑا نہیں اور اس کو ساتھ

لے کر گیا۔ اور دونوں ہی مارے گئے۔ اس لشکر کے ساتھ پچیانوے (۹۵) سردارانِ قریش تھے۔ اور ان کا سردار جو ہے، عتبہ بن ربیعہ تھا اور ان کے پاس ہمارے مسلمانوں کے دو کے مقابلے میں سو (۱۰۰) گھوڑے تھے اور ستر (۷۰) کے بجائے، سات سو (۷۰۰) اُونٹ تھے بیشمار اسلحہ تھا۔ شراب کے بھرے ہوئے مٹکے تھے کہ جنگ کے بعد پارٹی کریں گے۔ تو ابوجہل نے بھی اس کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ ابُوسفیان نے مدینہ منوّرہ کا راستہ نہیں اختیار کیا کہ کہیں مسلمانوں سے مدبھیڑ نہ ہو جائے وہ سمندر کے کنارے کنارے چلا۔ (اسی لئے بمقامِ بدر میں جب جاتے ہیں تو مچھلیاں تازی تازی تل کے دیتے ہیں) تاکہ صحیح سلامت قافلہ مکّہ پہنچ جائے۔ ابوجہل نہیں مانا۔ کہا کہ میں صرف تمہاری حفاظت کے لئے نہیں آیا۔ میں تو اَب اُن مسلمانوں کو نیست و نابود کر کے جاؤں گا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی جان دینے پر تیار ہوتا تھا۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں جمہوریت تھی۔ آپؐ نے تمام انصار کو بلایا۔ مہاجرین کو نہیں بُلایا۔ ان کے متعلق تو پتہ تھا کہ ان کا ایمان کیسا ہے۔ ان میں حضرت بلالِ حبشیؓ بھی تھے جو گرم ریت پہ گھسیٹے جاتے تھے لیکن کہتے ہی تھے

کہ : اشہد ان لا الہ ...... محمد اعبدہٗ و رسولہٗ : اور کہا کہ کیا آپ لوگ جنگ کے لئے تیار ہیں یا واپس لوٹ چلیں۔ انہوں نے کہا کہ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ پر ہم بھی فدا ہمارے ماں باپ بھی فدا۔ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انصار تو نہیں ہیں ہم تو اللہ کے محبُوب کے انصار ہیں ہم وہ نہیں ہیں کہ کہہ دیں جاؤ موسیٰ تم اور تمہارا خدا لڑو ہم تو نہیں لڑیں گے۔ ہم تو آپ کے ساتھ ہی چلیں گے۔ تو مدینہ منوّرہ کی جانب مومنین کا قافلہ تھا دوسری جانب کفّار کا۔ مومنین کا جو حصّہ تھا وہ ریگستان تھا، پانی بھی نہیں تھا۔ اور جو مخالفین کا تھا کفاران کا، اس میں زمین بھی اچھی تھی اور کنواں بھی تھا۔ اور مسلمانوں کے سپہ سالار خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم احمدِ مجتبےٰ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ یہ پہلی جنگ تھی باقاعدہ مسلمانوں کی جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ روایت رکھی کہ امیر المومنین صرف امر کے لئے' اور حکم کے لئے نہیں ہے بلکہ جب جہاد کا اور اللہ کی راہ میں مَرنے کٹنے کا حکم آئے گا تو وہ بھی سب سے آگے ہوگا۔ تو اِدھر سرکار دو عالمؐ سپہ سالار اور اُدھر ابوجہل۔ اور جیسے کہ اس زمانے کا طریقہ تھا کہ پہلے دونوں طرف کے اکابرین آمنے سامنے آتے تھے۔ دن ٹو دن جنگ ہوتی تھی، شجاعت اور بہادری کا مقابلہ ہوتا

Marfat.com

تھا۔ پھر اس کے بعد گھمسان کی جنگ ہوتی تھی۔ اِس میں تیر اور نیزے اور بھالے اور شمشیر زنی ہوتی تھی۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابو عُبیدہ ابنِ حارث، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو آپکے چچا زاد بھائی تھے۔ اور حضرت عبیدہ ابنِ حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۰ سال کے بزرگ تھے، ان کے مدمقابل عتبہ جیسا جنگجو تھا۔ حضرت حمزہ رضؓ کے مقابل شیبہ تھا اور ولید جو اُن کا بہت بڑا سپہ سالار تھا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مدمقابل تھا۔ ولید اور شیبہ دونوں قتل ہو گئے۔ اور حضرت عبیدہ ابنِ حارث رضؓ چونکہ ضعیف تھے، لہذا آپ زخمی ہو گئے اور آپ نے وہاں شہادت بھی پائی۔

لیکن سب سے بُرا حشر جو ہوا ابو جہل کا، انکے سالار کا ہوا۔ انصار کے دو بچّے تھے معوذ ابنِ ظفر، اور معاذ ابنِ ظفر اِن دونوں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا کہ اُبوجہل کہاں ہے؟ تو آپ نے اشارے سے کہا وہ ہے اُبوجہل؛ وہ ٹہل رہا ہے۔ معوذ اور معاذ دونوں بچّے پلک جھپکتے ہی وہاں پہنچ گئے اور معوذ نے اس کو گرا دیا اور معاذ نے اس کو قتل کر دیا۔ یعنی سَر قلم کر دیا۔ آناً فاناً ان کا اِتنا بڑا سپہ سالار دو مومنین کے جہاد کے جذبے سے سرشار اور سرکارِ دو عالم ؐ کی

Marfat.com

نگاہِ کرم سے مالا مال بچوں نے ابوجہل کو واصل جہنم کر دیا۔ مگر اِن دونوں بچوں کو کفار نے گھیر لیا اور ایک نے معاذ کے بازو پر مارا اور بازو کٹ کر لٹک گیا، اور راستے میں بھاگتے بھاگتے وہ بازو الگ بھی ہوگیا۔ وہ بچہ اپنے بازو کو لے کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا کہا کہ: میرے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے غلاموں نے ابوجہل کا کام تمام کر دیا ہے۔ آپ نے اپنا لُعابِ دہن لگایا اور ان کے بازو کو جوڑ دیا۔ اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک وہ زندہ رہے اور غزوات میں اور جنگ میں وہ حصہ لیتے رہے اور بڑے طاقتور شمشیر زن تھے تو اِس طرح سے اللہ تعالیٰ کی نصرت ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرمائے۔ لیکن دوسرے جو بھائی تھے مُعوذ جنہوں نے قتل کیا تھا وہ اِسی دن شہید ہو گئے۔

وہ واقعی ایمان اور کفر کی جنگ تھی۔ اس میں کوئی لحاظ نہیں کیا گیا کہ یہ کافر میرا رشتہ دار ہے، یا بھائی ہے، یا باپ ہے، اِس دن بہت سے مومنین نے، صحابہ کرام نے، اپنے کفار اقرباء کو قتل کیا۔ اس لئے کہ جو کافر ہے وہ اللہ کا دشمن ہے۔ جو اللہ کا دشمن ہے وہ آپ کا رشتے دار ہو، یا

Marfat.com

دوست ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرتِ ابُو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے والد جراح کو قتل کیا۔ حضرت مصعب بن عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عبداللہ بن عمیر کو قتل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ماموں عاصی بن ہشام ابنِ مغیرہ کو قتل کیا۔ جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے چچا حضرت عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے آئے، اور آپ کے داماد ابو العاص بھی کفّار کی طرف سے لڑنے آئے، لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو حضرت عباس سے متعلق اور حضرت ابو العاص کے متعلق منع کر دیا۔ کہ قتل نہ کیا جائے۔ کیوں؟ آپکی غیب دان نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ یہ لوگ تو مسلمان ہونے والے ہیں اور صحابی ہونے والے ہیں اور ان میں سے تو عشرۂ مبشرہ میں بھی بننے والے ہیں اور بعد میں یہ سب کے سب صحابی ہوئے، اور انتہائی جلیلُ القدر صحابی ہوئے۔ اور اس جنگ میں کفّار کے ۲۴ بڑے سردار مارے گئے۔ اور جو سامان وہ شام کی کمائی سے لائے تھے مسلمانوں کو زیر کرنے کے لئے، وہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرما دیا۔

اِس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ:

یہودیوں اور نصرانیوں کی طرح سے گمراہی میں نہ پڑو۔ میرے نبی پر ایمان لاتے ہو، وہ مکمل نہیں ہوگا جب تک ان کے

علمِ غیب پہ ایمان نہ لاؤ۔ آپ دیکھیں؛ وہابی حضرات کہتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کو علمِ غیب نہیں تھا۔ موت کب آئے گی اُن کو کیا پتہ۔ لیکن اِسی ہیں، جنگِ بدر میں یہ ثابت ہوگیا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کو پتہ تھا کہ کون کافر کہاں کہاں قتل ہوگا۔ آپؐ نے لائنیں کھینچ دی تھیں کہ کس کس جگہ جنگِ بدر میں کون کون مرے گا، قتل کیا جائے گا۔

یہ جو جنگِ بدر کا واقعہ ہے۔ مومنین کے لئے نصرت کی نوید ہے۔ اور کافرین کے لئے شکستِ فاش اور ذلت کی وعید۔ اس کے کچھ فائدے ہیں۔ پہلا یہ ہوا کہ: جو ابھی بار بار میں نے عرض کیا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کو علمِ غیب تھا۔ انہیں پتہ تھا کہ کون کون یہاں قتل ہوگا۔ انہیں پتہ تھا کہ جنگِ بدر میں فتح نصیب ہوگی اور باوجود ہزیمت کے جو جنگِ بدر میں ہوئی پھر یہ غالب آئیں گے۔ اور یہ مغلوب ہوں گے۔ اپنے گھروں کو خود ہی اُجاڑ کر آئیں گے۔ تو آپکو علمِ غیب تھا۔ اور کفارِ مکہ سرکار دوعالم ﷺ کی نبوت سے تو منکر تھے، لیکن انکے صِدق کے، اُن کے ایمان کے، ان کے علم کے، منکر نہیں تھے۔ اور اس کا اعتراف کرتے تھے۔ افسوس کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ وہ ان کے علمِ غیب کا اِقرار نہیں

Marfat.com

کرتے ۔ ایک اُصول اس سے یہ بنا کہ جنگِ بدر کے مجاھدین مومن تھے اور جنّتی تھے ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا ہے کہ وہ فی سبیل اللہ جہاد کرتے تھے ۔ فی سبیل اللہ جہاد کرنے والا جنّتی ہوتا ہے ۔ اِس سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ فتح اور شکست امرِ الٰہی سے ہوتی ہے اور اللہ کی نصرت سے ، طاقت سے نہیں ۔ جن کو اللہ کی نصرت ہوتی ہے تائیدِ ایزدی ہوتی ہے ان کو فتح نصیب ہوتی ہے اور جو اِس سے محروم ہوتے ہیں ان کو شکست ہوتی ہے ۔ غازیانِ بدر جو ہیں ، وہ سارے مخلص تھے اور اس بات سے اہلِ تشیع کا مسلک جو ہے ، اس کی تکذیب ہو گئی کہ انھوں نے غازیانِ بدر میں سے کچھ کو کہا کہ یہ جہنمی ہیں ، یہ فاسق ہیں ، یہ بے ایمان ہیں ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کی سلامتی عطا فرمائے ۔ آمین. خاتمہ بالخیر فرمائے اور آخری وقت تک ایمان کو سلامت رکھے. اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت میں رکھے ، اپنی جان سے ، اپنے مال سے ، اپنے افکار سے فی سبیل اللہ جہاد میں مصروف رکھے اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے معاملات اور معمولات میں ، اور عبادات اور ایمان میں اپنی ہدایت کے مطابق صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرمائے

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ○

Marfat.com

تفسیرِ علیم

(قرآن حکیم)

جلد دہم
10

از

خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت
عاملِ شریعت، کاملِ طریقت
صادق البیان، مُفسرُ القرآن
فدائے عشقِ محمدی
ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی

حضرت قاضی محمد علیم اللہ عارفی
قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com